إن الله لطيف خبير

علمی، دینی، اصلاحی اور معلوماتی

ماہنامہ

اللطیف

ویلور

دار العلوم لطیفیہ

مکان حضرت قطب ویلور

بسم اللہ الرحمن الرحیم
اللہ لطیف بعبادہ



زیر ظل حمایت و سرپرستی

اقدس مآب اعلیحضرت مولانا مولوی ابو النصر قطب الدین سید شاہ محمد باقر صاحب قبلہ قادری مدظلہ العالی سجادہ نشین مکان حضرت قطب ویلور قدس سرہ العزیز

مدیر اعلیٰ

فضیلت مآب

حضرت مولانا ابو الحسن صدر الدین سید شاہ محمد طاہر صاحب قبلہ قادری B.A دامت برکاتہ ناظم دار العلوم لطیفیہ مکان حضرت قطب ویلور قدس سرہ العزیز

مدیر مسئول

جناب افضل العلماء

مولانا مولوی ابو المکارم سید مصطفیٰ حسین صاحب بخاری کڈپوی فاضل لطیفیہ
استاذ دار العلوم لطیفیہ و جنرل سکرٹری انجمن دائرۃ المعارف مکان حضرت قطب ویلور قدس سرہ

مدیر معاون :—

جناب مولوی پی محمد ابوبکر صاحب (فاضل لطیفیہ) منشی فاضل مدرس دار العلوم لطیفیہ

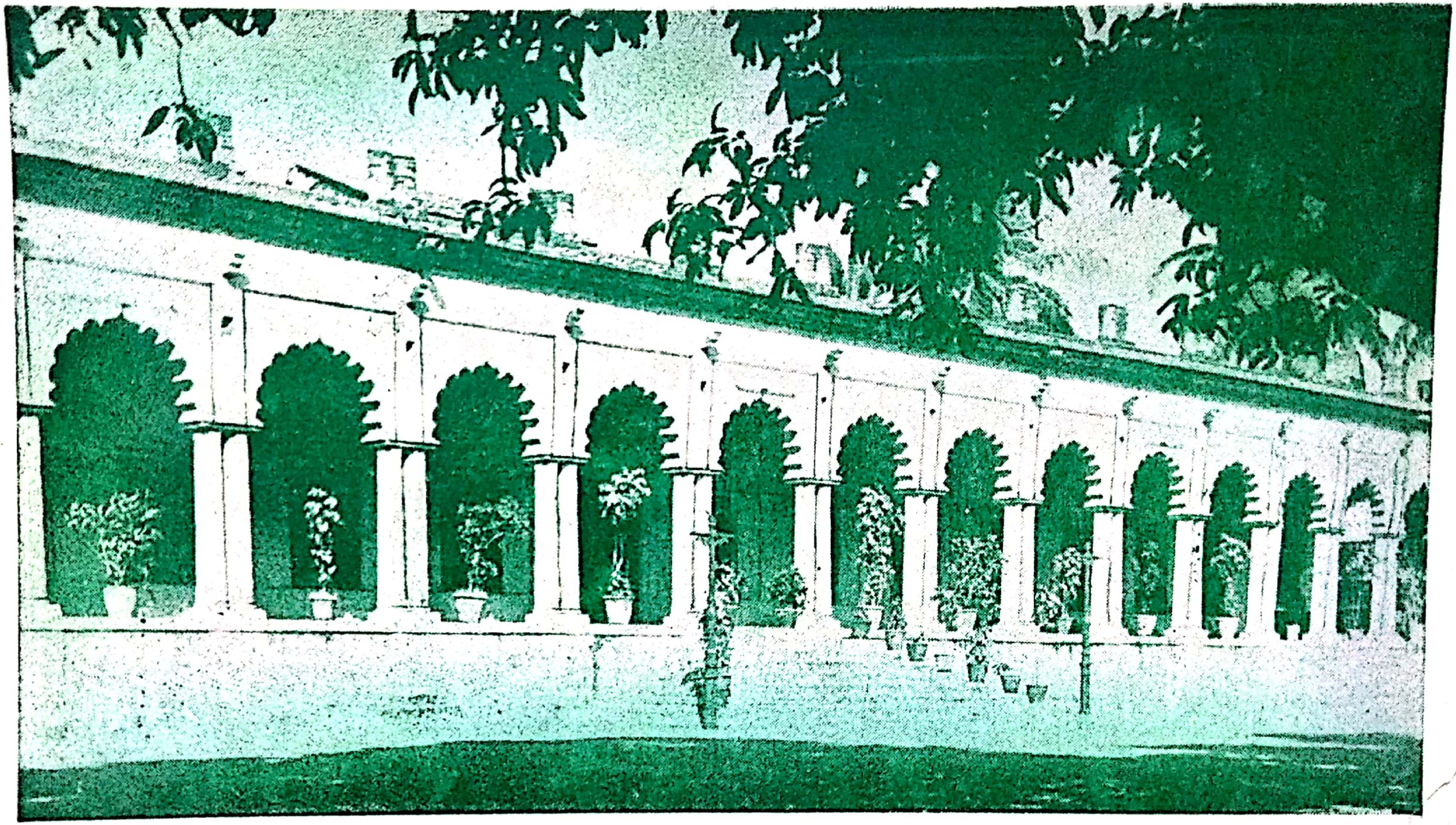
(۱) مولوی سید مصطفیٰ قادری خسرو ادیب فاضل سکرٹری انجمن دائرۃ المعارف
(۲) مولوی حافظ وی یم محمد کمال الدین ادیب فاضل جائنٹ سکرٹری انجمن دائرۃ المعارف
(۳) مولوی عبد الرزاق - مولوی عالم - ادیب فاضل
(۴) حافظ یم - بشیر الحق قریشی ادیب فاضل ادھونی سکرٹری دار ...

ترجمان طلباء
دار العلوم اللطیفیہ

سنہ ۱۳۹۳ھ
۱۹۷۳ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین سالنامہ اللطیف ۱۳۹۳ھ



دارالعلوم لطیفیہ کی تاریخی عمارت کا پُربہار منظر

پیشکش: سید مرتضیٰ حسین جہانگیر لطیفی ویلوری

عطیہ
مولانا حضرت ابو صالح
عماد الدین سید شاہ محمد ناصر صاحب
قبلہ قادری مدظلہ العالی
المعروف بہ میراں پاشاہ صاحب

نظم

از قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین شیخ المشائخ حضرت
رکن الدین سید شاہ ابو الحسن قربی قادری قدس سرہ العزیز

ماہِ من شمعِ من دل کے شبستاں میں آ
نورِ دیدہ ہو مری چشم کے ایواں میں آ

بے نیازی سوں تری جاں بلب آیا ہے مجھے
چھوڑ کر طورِ جفا کچھ رہِ احسان میں آ

دل تو بے حال ہوا گوئی من سرگرداں
زلفِ پر پیچ کے چوگان لے میدان میں آ

سرو و شمشاد و گل و لالہ اسی کا ہے ظہور
دیکھنے اس کے ظہورات کوں بستان میں آ

صورتِ لفظ و عبارات و معانی اندر
جلوہ گر تو تجھ ہوا ہے میرے دیوان میں آ

سخت پردا ہے گماں دیدۂ دل پر قربی
دیکھ مکھ یار کا ہر جا رہِ ایقان میں آ

۱؎ دلِ بے جاں ۱۲ ۲؎ گوئی در اصل گوئے، بمعنی گیند ۱۲

رباعی

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

معبود کی شان عبد میں پاتا ہوں
تنزیہ سے تشبیہ کی سمت آتا ہوں
کلمہ میں خدا کے بعد ہے نام نبیؐ
کعبہ سے مدینے کی طرف جاتا ہوں

حضرت امجد حیدرآبادی علیہ الرحمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

آغازِ سخن



ماہرینِ لسانیات اردو زبان کا مولد و منشاء سندھ، پنجاب، دکن یا دو آبہ گنگا جمنا جسے بھی تسلیم کرلیں اور اسکی تحقیق میں زمین سے آسمان کے قلابے ملا دیں لیکن اس حقیقت میں قطعاً شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ اس کے نوخیز پودے کی سرسبزی وشادابی میں صوفیائے کرام کا نمایاں حصّہ ہے۔ ان مقدس ہستیوں نے رشد و ہدایت کے لئے اُردو زبان کو اپنا کر اس کو زندۂ جاوید کر دیا۔ نیز اس زبان کو یہ بھی شرف حاصل ہے کہ سب سے پہلے صوفیائے کرام ہی نے اس میں نثر نگاری اور شعر گوئی کی بنا ڈالی۔ اگرچہ کہ یہ ان کا مقصدِ زندگی یا مطمحِ نظر نہیں تھا۔ ان کا اصل مقصد تو اس کے ذریعہ لوگوں کو خود شناسی اور خدا شناسی تھی۔ یہی وہ چیزیں ہیں جس سے انسانی آدرشوں کو فروغ ہوتا ہے، اور انسانیت کے اقدار بلند ہوتے ہیں۔ فرد سوسائٹی کے لئے اور سوسائٹی عالم کے لئے رحمت بن جاتی ہے۔ جیسے ہی صوفیاء کرام نے رشد و ہدایت کے لئے اس زبان کو اپنایا اس کا نفسیاتی اثر یہ ہوا کہ لوگ ان سے، قریب تر ہوتے گئے۔ اور جوق در جوق ان کی مقدس محفلوں میں شریک ہوکر خوب استفادہ کرنے لگے۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ ایک طرف لوگ انسانیت کے اعلیٰ اقدار پر فائز ہونے لگے تو دوسری طرف اُردو زبان ارتقائی منزلیں طے کرنے لگی۔

روشنی کے مینارِ حضرات اقطابؒ ویلور قدس سرارہم نے جنوب میں اپنی دینی اور اصلاحی سرگرمیاں، عربی، فارسی کے علاوہ اُردو زبان میں بھی جاری رکھیں، اور اس میں رشد و ہدایت کے وہ جام لنڈھائے کہ ایک عالم مست وسرشار ہوگیا، اور

آج بھی ان تبرکات کا مطالعہ کرنے والے کیف و مستی کے عالم میں سر دھننے لگتے ہیں۔

حضرت سید شاہ ابوالحسن قادری قربی - محی الدین سید شاہ عبداللطیف قادری ذوقی - سید شاہ ابوالحسن ثانی محوی، محی الدین سید شاہ عبداللطیف قادری المشہور بہ قطب ویلور قدس اسرارھم نے اس زبان میں بے شمار کتابیں لکھیں ہیں۔

حضرت قربی اور ذوقی قدس سرہما اردو شاعری کو تصوف کی پاکیزگی اور اس کے دقیق نکات و مسائل سے آشنا کرنے میں غیر معمولی اہمیت کے حامل ہیں۔

حضرت محوی اور قطب ویلور قدس سرہما کا شعری نمونہ فی الوقت ہمارے سامنے نہیں ہے۔ البتہ مذکورہ تمام بزرگوں نے عربی اور فارسی زبان میں ید طولیٰ اور اس میں تصنیف و تالیف کے شہسوار ہونے کے باوجود اردو زبان کو بھی اپنا کر اس کو شرف بخشا۔ بجا طور پہ اردو زبان اپنے ان عظیم محسنوں پر ناز کرسکتی ہے۔

سالنامہ اللطیف کا

یہ تیرھواں شمارہ ہے۔ حسب عادت ہم نے اس میں قدیم و جدید فنکاروں کے شاہکاروں کو جمع کردیا ہے۔ مرشدنا اعلیٰحضرت محی الدین سید شاہ عبداللطیف قادری ذوقی علیہ الرحمہ کا منظوم رسالہ عقائد ذوقی قدس سرہٗ اور حضرت قطب ویلور قدس سرہٗ کا اردو زبان میں لکھا ہوا خط اور بعض تبرکات ناظرین کی دلچسپی کے لئے پیش کئے جارہے ہیں جن سے ان برگزیدہ ہستیوں کی دینی اصلاحی اور ادبی خدمات کا صحیح اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

ان کے علاوہ اساتذہ کرام اور طلبائے عزیز کی پیہم جدوجہد اور کاوشوں کے نتیجے آپ کے ہاتھوں میں ہیں۔ اب ان سے استفادہ کرنا آپ کا کام ہے۔

وما علینا الا البلاغ



دارالعلوم لطیفیہ کا شمالی دلکش نظارہ

پیشکش :- سید مرتضیٰ حسین جہانگیر لطیفی ویلوری

روئدادِ دارالعلوم لطیفیہ

کسی محفل میں شمع کو روشن کردینے کے بعد پروانوں کو دعوت دینے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ ہمیشہ کا یہ مشاہدہ ہے کہ ہمیں اطراف واکناف میں ان کے وجود کا شان و گمان بھی نہیں ہوتا لیکن جیسے ہی شمع روشن ہوجاتی ہے، پروانے کھنچے چلے آتے ہیں۔ پھر ان کی وارفتگی کا یہ عالم عجیب، سماں پیش کرتا ہے۔ آج سے تقریباً تین صدی پیشتر ایک مردِ باصفا نے جنوب میں جو علم کی شمع روشن کی تھی، اس کی ضیا پاشیاں آج بھی خطۂ جنوب کو روشن و منور کر رکھی ہیں اور لوگ اس کی طرف پروانہ وار دوڑتے چلے آرہے ہیں۔ اس وقت جنوبی ہندوستان میں نظر آنے والی علمی شمعیں اسی شمع سے روشن شدہ ہیں۔ لیجئے اسی شمع جسکو اُمّ المدارس دارالعلوم لطیفیہ کہا جاتا ہے، اسکی سالانہ روئداد پیش کیجاتی ہے ملاحظہ فرمائیے :-

نیا سال

قدیم اور تاریخی دینی درسگاہ ام المدارس دارالعلوم لطیفیہ مکان حضرت قطب ویلور قدس سرہ العزیز کا تعلیمی نیا سال ۱۱؍شوال المکرم سنہ ۱۳۹۲ھ بروز شنبہ سے شروع ہوا۔ امسال بھی ریاست ٹملناڈو، آندھرا پردیش، کیرلا، میسور، مہاراشٹرا اور منی پور وغیرہ سے آنے والے قدیم و جدید کثیر طلباء کا داخلہ ہوا۔ ان تمام کے رہنے سہنے کھانے پینے اور دیگر سہولتوں کا انتظام بفضلِ الٰہی مربیانِ دارالعلوم لطیفیہ نے اپنی شب و روز کی محنت و جانفشانی سے بخوبی انجام دی۔ یہ ان کی پرخلوص نیتوں اور محنتوں کا نتیجہ ہے کہ دارالعلوم دن دونی رات چوگنی ترقی کرتا جارہا ہے الحمد للہ اس سال بھی طلبا قابل اساتذہ کی نگرانی میں ترقی کے مدارج طے کرتے گئے۔

درسِ بخاری شریف

۲۶؍شوال المکرم سنہ ۱۳۹۲ھ روز دوشنبہ خانقاہ عالیہ قطبیہ میں صحیح بخاری، صحیح مسلم اور دیگر کتبِ احادیث تفاسیر اور تصوف کا آغاز تقدس مآب اعلیٰحضرت مولانا مولوی ابو النصر قطب الدین سید شاہ محمد باقر صاحب قبلہ قادری مدظلہ العالی سجادہ نشین مکان حضرت قطب ویلور قدس سرہ کی دعاؤں کے ساتھ ہوا۔

افتتاحی اجلاس

مورخہ ۱۴؍ذیقعدہ سنہ ۱۳۹۲ھ مطابق ۲۱؍دسمبر سنہ ۱۹۷۲ء بروز جمعرات شب میں ۹ بجے دارالعلوم کے خوبصورت وسیع

ہال میں انجمن دائرۃ المعارف کا افتتاحی اجلاس بزیرِ صدارت تقدس مآب اعلیٰحضرت مولانا مولوی ابو النصر قطب الدین سید شاہ محمدؐ باقر صاحب قبلہ قادری مدظلہ العالی سجادہ نشین مکان حضرت قطب ویلور قدس سرہ العزیز منعقد ہوا۔ جس میں دارالعلوم کے فاضل اساتذۂ کرام اور حضرت ناظم مدظلہ العالی نے طلباء سے خطاب فرمایا۔ جلسہ کا آغاز مولوی حافظ محمد کمال الدین ملنجیوری کی قرأت اور جناب افضل العلماء مولانا مولوی سید مصطفےٰ حسین بخاری صاحب کی نعت خوانی سے ہوا۔

جناب مولٰنا مولوی محمد حاتم صاحب اشرفی مبارکپوری مدرس دارالعلوم لطیفیہ نے طلباء سے خطاب کرتے ہوئے حبِّ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے فیوضات و برکات سے آگاہ فرمایا۔ جناب مولانا مولوی محمد عبدالعزیز صاحب اشرفی مبارکپوری مدرس دارالعلوم ھذا نے حمد باریتعالیٰ کے بعد سورہ انا اعطینٰک الکوثر کی تفسیر کرتے ہوئے بتایا کہ خدا تعالیٰ نے آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کے مقدس خاندان میں اتنی برکت عطا فرمائی کہ ہر گاؤں اور شہر میں اہلبیت پائے جاتے ہیں نیز آپ نے اہلبیت کرام کی تعظیم و تکریم پہ بے حد زور دیا۔

جناب فضل العلماء مولوی سید مصطفیٰ حسین بخاری صاحب مدرس دارالعلوم لطیفیہ نے طلباء سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ آخرت کی سرخروئی کے ساتھ دنیا میں بھی سرخرو ہونے کی کوشش کرنی چاہیئے ہمیں معلوم ہونا چاہیئے کہ ہم کو اس طرح دُعا کرنے کی ہدایت کی گئی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاٰخرۃ حسنۃ یعنی اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں بھی بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما۔ دنیا و آخرت کو ساتھ لے کر چلنے کا نام دین ہے ورنہ ترکِ دنیا رہبانیت' اور ترکِ آخرت حیوانیت بن جاتی ہے سلسلۂ بیان جاری رکھتے ہوئے آپ نے دنیا و آخرت میں سرخروئی حاصل کرنے پر زور دیتے ہوئے اسلافِ کرام کی مثالیں پیش کی۔ نیز علامہ طنطاوی کی تفسیر کا حوالہ دیتے ہوئے بتایا کہ اکابر سلف نے شرعی احکام مثلاً حدود' احکام' بیع' قرض' میراث' قضایا اور وہ تمام احکام جو فقہ میں بیان کئے جاتے ہیں ان کے ذریعہ اقوامِ عالم پر حکومت کی اور مشرق و مغرب کے مالک بن گئے۔ یہ تمام باتیں قرآنی شرعی احکام سے متعلق آیتیں محدود ہیں لیکن علوم کونیہ سے متعلق ساڑھے سات سو سے زائد آیتیں ہیں' اگر مسلمان ان پہ ریسرچ کریں اور ان کی روشنی میں آگے بڑھیں تو یقیناً قیامت تک کے لئے عالم کے حکمران بن جائیں گے۔

عالیجناب حضرت مولانا ابو الحسن سید الدین سید شاہ محمد طاہر صاحب قبلہ قادری مدظلہ العالی B.A ناظم دارالعلوم لطیفیہ نے طلبائے عزیز سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ جس کی ابتدا اچھی ہوتی ہے اس کی انتہا بھی اچھی ہوتی ہے مجھے امید ہے کہ تم فاضل مقررین کی پُر از معلومات تقاریر سے ضرور استفادہ کریں گے۔ آپ نے عبادت و ریاضت پہ زور دیتے ہوئے کہا کہ ایک مرتبہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس ایک نہایت عمدہ گھوڑے آئے' آپ نے ان کا معائنہ کرنا شروع

کیا۔ اتنے میں اس زمانہ میں عبادت کا جو وقت تھا نکل گیا، جیسے ہی آپ کو اس کا احساس ہوا انتہائی رنجیدہ ہوئے اور اسی وقت آٹھ سو گھوڑوں کو ذبح کر دیا سلسلۂ بیان جاری رکھتے ہوئے کمسن لڑکوں کے داخلہ پہ روشنی ڈالی اور بتایا کہ شہرِ ویلور کے گورنمنٹ قاضی مولوی مفتی حکیم غلام غوث شریف اسی دارالعلوم سے ۱۹۲۰ء میں صرف انیس ۱۹ سال کی عمر میں فارغ ہوئے اور مولوی فاضل کی سند حاصل کی۔ اسی مسجد مکان حضرت قطب ویلور قدس سرہٗ میں بڑی عمدگی کے ساتھ جمعہ کا خطبہ دیا اور نماز پڑھائی۔ ہم چھوٹی عمر والے بچوں کو داخلہ کی اجازت صرف اس لئے دیتے ہیں کہ وہ بھی کم عمری میں فارغ التحصیل ہو جائیں۔ نیز آپ نے فرمایا کہ جب آپ یہاں آئے ہیں تو آپ کے لئے بے حد ضروری ہے کہ پوری جانفشانی سے کام لیتے ہوئے اس رسیڈنسی ادارہ میں اپنے اساتذۂ کرام سے پوری طرح استفادہ کریں۔ دیگر معلوماتی کتابوں کے ساتھ اخبار کا مطالعہ بھی جاری رکھیں۔ اس طرح سے آپ مختلف معلومات کے ساتھ دنیا کے حالات سے باخبر رہ سکتے ہیں۔ اور قوم و ملت کی صحیح خدمت انجام دے سکتے ہیں۔

آخر میں آپ نے تمام کا شکریہ ادا کیا۔ تقدس مآب صدرِ عالی قدر مدظلہ العالی کی دعاؤں پر جلسہ بحسن و خوبی اختتام پذیر ہوا۔

انجمن دائرۃ المعارف کے اہم اور مخصوص جلسے

طلباء کے انتخابی اجلاس کے بعد طلباء میں فنِ تحریر و خطابت میں ملکہ پیدا کرنے کے لئے ہفتہ واری اجلاس شروع ہو گئے۔ اس سال بھی کم و بیش ساٹھ نشستیں ہوئیں۔ یہ جلسے شب جمعہ اور صبح جمعہ منعقد ہوتے رہے۔ شبینہ اجلاسوں کی صدارت اساتذۂ دارالعلوم اور صبح کے جلسوں کی صدارت منتہی طلباء نے کی۔ اس کے علاوہ عزت مآب حضرت مولانا ابو الحسن صدر الدین سید شاہ محمد طاہر صاحب قبلہ قادری مدظلہ العالی B.A ناظم دارالعلوم لطیفیہ و صدر انجمن دائرۃ المعارف بھی وقتاً فوقتاً شبینہ اجلاسوں کی صدارت فرماتے رہے۔

مؤرخہ ۹ محرم الحرام ۱۳۹۳ھ بروز شنبہ شب میں اساتذہ و طلباء دارالعلوم نے سید الشہداء سیدنا امام حسین علیہ السلام کی بارگاہِ عالیہ میں نذرانۂ عقیدت پیش کیا۔

۱۱ ربیع الاول ۱۳۹۳ھ بروز یکشنبہ جلسۂ عید میلاد النبی صلے اللہ علیہ وسلم اور ۱۰ ربیع الثانی ۱۳۹۳ھ بروز دوشنبہ جلسہ سیرت شیخ المشائخ سید السادات حضرت سید شاہ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ منعقد ہوا۔ مذکورہ دونوں جلسوں کی صدارت فضیلت مآب اعلیٰ حضرت مولانا مولوی ابو النصر قطب الدین سید شاہ محمد باقر صاحب قبلہ قادری مدظلہ العالی سجادہ نشین مکان حضرت

قطبِ ویلور قدس سرہٗ العزیز نے فرمائی جس میں طلبأ عزیز، اساتذۂ کرام اور حضرت ناظم صاحب قبلہ مدظلہ نے اپنی پُر از معلومات اور بصیرت افروز تقاریر سے بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم اور غوثیت رضی اللہ عنہ میں نذرانۂ عقیدت پیش کیا۔ الحمد للہ دونوں جلسے کامیاب رہے۔

۱۵ اگست ۱۹۷۳ء بروز چہارشنبہ یوم آزادی کے موقع پر اساتذۂ کرام و ناظم دار العلوم مدظلہ العالی نے طلبا سے خطاب کیا اور ملک کی آزادی پر بہترین روشنی ڈالی اور آزادی کی قدر و قیمت کو سمجھایا۔

تعلیمی سیر

۵ ربیع الثانی ۱۳۹۳ھ م
۹ مئی ۱۹۷۳ء بروز چہارشنبہ

طلبأ کی ایک جماعت دو اساتذۂ کرام کی نگرانی میں ترچناپلی روانہ ہوئی، وہاں حضرت نطہر ولی قدس سرہٗ کی زیارت اور تاریخی مقامات دیکھنے کے بعد ناگور شریف پہنچکر حضرت سید شاہ قادر ولی باشاہ قدس سرہٗ کی زیارت سے مشرف ہوئی، ناگپٹن وغیرہ دیکھنے کے بعد ترچناپلی ہوتے ہوئے ۸ ربیع الثانی ۱۳۹۳ھ ۱۲ مئی ۱۹۷۳ء بروز شنبہ ویلور دار السرور پہنچی۔

۶ ربیع الثانی ۱۳۹۳ھ ۱۰ مئی ۱۹۷۳ء

بروز جمعرات شب میں دار العلوم لطیفیہ کے فارغ ادراس کے کہنہ مشق قابل اور موفی منش استاد مولانا ابو المعالی مولوی علوی صاحب کا مختصر سی علالت کے بعد انتقال ہو گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ ادارہ کے تمام افراد کی دعا ہے اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے آپ کے مراتب کو بلند فرمائے اور اپنی جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین۔

صحت اسباب

حسبِ عادت طلبأ اس سال بھی گیمس و اسپورٹس میں دلچسپی لیتے رہے انہوں نے بعد نماز عصر دار العلوم کے وسیع و عریض میدان میں بیاٹ منٹن، والی بال، ٹنی کائٹ، اور کبڈی جیسے کھیلوں سے اپنی سستی و کسلان کو دور کرتے ہوئے صحت و توانائی کو برقرار رکھا۔ امسال بھی بیاٹ منٹن اور والی بال میں باہر کی ٹیموں سے مقابلہ ہوا۔ ہر دونوں گیمس میں طلبأ نے کامیابی حاصل کی۔

دار التصنیف و الاشاعت

اس سال جواہر السلوک کی پہلی قسط اشاعت کے لئے پریس روانہ کردی گئی ہے۔ تحقیق و تصنیف اور تراجم کا کام باقاعدہ جاری ہے۔ ان چیزوں کو سہولت کے مطابق منظر عام پر لایا جائے گا۔ انشاءاللہ تعالیٰ۔

اس سال شعبان المعظم میں قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین اعلیحضرت مولانا مولوی محی الدین سید شاہ عبد اللطیف قادری ذوقی قدس سرہٗ العزیز کا رسالہ موسوم بہ عقائد ذوقی قدس سرہٗ جس کو افضل العلماء مولانا مولوی ابو المکارم سید مصطفیٰ حسین بخاری صاحب کڈپوی مدرس دار العلوم لطیفیہ مکان حضرت قطب ویلور قدس سرہٗ العزیز نے مرتب کیا ہے، منظر عام پر آجائے گا۔

نوید مسرت

۲۷ مارچ ۱۹۷۳ء میں ہونے والے مدراس یونیورسٹی کے اورینٹل امتحانات افضل العلماء اور ادیب فاضل میں ہمارے نو طلباء نے شرکت کی جس میں تمام کامیاب رہے افضل العلماء اور ادیب فاضل فائنل میں شریک ہونے والے تمام طلباء نے درجۂ اول سے کامیابی حاصل کی اور پریلمنری میں شریک ہونے والے درجۂ دوم سے کامیاب ہوئے۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

امتحانات و انعامات

محرم الحرام ۱۳۹۳ھ کے اواخر میں دارالعلوم کے سہ ماہی اور ۲۶ ربیع الثانی ۱۳۹۳ھ میں ششماہی امتحانات اساتذۂ کرام کی نگرانی میں منعقد ہوئے اور رجب المرجب ۹۳ھ کے اواخر میں منعقد ہونیوالے سالانہ امتحانات کے بعض پرچے بیرونی علمائے کرام نے تیار فرمائے اور جوابات کی کاپیاں تصحیح کے لئے ان ہی حضرات کے پاس روانہ کی گئیں۔ حسب سابق امتحان ہال کی نگرانی بھی بیرونی حضرات کے ذمہ رہی۔

دستار بندی، عباپوشی و تقسیم اسناد

۱۰ شعبان المعظم ۱۳۹۳ھ م ۸ ستمبر ۱۹۷۳ء بروز شنبہ متقدس مآب اعلیحضرت مولانا مولوی ابوالنصر قطب الدین سید شاہ محمد باقر صاحب قبلہ قادری مدظلہ العالی سجادہ نشین مکان حضرت قطب ویلور قدس سرہ العزیز نے دارالعلوم لطیفیہ کے عظیم الشان سالانہ اجلاس کے موقع پر جس میں مقامی اور بیرونی علماء کرام، حکماء عظام اور مقتدر حضرات شریک تھے اپنے دست فیض اقدس سے مولوی فاضل میں فارغ ہونے والے طلباء کو عباء، دستار اور اسناد فاضل، مولوی عالم اور شعبۂ حفظ میں فارغ ہونے والوں کو عباء اور اسناد عالم وحفظ عطا فرمایا۔ اسی دن شام میں منعقد ہونیوالی دوسری نشست میں درسیات، مقالہ نویسی، مقابلہ تقریر اور گیمس و اسپورٹس میں اول و دوم آنے والے طلباء کو اور ان عہدیداروں کو جو سال بھر تک بہترین خدمات انجام دیتے رہے، نیز ان قدیم طلباء اور اسٹاف ممبران کو جو سالانہ گیمس و اسپورٹس میں حصہ لئے تھے گراں قدر انعامات سے نوازا۔

ھدیۂ تشکر

ادارہ ان تمام اطباء، اور ڈاکٹروں کا تہ دل سے مشکور ہے جنہوں نے موسمی اثرات سے متاثر ہونے والے طلباء کو صحت بحال کرنے میں پوری توجہ سے کام لیا۔ نیز ان مدیران اخبار اور مالکان مطابع کا بھی مشکور ہے جو دارالعلوم کی کارروائیوں کو شائع کرتے رہے، خصوصًا جناب عبدالمتین صاحب مالک الیکٹرک قومی پریس بنگلور کے کہ آپ نے **اللطیف** کی اشاعت میں پوری توجہ سے کام لیا۔ خدائے بزرگ و برتر اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے دارالعلوم سے عقیدت و محبت رکھنے والوں کو دارین کی سرخروئی سے سرفراز فرمائے۔ آمین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علما کا حیرت انگیز علم

از: عالیجناب حضرت مولانا ابوالحسن صدر الدین سید شاہ
محمد طاہر صاحب قبلہ قادری مدظلہ العالی
B.A ناظم دار العلوم لطیفیہ مکان حضرت قطب ویلور قدس سرہ العزیز

شکر و احسان ہے اللہ تبارک و تعالیٰ کا جس نے حضرت انسان کو عقل و علم کی نایاب دولت سے نوازا۔ دنیائے اسلام میں ایسے نفوس قدسی کو پیدا فرمایا جن کے کارنامے اہل عالم کے لئے مشعل راہ ہیں اور ان ہی نفوس قدسی سے ایسے زبردست علمی کمالات ظاہر و صادر ہوئے جن کو دیکھ کر عقل انسانی حیران و دنگ رہ جاتی ہے۔

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ ذی علم و بے علم دونوں کا ایک مرتبہ ہو نہیں سکتا۔ عقل اور علم میں زبردست تعلق ہے۔ عقل علم کو پسند کرتی ہے اور بے عقلی جہالت کو دوست رکھتی ہے۔ ایک عالم کا مرتبہ جاہل عابد کے مرتبہ سے بڑا ہے۔ جو فرق بادشاہ اور غلام میں ہوتا ہے، وہی فرق عالم اور جاہل کا ہوتا ہے۔ اگر کوئی عالم علم دوست ہے تو کوئی فقیر فقر دوست ہے لیکن نشان سرداری ہر حال میں علماء کے ہاتھ رہے گی۔ فضیلت تو صرف اہل علم کو ہی سزاوار ہے حقیقت علم کی تلاش گویا حیات حقیقی کی تلاش ہے۔

اب علمائے سلف کی بیدار مغزی و علم و عقل کے حیرت انگیز کارناموں کو سپرد قلم کرنے کی سعی بلیغ کیجا رہی ہے ملاحظہ فرمائیے۔

خلیفۂ دمشق عبد الملک بن مروان اسلامی علوم و فنون کا ماہر سمجھا جاتا تھا۔ ایکروز ایک عورت اس کے دربار میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی اے امیر المومنین! میرے بھائی کا انتقال ہو چکا ہے اور اس نے چھ سو دینار اپنے ورثے میں چھوڑا ہے۔ لوگوں نے مجھے صرف ایک دینار دیا ہے اور کہتے ہیں کہ تیرا اتنا ہی حق ہے۔ اے امیر المومنین، میرا کتنا حق ہے؟ مجھے میرا پورا حق دلائیے۔ یہ سنکر عبد الملک چکرا گیا۔ اور فوراً ہی امام شعبی کو طلب کیا اور دریافت کیا تو انہوں نے برجستہ جواب دیا کہ اے امیر المومنین! اس عورت کا حق واقعی ایک ہی دینار ہوتا ہے کیونکہ اس کے وارثوں میں دو لڑکیاں ہونگی تو دو ثلث یعنی چار سو دینار ان کو ملینگے۔ اس کی ماں بھی ہوگی تو ایک سدس یعنی ایک سو دینار اس کا حصہ

ہوگا اور بیوی بھی وارث ہوگی تو اس کو چھیتر دینار حصّہ میں ملینگے اور بارہ بھائی ہونگے تو دو دو دینار ہر ایک کے حصّہ میں ملینگے اور ایک دینار اس عورت کو ملے گا۔ عورت نے وارثوں کے فہرست کی تصدیق کی۔ اور مطمئن ہوکر چلا گئی۔

حضرت امام شعبی کے اس قدر تصرف و کمال علمی کو دیکھ کر جو بغیر تحقیق و وضاحت کے برجستہ جواب دیا تھا خلیفہ حیران رہ گیا۔

تاریخ اسلام کا ایک اور واقعہ ہے کہ بادشاہ بغداد مامون رشید بھی اپنے کمالات علمی میں یکتا مانا جاتا ہے۔ ایکروز عید کے موقع پر بادشاہ نے علمائے کرام و عمائدین شہر و حکام سلطنت وغیرہ کو دوپہر کے کھانے پر مدعو کیا۔ اس کے دسترخوان پر تین سو سے زائد قسم کے کھانے چُنے گئے تھے۔ اور جو چیز دسترخوان پر لائی جاتی اس کو دیکھ کر مامون رشید کہتا کہ یہ کھانا فلاں امراض کے لئے مفید اور فلاں فلاں بیماریوں کے لئے مضر ہے بلغمی مزاج والے ہرگز اس کو نہ کھائیں اور صفرادی مزاج والے ضرور کھائیں اور سوداوی مزاج والوں کو اس سے احتیاط و پرہیز کرنا چاہیئے۔

بادشاہ ان تمام پر سیر حاصل گفتگو کرنے لگا تو شاہ کے اُن وسعت معلومات کو دیکھ کر قاضی یحییٰ بن اکثم کے حیرت کی انتہا نہ رہی کہتے لگے کہ اے امیر المومنین! جب آپ علم طب پر بحث کرتے ہیں تو اپنے وقت کے جالینوس معلوم ہوتے ہیں۔ بادشاہ نے جواب میں کہا کہ اے قاضی صاحب تمام جان دار مخلوقات میں انسان اشرف المخلوقات اسی لئے تو ہے کہ وہ جوہر عقل کی دولت سے مالا مال ہے۔ ورنہ انسان کے گوشت و خون اور دوسرے جانوروں کے خون و گوشت میں کیا فرق ہے؟

خلیفہ مامون رشید کے زرین دور کا ایک شاندار کارنامہ یہ بھی ہے کہ خلیفہ بڑا علم دوست و علم نواز تھا۔ بہت سے عالم باعمل و فاضل بے بدل علماء روشن ستاروں کے مانند آسمان علم و ادب پر چمکتے تھے۔ بھرے دربار میں ایکروز بادشاہ کے حکم سے دو جیّد عالموں میں مناظرہ رکھا گیا۔ ایک طرف حضرت محمد بن علی الجواد رضی اللہ عنہ، جو کم عمر زبردست عالم، بے پناہ ذہین، وبلا کے حاضر جواب تھے تو دوسری طرف مشاق و تجربہ کار عالم اور اس دور کے بلند پایہ فقیہہ حضرت یحییٰ بن اکثم تھے۔ حضرت یحییٰ بن اکثم پہلے سوالات کئے تو محمد جوّاد نے فوری اور دندان شکن جواب دئے۔ بعدازاں خلیفہ نے کہا کہ اے جوّاد۔ تم بھی کوئی سوال کرو؟ حضرت جوّاد نے حضرت یحییٰ سے ایک فقہی سوال کیا۔ اے یحییٰ بتاؤ کہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ صبح کے وقت ایک مرد نے ایک عورت کو ناجائز نگاہ سے دیکھا۔ وہ دیکھنا اس شخص پر حرام تھا۔ جب دن چڑھ گیا تو اسی مرد کو اس عورت کا دیکھنا ہر طرح سے جائز ہوگیا، لیکن جب سورج ڈھلا تو پھر دیکھنا حرام ہوگیا، مگر جب عصر کا وقت آیا تو پھر حلال ہوا۔ ہاں جب سورج غروب ہوا تو پھر دیکھنا حرام ہوگیا۔ جب عشاء کا وقت آیا، تو پھر حلال ہوا۔ آدھی رات گذری تو پھر اس عورت کو

دیکھنا حرام ہوا۔ جب صبح ہوئی وہ عورت اس مرد کے لئے حلال ہوئی تو بتاؤ یہ کیوں حرام ہوئی اور کیسے حلال ہوئی؟

حضرت یحییٰ بن اکثم باوجود وسیع علم رکھنے کے اس سوال کا جواب فوری طور پر دینے سے عاجز رہے۔ حضرت جوادؑ نے خود ہی اس سوال کا جواب دیا۔ فرمایا کہ یہ عورت در اصل کسی شخص کی لونڈی تھی۔ اس کو ایک اجنبی شخص نے بُری نظر سے دیکھا، وہ دیکھنا اُسے حرام تھا۔ کچھ دن کا حصہ گذرا تو وہ اجنبی شخص اسی لونڈی کو خرید لیا تو اب اُسے دیکھنا حلال ہوا۔ ظہر کے وقت اس لونڈی کو آزاد کر دیا۔ اب یہ پھر غیر محرم ہوئی۔ اسکو دیکھنا پھر حرام ہو گیا۔ عصر کے وقت اسی عورت سے نکاح کیا، اب دیکھنا جائز ہو گیا۔ مغرب کے وقت اس لونڈی منکوحہ سے ظہار کر لیا یعنی تو میری ماں کیطرح حرام ہے، اپنے منہ سے کہدیا تو اب پھر اس کو دیکھنا حرام ہوا۔ عشاء کے وقت اس ظہار کے کفارہ میں ایک غلام آزاد کیا۔ ظہار کا حکم ساقط ہوا پھر اب دیکھنا جائز ہو گیا۔ جب آدھی رات گذری تو اس عورت کو طلاق دے دیا۔ واجباً حرام ہو گئی۔ صبح کے وقت پھر رجوع کیا حلال ہو گئی۔ دربار میں سب لوگ اس علمی کمال کو دیکھ کر حیران ہوئے، اور داد تحسین دینے لگے۔ خلیفہ مامون رشید بہت متاثر ہوا اور اپنی دختر اطہر ام الفضل کا نکاح حضرت جوادؑ سے کر دیا۔ بتایا جاتا ہے کہ دین کی دولت تو خانہ زاد موجود تھی، لیکن اس طفیل میں دنیا کی دولت بھی نصیب ہوئی۔

ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابۂ کرام کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ بطور علمی امتحان کے آپ نے پوچھا یہ بتاؤ کہ ایک درخت ہے جس کے پتے کبھی نہیں گرتے اور اس درخت کی بہت سی باتیں انسان بلکہ مسلمان سے ملتی جلتی ہیں، وہ کونسا درخت ہے؟ صحابۂ کرام اس جواب سے عاجز رہے لیکن حضرت ابن عمرؓ کے دل میں خیال آیا کہ وہ کھجور ہے۔ بہت سے عالی قدر و ذی وقار بزرگوں کی موجودگی میں بوجہ ادب و احترام بولنے کی ہمت نہیں ہوئی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی فرمایا کہ کھجور۔ حضرت ابن عمر نے اپنے والد محترم حضرت فاروق اعظمؓ سے اس کا ذکر کیا تو فرمائے، اے فرزند اگر تو اس وقت اس سوال کا حل کر دیتا تو مجھے بے انتہا خوشی و مسرت ہوتی اور دنیا کی کوئی عظیم دولت بھی مجھے اتنا مسرور نہ کر سکتی تھی۔ علم و عقل کی مایۂ ناز دولت سے ہی ان مسائل کا حل ہو سکتا ہے۔

خلیفۂ دوم حضرت عمر فاروقؓ کے دورِ خلافت کی شان و دبدبہ دنیا دیکھ چکی ہے۔ بڑے سے بڑے جابر و مغرور بادشاہ آپ کے مغلوب و تابع ہو چکے تھے۔ آپ کا علمی مرتبہ و زہد و تقویٰ بے نظیر تھا۔

ایک مرتبہ ایک نصرانی بادشاہ چند سوالات آپ کی خدمت میں بھیج کر اُن کا حل آسمانی کتابوں کی رُو سے طلب کیا۔ سوالات یہ ہیں:-

(۱) ایک ماں کے شکم سے دو بچے ایک ہی دن اور ایک ہی وقت میں پیدا ہوئے۔ پھر ایک ہی روز دونوں کا انتقال ہوگیا۔ ایک بھائی کی عمر سو برس بڑی اور دوسرے بھائی کی عمر سو برس چھوٹی ہوی۔ یہ کون تھے اور یہ کیونکر ہوسکتا ہے؟

(۲) وہ کونسی زمین ہے کہ جہاں ابتدائے آفرینش سے لیکر قیامت تک صرف ایکدفعہ سورج کی شعاعیں پڑی ہیں؟

(۳) وہ کونسی قبر ہے جس کا مردہ بھی زندہ اور قبر بھی زندہ اور قبر اپنے مدفون کو سیر دکھاتی پھرتی تھی۔ پھر مردہ قبر سے باہر آکر زندہ رہ کر مرا؟

(۴) وہ کونسا قیدی ہے جس کو قیدخانہ میں سانس لینے کی اجازت نہیں اور وہ بے سانس کے زندہ رہتا ہے؟

حضرت عمر فاروقؓ اکثر اوقات حضرت ابن عباسؓ سے تبادلۂ خیالات ومسائل پر گفتگو کرتے رہے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو دعا دی تھی کہ الٰہی عبداللہ بن عباس کو کتاب اور حکمت سکھا دے آپکی اس دعا کی برکت سے ان کے معلوماتِ علمی بہت وسیع ہوئے۔ لہٰذا عمر فاروقؓ نے اس موقع پر آپ کو طلب فرمایا اور ان سوالات کے جوابات لکھنے کہا۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے قلم لے کر برجستہ جوابات تحریر فرمایا:۔

وہ جوابات یہ ہیں:۔

(۱) وہ دونوں بھائی جو ایک دن کی پیدائش اور ایک دن کی وفات اور پھر ایک سو برس عمر میں چھوٹا اور ایک سو برس عمر میں بڑا، وہ دونوں بھائی حضرت عزیر اور عزیز تھے۔ ایک ہی روز جوڑوان پیدا ہوئے تھے اور دونوں کی وفات کا دن بھی ایک ہی تھا۔ لیکن درمیان میں حضرت عزیر کو خدا نے اپنی قدرتِ کاملہ دکھانے کے لئے پورے سو برس مارے رکھا۔ بعد سو برس کے پھر زندہ کیا۔ سو برس کے بعد زندہ ہوے تو اپنے گھر گئے کچھ دن زندہ رہنے کے بعد آپکی اور آپکے بھائی کی وفات ایک ہی روز ہوی۔ لہٰذا حضرت عزیر کی عمر ایک سو سال چھوٹی اور عزیز کی ایک سو سال بڑی ہوگئی۔

(۲) وہ زمین جس پر آفرینش عالم سے لے کر قیامت تک صرف ایک مرتبہ سورج کی شعاعیں پڑی تھیں وہ دریائے نیل کی تہ ہے کہ جہاں فرعون غرق ہوا تھا۔ اللہ کے حکم سے جب موسیٰؑ علیہ السلام معہ بنی اسرائیل کے سمندر پار ہونا چاہتے تھے تو موسیٰؑ کے معجزے سے دریا خشک ہوگیا۔ موسیٰ علیہ السلام مع بنی اسرائیل کے دریائے نیل پار ہوگئے اور فرعون غرق ہوگیا۔ اس دریا کی تہ پر سورج ایک مرتبہ ہی نکلا تھا۔

(۳) وہ قبر جس کا مُردہ بھی زندہ اور قبر بھی زندہ، وہ قبر جو اپنے مدفون کو سیر کراتی تھی وہ ایک مچھلی تھی، حضرت یونس علیہ السلام کو خدا کے حکم سے نگل گئی تھی اور حضرت یونسؑ اس مچھلی کے پیٹ میں زندہ رہے اور مچھلی آپ کو دریا کی سیر کراتی پھرتی تھی۔ مچھلی کے پیٹ سے باہر نکل کر آپ ایک عرصۂ دراز تک بقیدِ حیات رہے۔

مکتوب حضرت قطب ویلور قدس سرہ العزیز

مندرجۂ ذیل مکتوب زبدۃ العارفین الحاج الحافظ اعلیحضرت مولانا مولوی محی الدین سید شاہ عبد اللطیف قادری المشہور بہ حضرت قطب ویلور نے ایکسو ستر سال پیشتر اردو زبان میں جناب سوداگر خدا بخش صاحب ساکن سرونچہ ضلع اپر گوداوری کو مرقوم فرمایا تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پس از سلام مسنون اعزی خدا بخش صاحب سوداگر کو ظاہر ہووے، تمہارا مکتوب مرقومہ بست سوم ذی الحجہ ۱۲۸۵ھ کا پہنچا۔ اور دینی مسائل کا استفسار رہنے سے دل بہوت مسرور ہوا ع ایں کار دولت ست کنوں تا کرا رسد۔ معلوم ہوا کہ شریعت مطہرہ تمہارے دل میں قرار پکڑی ہے ع از کوزہ برون ہموں تراود کہ درو است کُلُّ اناءٍ یترشح بما فیہ فتوای ملفوفہ مرقوم بھی فقیر کا ہے جو سنہ ۱۲۶۸ ہجری میں لکھا تھا، لیکن وہ فتویٰ ناقص رہنے سے یک فتویٰ پورا ملفوف کیا ہوں اس سے مفصل احوال مع الاسناد معلوم ہووینگا۔

اول یہ بات جاننا ضروری ہے کہ دین ہمارا محمدی ہے، موسوی اور عیسوی وغیرہا نہیں۔ پھر یہ دین محمدی میں تہتر فرقے ہیں۔ ہمارا فرقہ سنت وجماعت کا ہے، خارجیہ، رافضیہ، جبریہ، معتزلہ، مرجیہ ظاہریہ، باطنیہ وغیرہا نہیں۔

پھر یہ فرقے میں سنت وجماعت کے چار مجتہد مستقل سے چار مذاہب رائج اور مشہور ہیں۔ حنفی، مالکی، شافعی حنبلی۔ یہ چاروں مذہب میں حق دائر ہے اور بے خطر اور اختلاف میں ان کے رحمت ہے۔ لقولہ علیہ السلام اختلاف العلماء رحمۃ

شیخ جلال الدین سیوطی جزیل المواہب میں فرماتے ہیں اعلم ان اختلاف المذاہب فی ہذہ الملۃ نعمۃٌ کبیرۃٌ فضیلۃٌ عظیمۃٌ ولہ سرٌّ لطیفٌ ادرکہ العالمون وعمی عنہ الجاہلون حتیٰ اسمعت لبعض الجہال یقول النبی صلی اللہ علیہ وسلم جاء لبشرعٍ واحدٍ فمن این مذاہبُ اربعۃٌ۔ انتہیٰ

پھر یہ چاروں مذاہب میں مجتہد فی المذاہب ہیں یا مقلد اور مذہب حنفیہ میں بھی یا مجتہد فی المذاہب ہیں جیسے ابی یوسف اور محمد اور طحاوی اور کرخی اور سرخسی اور بزدوی اور نسفی اور [illegible]

ابوالحسن قدوری اور صاحب ہدایہ برہان الدین مرغینانی
وغیرہم یا مقلد ہیں یعنے پیرو انہہ مجتہدوں کے جیسے ہم
حنفیہ۔ پھر یہ چار و مذہب مکہ مدینہ عرب عجم روم شام
مصر مغرب ایران توران ہند سند سواد اعظم میں جہاں
کے مشہور ہیں اور مقلد یعنے پیرو یہ چار مذہبوں کے
سیدھی راہ پر ہیں۔ بقولہ علیہ السلام علیکم بالسواد الاعظم
پھر جو احکام اجتہاد سے مجتہدوں کے نکلے ہیں بحکم
المجتہد یخطی ویصیب صواب خطا میں متردد ہیں۔
لیکن مجتہد مصیب کو دو اجر ہیں اور مخطی کو ایک
اجر ہے لقولہ علیہ السلام جُعل للمصیب اجرین
وللمخطی واحداً کذا فی التوضیح وغیرہ
من کتب الاصول اور امام ربانی شیخ احمد سرہندی
باوسیویں مکتوب میں جلد ثالث کے فرماتے ہیں' ہر
مجتہد چہ جائی اعتراض است کہ خطاء او را نیز یک درجہ
ثواب است و تقلید او گرچہ خطا کند موجب نجات
است' انتہیٰ۔ اعتراض ہے تو مقلد پر ہے۔ اس لئے
کہ قرآن و حدیث سے مسئلے نکالنا اور اجتہاد کرنا کام مجتہدوں
کا ہے' نہ مقلدوں کا۔ مقلد برخلاف اپنے مجتہدوں کے
قرآن و حدیث سے مسئلے نکالے اور اجتہاد کرے تو قطع
نظر خطا کے صواب میں بھی اس کو ثواب نہیں اور پیرو
کو اُس مقلد کے نجات بھی نہیں۔ مقلد اور پیرو اس
مقلد کا ہر دو عاصی ہیں۔ جیسا حکم کرنا کام عہدہ
داروں کا ہے۔ نہ سپاہیوں کا۔ سپاہی برخلاف اپنے
عہدہ داروں کے کچھ حکم کرے' یا دوسرا سپاہی اس
سپاہی کا پیرو ہووے تو سپاہی اور پیرو اس سپاہی
کا ہر دو تقصیر مند ہیں۔

اب جوابات تمہارے سوالوں کے لکھتا ہوں۔
تمہی پوچھے تھے کہ نذر مخلوق کی چار و اماموں کے
پاس جائز ہے یا نہیں ؟

جواب اس کا یہ ہے کہ نذر کی دو معنی ہیں '
ایک ایجاب لعبادت' دوسرا ہدیہ۔ غیاث اللغات
میں ہے نذر بفتح نون و سکون ذال معجمہ بیان آنچہ
برخود واجب گرداند' مثل روزہ و صدقہ برائے خدائے
تعالیٰ و طعام فاتحہ بزرگان و آنچہ از نقد و جنس پیش
امراء و سلاطین گذرانیدہ ملاقات کنند۔ انتہی۔

اگر نذر بمعنی ایجاب ہے تو بالاجماع یہہ نذر مخلوق
کو حرام ہے۔ مخلوق زندہ ہووے یا مردہ اور نذر نقد
ہووے یا جنس طعام ہووے یا شراب لان
النذر عبادۃ والعبادۃ لا یکون للمخلوق
قال صاحب فتاوی الخیریہ اجمعوا علی
حرمۃ نذر المخلوق۔

اگر مراد نذر سے ہدیہ ہووے تو مخلوق کو دینا
جائز ہے۔ چنانچہ امام ربانی شیخ سرہندی بعض مکتوب
میں اپنے لکھے ہیں' نذر شارسید' انتہیٰ۔

اور مولوی اسمٰعیل دہلوی باب دویم میں صراط المستقیم
کے لکھے ہیں' کہ در خوبی نذر و نیاز اموات شکی و شبہی

نیست‘ انتہی۔ اور مریدان پیروں کو اور نوکران
امیروں کو جو نذر دیتے ہیں‘ مراد اس سے ھدیہ ہے۔
نہ عبادت۔ پھر پوچھے تھے کہ مولوی اسمٰعیل دہلوی کو
اور مولوی حیدر علی رامپوری کو کس نے کافر بولے‘
اور مولوی اسمٰعیل ویلوری کو کوئی چور اور دغاباز کہے
تو اس کا کیا حکم؟

جواب اس کا یہ ہے کہ مولوی اسمٰعیل دہلوی
اور مولوی حیدر علی رامپوری دونو بڑے عالم تھے اور
سُنّی حنفی اور مجاہد تھے۔ ان کو بتاویل کوئی کافر
بولے تو گمراہ ہے اور بے تاویل کافر بولے تو بولنے والا
کافر ہو جاتا ہے۔

روافض بتاویل صحابۂ کرام کو اور خوارج بتاویل
اہل بیت عظام کو مرتد اور کافر کہتے ہیں۔ تاویل سے
بولنے سو بالاجماع یہ دونو گروہ گمراہ ہیں۔ نہ کافر۔
کذا فی العقائد الجلالیۃ لملا جلال الدین دوانی
شیخ الہند عبد الحق دہلوی تکمیل الایمان میں فرماتے
ہیں: درحدیث آمدہ ہست کہ ہر کہ دیگری را کافر گوید
اگر وی در نفس الامر کافر نبود قائل بالفعل کافر گردد
انتہی۔

اور محمد اسمٰعیل ویلوری طالب العلم اور مرد صالح اور
واعظ تھے اور اس فقیر کے ہات پر سلسلۂ قادریہ میں بیعت
کئے تھے۔ میں ان کو خوب جانتا ہوں۔ چور اور دغاباز
ان کو بولنا بے اصل بات ہے۔ یہ سب دُنیا سے
گذر گئے‘ انہیں پہ تہمت کرنا اور بدی سو یاد کرنا بڑا
گناہ ہے۔

پھر پوچھے تھے کہ حنفی بموجب حدیث ابوحمید
ساعدی کے ہات بکندھوں تک اٹھاتا ہے اس کا
کیا حکم ہے؟

جواب اس کا یہ ہے کہ حنفی مجتہد ہے تو حدیث
پر عمل کر سکتا ہے‘ مقلد ہے تو اس پہ تقلید اپنے اماموں
کی واجب ہے کذا فی کتب الاصول اور امام ربانی
شیخ احمد سرہندی مکتوب دویست و ہشتاد و ششم میں
جلد اول کے فرماتے ہیں: مقلد را نمی رسد کہ خلاف رای
مجتہد از کتاب و سنت اخذ احکام کند و بر آن عامل باشد
انتہی۔ اور مولوی اسمٰعیل دہلوی فصل اول میں مقدمہ
ایضاح کے مسئلۂ استنباط احکام میں لکھتے ہیں:۔
شرط ثانی آنکہ قایس[1] از مجتہدین باشد نہ از مقلدین
انتہی۔ اس صورت میں حنفی مقلد کو بجز تقلید مجتہدان
حنفیہ کے کچھ چارہ نہیں۔ شیخ الہند عبد الحق دہلوی حدیث
ابوحمید ساعدی کے شرح میں جو رأیتہ اِذا کَبَّرَ
جَعَلَ یَدَیْہِ حِذَاءَ مَنْکِبَیْہ آیا ہے۔
یہ لکھتے ہیں۔ دیدم آنحضرت[2] را چون تکبیر احرام می گفت
می گردانید‘ ہر دو دستِ خود را مقابل ہر دو دوش خود
و این مذہب شافعی ہست‘ و نزد ما مقابل نرمۂ ہر دو
گوش دارند‘ و این نیز در احادیث آمدہ و در بعضی

[1] قیاس کرنے والا یعنے مجتہد ۱۲

روایات تا بالاہائی گوش نیز آمدہ ۔

وامام ابوحنیفہ متوسط را اختیار کردہ وامام شافعی در تطبیق این روایات گفتند کہ کفہای دست مقابل دوش بود وسر انگشتان برابر گوش وسر انگشتان دیگر تا بالائے گوش ، وتواند کہ در اوقات مختلفہ ہر یکی بوقوع آمدہ باشد واللہ اعلم ، انتہی ۔

پھر پوچھے تھے کہ تشہد میں انگشت اٹھانے کا حکم ہے ؟

جواب اسکا یہ ہے کہ انگشت اٹھانے کے مقدمے ... احادیث صحیح آئے ہیں ۔ مگر صحیح بخاری میں اس کا ذکر نہیں ۔ امام الائمہ امام اعظم اور صاحبین اور مالکیہ اور شافعیہ اور حنابلہ سب کے سب اٹھانے پر گئے ہیں اور علماء ماوراء النہرین اٹھانے پر گئے ۔

غرض یہ مسئلے میں خلاف ہے اور فتوے بھی مختلف ، تفصیل اس مسئلہ کے میں فصل الخطاب میں بڑی تفصیل سو لکھا ہوں ۔ یہ کتاب عنقریب چھپنے والی ہے ۔ پس آدمی انگلی اٹھانے نہیں اٹھانے میں مختار ہے ۔ جھگڑا اس لئے ۔

فقیر ایک کم اسی کو پہنچا اور لب گور بیٹھا ہے پھر حکم یک انار و صد بیمار ، اور یک سر ہزار سودا کا رکھتا ہے ۔ فرصت مسائل کو تفحص کرنے کی کم ملتے ہیں ، ولیکن دل میں بہت باتاں ہیں قلم ترجمانی سے اسی کے مقصر ہے ۔ ؎

عمر بگذشت وحدیث درد من آخر نشد
شب بآخر شد کنوں کوتہ کنم افسانہ را

میرے تئیں تم دوستوں سے فراموش نا سمجھنا

المرءُ مع من احبّہ حدیث متفق علیہ ہے ۔ حق جل مجدہ سب مسلمانوں کو توفیق دیوے تا مذہب حقہ پر سنت وجماعت کے قائم رہیں ۔ افراط وتفریط سے اور دنیاء دنیہ فانیہ کے فریب سے بچیں ۔ اور کچھ بو اپنی محبت وجمعیت باقیہ کی اپنی مشام میں لاویں اور تذکر موت اور احوال آخرت پیش نظر رکھیں ۔ ؎

کار این است غیر ایں ہمہ ہیچ
زیادہ حق باشما باد

مرقوم دوازدہم محرم
روز یکشنبہ سنہ ۱۳۸۶ ہجری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نغماتِ سرمدی

تقدس مآب اعلیحضرت مولانا مولوی ابو النصر قطب الدین

سید شاہ محمد باقر قبلہ قادری مدظلہ العالی کی رسم سجادہ نشینی کی تقریب ۲۲ صفر المظفر سنہ ۱۳۸۸ھ م ۷ ستمبر ۱۹۵۸ء

بروز یکشنبہ دار العلوم لطیفیہ مکان حضرت قطب ویلور قدس سرہ العزیز کے وسیع و عریض میدان میں منعقد ہوئی تھی جس میں دکن کے تقریباً جمیع سلاسل کے سجادگان، مشائخ عظام، علماء کرام اور بزرگانِ ملت خصوصی طور پر مدعو تھے۔

اس پُرکیف روح پرور مجلس میں آپ کی خدمتِ عالیہ میں

سپاس نامہ اور تہنیت نامے

پیش کئے گئے۔ جناب مولانا حافظ محمد زکریا صاحب ایجوٹی (آندھرا) نے اس موقع پر نغمۂ انبساط پیش کیا تھا جس کو انبساطِ قارئین کے لئے پیش کیا جا رہا ہے۔

تقریبِ جشنِ سجادہ نشینی

محترم المقام، امید گاہِ انام، سجادۂ فرخ و فرجام
مظہر والاکرام، نبیرۂ اقطابِ عظام، خورشیدِ برجِ حمل
سبطِ نبیِّ مرسل، طرۂ دستارِ ازل، ھادیِ اقوام و ملل
ساقیِ چشمۂ عرفان، چمن آرائے حضرت مکاں، ساکنِ شہرِ
کہکشاں، مینارۂ عزم جواں، گل خوش رنگ چمنِ قطب اللہ
و قطب زمن، صدر نشینِ بزمِ دکن، محبوبِ ربِ ذوالمنن
عالم نبض کائنات، سید السادات ابوالنصر قطب الدین
سید شاہ محمد باقر صاحب قادری نقوی ویلوری
مدظلہ العالی ما دامت الایام واللیالی، سجادہ نشین
خانقاہِ قطبِ عالی قدس اللہ سرہٗ۔

عزیزانِ ملت، و نوجوانِ ملت! ہم جس دیس کے باشی ہیں، اس کی سیاسی علمی و عرفانی حیثیت تاریخ کے ہر دور میں گوناگوں خصوصیات اور شاندار روایات کی حامل رہی ہے۔ خطۂ جنوب کئی صدیوں تک تصوف کا جنم بھوم اور سنگم رہا ہے۔ یہاں اقطاب بھی گذرے، اوتاد بھی، صلحاء بھی گذرے، اولیاء بھی، محدث بھی پیدا ہوئے، فقیہ بھی، منطقی بھی پیدا ہوئے اور فلسفی بھی۔ شاعروں نے بھی جنم لیا، اور ادیبوں نے بھی۔ غرض یہ جنوب ان گلہائے رنگا رنگ کا مجموعہ و گلدستہ ہے جس کی نیم مدہوش کن خوشبو سے فضائے کائنات معطر ہو گئی۔ حقیقت تو یہ ہے کہ جنوب کے حدود اربعہ تاریخ کی روشنی میں بقعۂ نور نظر آتے ہیں۔ تسخیر دکن کے بعد جنوب میں مئے عرفان کے جو لبالب پیمانے چھلکے اور خم کے خم لنڈھائے گئے، آج بھی اس کے ذرے ذرے سے بوئے مئے عرفان تو کیا اگر ان ذروں کو نچوڑا جائے تو شرابِ عرفان کے وہ دریا بہیں گے جن سے ایک عالم سیراب ہو سکتا ہے۔

جب عرفان نے خمخانۂ جنوب میں رندانِ بلانوش کو کچھ کچھ بھرے ہوئے دیکھا تو ہمیشہ کے لئے اس کو اپنا مسکن قرار دے لیا، اور خیمے نصب کر دیا۔

دکن میں عرفان کے مراکز کا وجود جس قدر کہ پایا جاتا ہے ان میں بہت کم ایسے ملیں گے جنہیں حیاتِ دوام نصیب ہوئی۔ سرزمین گلبرگہ کو تسخیر دکن کے محرک حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز قدس سرہٗ نے عرفان کی لافانی دولت سے معمور اور مئے توحید سے مخمور کر دیا۔ سرزمین کڈپہ راچوٹی جو اپنے جلو میں عرفان کی ایک زبردست تاریخ لئے ہوئے ہے یہ بھی ایک ناقابلِ فراموش حقیقت ہے۔ آرکاٹ جہاں پر تین سو ساٹھ خانقاہیں ہیں آباد تھیں مگر افسوس کہ یہ خانقاہیں انقلاب زمانہ کے زد میں اس بری طرح آ رہیں کہ چند ہی صدیوں اور پشتوں کے بعد ان پر ادبار و تنزل کی گھٹائیں چھانے اور منڈلانے لگیں جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ اکثر خانقاہیں اجڑ گئیں، بعض تو غیر آباد ہو گئیں مختصر یہ کہ آج یہ انقلاب زمانہ کی تاریخی یادگار ہیں

بنی ہوئیں انقلاب زمانہ کی جفا کارانہ روایتوں کو دہرائے اور آیت وتلك الایام نداولها بین الناس کی تکرار کئے جا رہی ہیں اور بیچاری تاریخ ان کی کتابِ زندگی کے منتشر اوراق لئے خاک بسر کو بہ سرگرداں و حیراں پھر رہی ہے۔

محترم نور و سرور حضرت قطب ویلور! ہم بخوبی جانتے ہیں کہ آپ کا خانوادۂ عالیہ دوسو اٹھہتر سال سے برابر سرزمین ویلور میں مئے عرفان بقدر ذوق و بقدر ظرف مستاں تقسیم کرتا ہوا آرہا ہے۔ اس خانوادہ کی ابتدائی کڑیاں ہندوستان کے مختلف مقامات میں احیائے دینِ حق کی اشاعت کرتی رہی ہیں۔ بالخصوص اس خاندان کے مورثِ اعلیٰ سید عبداللطیف نقوی قادری قدس سرہٗ کی عارفانہ زندگی سے ویلور بقعۂ نور بن گیا۔ اور آپ سے ایک ایسا سلسلہ چل پڑا جسکی نظیر تاریخ ہند پیش کرنے سے قاصر ہے۔ حضرت قربی، حضرت ذوقی اور حضرت محوی رضی اللہ عنہم نے تجدید و اقامتِ دین کا جو ڈنکا سرزمین ویلور میں بجایا فرمایا، اور ملّتِ اسلامیہ کے لئے نظام کفر و شرک کا مقابلہ جس نہج سے کیا تھا وہ تاریخ ہند کا ایک زریں باب ہے جو تاریخ میں نمایاں و قابلِ قدر اضافہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ جب ہم ایک قدم اور آگے بڑھاتے ہیں تو حضرت قطب ویلور رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ تجدید کی انقلاب انگیز سیاسی، تبلیغی، علمی و عرفانی زندگی کے مختلف رخ نظر آتے ہیں۔ آپ نے اپنے آبا و اجداد کرام کے قائم کردہ مشن کو اپنی جوالا مزاجی و جواں ہمتی سے نہ صرف چلایا بلکہ اس کو اس قدر آگے بڑھادیا کہ چند ہی دنوں میں اس کا شہرہ کوہ ہمالہ سے لیکر راس کماری تک، ہند سے لیکر عرب وچین، مصر و روما تک ہوگیا تھا۔ اشاعتِ علم دین، حفاظت ایمان اور تعمیر ملت کی سرگرم جد و جہد، وہ بنیادی خدمت اور وہ اساس محکم ہے۔ جن پہ ہم اور نسلیں فخر کریں گے، اور ایک مورخ کا قلم حقائق رقم ان مجددانہ کارناموں کو ضبطِ تحریر میں لانے کے لئے کس قدر بے تاب ہوگا۔ حضرت قطب ویلور قدس سرہٗ کی زندگی جیسا کہ بعض تنگ نظر ملاؤں کا خیال ہے کہ خانقاہ ہی کے گرد گھوما کرتی تھی غلط اور سراسر غلط ہے۔

حضرت قطب ویلور قدس سرہٗ ان لوگوں میں سے نہیں تھے جنکی آواز خانقاہ کی چار دیواری ہی کے گرد چکر کاٹ کر رہ جاتی ہو۔ بلکہ آپ کی زندگی بیک وقت کئی حیثیتوں کی حامل تھی۔ آپ صوفی بھی تھے، زاہد و عابد بھی، مبلغ بھی تھے، معلم بھی سیاست دان بھی تھے مجسمۂ رافت و رحمت بھی۔ ایک زبردست مصنف بھی تھے اور خلق محمدی کے دیوانہ و شیفتہ بھی تھے۔ بیک وقت آپ میں ساری خصوصیتیں جمع ہوگئیں تھیں۔ بالفاظ دیگر آپ خلق سے واصل، اور حق میں فنا ہو چکے تھے۔ اس کا سب سے بڑا

ثبوت یہ کہ آپ نے آبا و اجداد کے رُوحانی راج کو، وہ ارتقائے حیات بخشی کہ انسان کا ایک اعلیٰ اور بالا ہستی سے ربط قائم ہوگیا۔ یہ ایسی ذمہ داری تھی جو انسانی صلاحیت اور اُخروی سعادت کو خراج تحسین پیش کرتی اور اسلامی قومیت کے مفہوم کو ایک بلند کردار و اعلیٰ مقام عطا کرتی ہے۔ تبلیغ حق کے مرحلہ سے کون آدمی ایسا ہے جو واقف نہ ہو۔ درحقیقت یہ دار و رسن اور قید و بند کا مرحلہ ہوتا ہے، اس مرحلہ پر بہت ساری زندۂ جاوید ہستیاں گذر چکی ہیں۔ تاریخ تجدید جو مجدد الف ثانی سرہندیؒ کے بعد بھی تشنۂ تکمیل نظر آئی تھی حضرت قطبؒ ویلور قدس سرہٗ کے مجددانہ کارناموں سے تاریخ کا یہ خلاء بھی پُر ہوگیا۔ اگر دعوت حق کی پاداش میں حضرت مجدد الف ثانی کو قلعۂ گوالیار میں محبوس کر دیا گیا تھا تو حضرت قطبؒ ویلور قدس سرہٗ کو چند شر پسندوں کی ایما پر چیتور جیل میں نظر بند کر دیا گیا۔ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ انگریزی تفوق علاقۂ کرناٹک میں والاجاہ کی ناز برداریوں سے روز بروز جڑ پکڑتا جا رہا تھا۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ خود والاجاہ کی زندگی خطرہ میں پڑ گئی اور انگریز تجارت کے مرحلہ سے گذر کر تخت و تاج کے مالک بن گئے۔ عمدۃ الامراء کے بعد میدان پوری طرح انگریزوں کے ہاتھ آگیا۔ اور پھر جب لارڈ ویلزلی نے عظیم الدولہ کو چند شرائط پر آرکاٹ کا حکمراں بنایا تو سلطنت والاجاہی پر کمپنی کا علانیہ قبضہ ہوگیا۔ مختصر یہ کہ سلطنت والاجاہی کی خونیں داستان اور اسکی بھیانک تصویریں جا بجا آویزاں نظر آتی تھیں اور انگریز منافرت پھیلانے اور اسلام کو بھیانک شکل میں پیش کرنے کی برابر کوشش کر رہے تھے۔ ۱۲۲۰ھ اور اس کے بعد کا زمانہ مسلمانان کرناٹک کے لئے عجیب دورِ ابتلا و دورِ کشمکش ثابت ہوا اور ان کے انفرادی و اجتماعی مسائل کا شیرازہ بکھر گیا، اور زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہ رہا جس کو سامراجیت کے نشتر نے مجروح نہ کر دیا ہو۔ ہر صیغۂ علم میں غیر دلچسپی کا وحشت ناک منظر دکھائی دے رہا تھا۔ انگریزوں کی سیاسی غلامی کی لعنت نے مسلمانوں کے ناک میں دم کر رکھا تھا جس سے ان کے مذہب و ملّت کی حفاظت خطرہ میں پڑ چکی تھی، اخلاقی بلندیاں پستیوں کی بھینٹ چڑھ چکی تھیں۔ غرض یہ کہ ان کی ہر چیز پہ زوال آچکا تھا۔ حضرت قطبؒ ویلور قدس سرہٗ اپنے وطن عزیز کی تباہ حالی اپنے آنکھوں سے دیکھ رہے تھے، سلطنت والاجاہی پہ یورشِ یورپ کی خونیں داستاں کے واقعات نہ صرف دیکھ رہے تھے بلکہ اسی کی خراشیں اور چبھن اپنے دل میں محسوس کر رہے تھے۔

قومی دَرد نے آپ کو مجبور کر دیا کہ آپ وطن برادری کے لئے کوئی ٹھوس اقدام فرمائیں۔ چنانچہ آپ نے اسوقت مسلمانوں کے ماؤف ذہنوں کو اس قدر جھنجوڑا کہ ان میں ایک صحیح احساس اور ایک نیا شعورِ حیات جاگ اٹھا۔ افسوس کہ حضرت قطبؒ ویلور قدس سرہٗ کی سیاسی تحریک کے بہت سارے روشن پہلو جو پردۂ خفا میں تھے ذکر سے رہ گئے آپ کے وہ فرمانات جو مختلف نوابوں، راجاؤں، اور

عیسائی پادریوں، کے نام تھے ان کا تذکرہ نہ ہو سکا۔

سروح و زندگی اقطاب ما! آپ کے جد امجد شمس العلماء الحاج رکن الدین سید شاہ محمد قبلہ قادری قدس سرہٗ نے جب قوم میں جہالت و بے علمی کو عام ہوتے ہوئے دیکھا تو اپنے آبا و اجداد کی روشن کردہ شمع علم کی لَو کو اور بڑھا دی، گویا آپ نے **دار العلوم لطیفیہ** کی پختہ بنیاد ڈال کر دار العلوم کو حقیقی معنوں میں دار العلوم بنا دیا۔ دار العلوم درحقیقت آپ کے آبا و اجداد کی تعلیمی جد و جہد کا تکملہ کہئے یا نتیجہ تھا جسکو آپ کے والد بزرگوار سید شاہ **عبد اللطیف قادری** قبلہ قدس سرہ اور آپ کے بڑے بھائی **ابو الفتح سلطان محی الدین سید شاہ عبد القادر قادری نقوی** دیلوری رحمۃ اللہ علیہم نے اپنی مساعیٔ جمیلہ سے لطیفیہ کو زندۂ جاوید بنا دیا۔

محترم شمع حضرت مکان جنت نشان! ابھی ابھی ہم جس خطۂ پاک کا تذکرہ کر آئے ہیں، یہ کوئی افسانہ نہ تھا، بلکہ ایک زندہ حقیقت تھی، جس کی ہر رگ رگ میں واقعیت و صداقت کا خون رواں دواں ہے۔ ہم بخوبی جانتے ہیں کہ یہ وہ خاکِ پاک ہے جہاں ابرِ بہار بصد ناز و احترام خرام کرتی ہے۔ یہی وہ خاک پاک ہے جہاں فرشتے بھی آہستہ آہستہ قدم رکھا کرتے ہیں کیونکہ یہاں قوم و ملک کی امانتیں استراحت فرما ہیں۔ یہی وہ خاکِ گہربار ہے جس پر حضرت **قربی**، حضرت **ذوقی**، حضرت **محوی** حضرت **قطب ویلور** قدس اسرارہم اور آپ کے دیگر آباؤ واجداد رہا کرتے تھے، یہی وہ خاک پاک ہے، جہاں شاہان ہند کی گردنیں بصد نیاز خم ہو جاتی تھیں۔ یہی وہ اقطاب عظام تھے جن کے دامن تقدس مآب میں فرشتے پناہ گزیں ہونے کو سعادت دارین خیال کرتے تھے۔ آپ انہیں اقطاب کی شمع محفل ہو جن کی روشنی سے فرشتے نور و سرور حاصل کرتے تھے اور ہماری دُعا ہے کہ ع

ہمچوں بدر تابندہ بادا آں شمع اقطاب دکن

مُعزز سجادہ خانقاہ حضرت قطب ویلور!

آج آپ کو یہ ساعت رنگیں اور یہ تقریب دلپذیر مُبارک ہو! آج آپ اقطاب عظام کی اس کرسیٔ صدارت و رشد و ہدایت پر جلوہ گر ہیں، جسے یہ چرخ گردوں نہایت ہی نگاہِ رشک سے دیکھا اور تاکا کرتا تھا اور چاہتا تھا کہ اسے یہ سعادت ملجائے، مگر ہر ایک کو یہ شرف کہاں حاصل ہوتا ہے اگر چرخ اسی خیالِ خام میں اپنی عمر صرف کردے یہ شرف اس کو کبھی نہ مل سکیگا۔ کیونکہ ؎

این سعادت بزور بازو نیست ؛ تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

ہمیں اُمید ہے کہ ؎ شب گریزاں ہو گئی آخر جلوۂ خورشید سے
یہ چمن مخمور ہوگا نغمۂ توحید سے

اسکے بعد ہم اتنا کہنے کی اور جرأت کرینگے ؎

نگہ بلند سخن دلنواز جاں پرسوز ؛ یہی ہے رختِ سفر میر کارواں کیلئے

اے کہ ترے وجود سے سارے دکن کو برتری
رونق صد حیات ہے دورِ حیات باقری
میں کیا مری بساط کیا تجھ پہ نثار جان و دل
ادنیٰ ترین غلام ہے تیرا ادیب خاوری

گزارندہ
حافظ محمد زکریا ادیب خاوری
رحمانی

تہنیت نامۂ میمنت شمامہ

بتقریبِ سجّادہ نشینیٔ

گرامی قدر فیض درجت تقدس مآب فضیلت انتساب سیادت پناہ معرفت دستگاہ حقیقت آگاہ

سیدنا و مرشدنا و مولانا مولوی ابوالنصر قطب الدین سید شاہ محمد باقر صاحب

قبلہ قادری سجادۂ خانقاہِ حضرت قطبِ ویلور قدس اللہ سرہٗ دامت برکاتہم و فیضانہم

خوش آمدید اے جانشینِ خانقاہِ قادری!
خوش آمدہ، خوش آمدہ دورِ جلالِ باقری!

آتی ہے روح القدس کی وقتِ سحر سے یہ ندا | خوش آمدہ خوش آمدہ اے رحمتِ ربّ العلیٰ
خوش آمدید اے ہم نشینانِ جلوسِ مصطفیٰؐ | خوش آمدید اے مجلسِ ارواحِ اربابِ صفا

خوش آمدید اے شانِ عیدِ خانقاہِ قادری
خوش آمدہ خوش آمدہ دورِ جلالِ باقری!

صد آفریں اے منظرِ روئے زمین و آسماں | یہ شورش و ہنگامۂ حور و ملائک الاماں
یہ نغمہ ہائے جانفزائے عندلیبانِ جناں | اہلِ عقیدت کے لئے ضبطِ جنوں کا امتحاں

خوش آمدید اے فرحتِ بوئے نسیمِ عنبری
خوش آمدہ خوش آمدہ دورِ جلالِ باقری

جاگ اے شعورِ دیدۂ مانوسِ انوارِ حجاب | جاگ اے شعارِ زندگی، جاگ اے جبینِ اضطراب
اک جلوۂ تابندہ رو اب ہو رہا ہے بے نقاب | از مشرقِ سجادۂ عالی مثالِ آفتاب

خوش آمدید اے رونق و رنگِ فضائے انوری
خوش آمدہ خوش آمدہ دورِ جلالِ باقری

تو جانشینِ مسندِ اقطابِ دوراں بالیقیں | قربی و ذوقی، محوی و عبداللطیف رکنِ دیں

صد آفریں اے شوکت وشانِ عروجِ قطبِ دیں | برنقشِ پائے قطبِ ما سلطان و شاہ ومحی دیں

خوش آمدید اے جانشینِ خانقاہِ قادری
خوش آمدہ خوش آمدہ دورِ جلالِ باقری

یہ مسندِ اعلیٰ شرف ہے جلوہ گاہِ روز وشب | ابدال و اوتادِ زماں کے واسطے جائے ادب
ہیں جانشینِ باصفا اب قطبِ دیں عالی نسب | منت کشِ تعریف ہو سکتا نہیں انکا لقب

ہے اس لقب میں ہی نہاں رازِ مقامِ برتری
خوش آمدہ خوش آمدہ دورِ جلالِ باقری

خوش آمدید اے واقفِ اسرارِ ذاتِ اکبری | خوش آمدید اے قرۃ العین رسولِ آخری
خوش آمدید اے مرکزِ اوصافِ خلق وبرتری | خوش آمدید اے ہاشمی۔ اے یادگارِ حیدری

خوش آمدید اے مظہرِ انوارِ شمس سروری
خوش آمدہ خوش آمدہ دورِ جلالِ باقری

قرآں سہی یا معنئ اسرارِ اثبات ونفی | ترکِ وجود بے خودی۔ دیگر رموزِ بندگی
اشغال واعمالِ بقا اذکارِ جہری یا خفی | اس مردِ کامل کیلئے مثلِ زبانِ مادری

خوش آمدید اے کاشفِ اسرارِ ذاتِ اکبری
خوش آمدہ خوش آمدہ دورِ جلالِ باقری

سید شہ حیدر ولی اللہ ظلِ اکبری | رشکِ ملک بوصالح شاہ سید احمد قادری
یکسو جمالِ ناصری یکسو کمالِ طاہری | گمراہِ دیں کے واسطے یہ ہیں نشانِ رہبری

یہ مرشدِ مسند نشیں کے صاحبانِ یاوری
خوش آمدہ خوش آمدہ دورِ جلالِ باقری

جاہ وجلالِ مسندِ اقطابِ دوراں زندہ باد | یہ نورِ قدسی تا قیامت روز وشب تابندہ باد
اے آستانِ رہنمائے طالباں پائندہ باد | روئے جبینانِ عقیدت دائما فرخندہ باد

ہو سرمۂ چشمِ عقیدت خاکپائے اطہری
خوش آمدہ خوش آمدہ دورِ جلالِ باقری

کاملی تجھے گر نسخہ جاتِ کیمیا سے کام ہو | تو اس خیالِ خام میں بیکار صبح و شام ہو
قسمت بدلنا ہے اگر تو بے نیازِ نام ہو | اس خانقاہِ قادری کا بندۂ بے دام ہو

کاملی سنِ تقریب ہو اک نعرۂ جوش آوری
صد آفریں صد مرحبا دورِ جمالِ باقری
۱۳ ——— ھ ——— ۷۸

نذر گذار:۔ عاصی پُر معاصی شیخ عبد الرحیم کاملی قادری ویلور ضلع شمالی ارکاٹ

بقیہ صفحہ ۲

استاذ محترم! میں نے تحریر بہت طویل کر دی ہے مگر اس طولان کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے اور آپ کی جماعت کے علم میں یہ باتیں آجائیں۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خادم المسلمین
عبد الحمید بن عبد المجید

۲۲ ر ایلول سنہ ۱۳۲۹ھ

ایک نیا انکشاف

پیشکش :-

افضل العلماء مولانا مولوی ابو المکارم سید مصطفی حسین صاحب
بخاری کڈپوی استاذ دار العلوم لطیفیہ مکان حضرت
قطب ویلور قدس سرہ۔

مذکورہ عنوان سے مولانا قاضی اطہر مبارکپوری صاحب کا ایک مضمون ہفتہ وار الجمعیۃ، مورخہ ۸ ارمئی ۱۹۷۳ء کو شائع ہوا تھا جس میں آپ لکھتے ہیں " چند سال پہلے جب اسرائیل نے عرب مقبوضات پر جنگ کے ذریعہ قبضہ کیا تو مفتی امین الحسینی نے اعتراف کیا کہ سلطنت عثمانیہ کے خاتمہ اور اس کی مخالفت کے نتیجہ میں ہمیں یہ منحوس دن دیکھنا پڑا۔ اور اب یہ بات کھل کر سامنے آگئی ہے۔ اور عرب ممالک میں اس کا احساس عام طور پر ہونے لگا ہے۔ چنانچہ شام کے ایک مشہور اہل علم و قلم استاذ سعید الافغانی نے کویت کے " مجلۃ العربی" شوال ۱۳۹۲ھ میں ایک طویل مضمون سلطان عبد الحمید کی معزولی کے اسباب پر لکھا ہے، جس میں انہوں نے سلطان کی ایک تحریر کا جو ترکی زبان میں ہے عکسی فوٹو چھاپ کر عربی میں اس کا مستند ترجمہ کیا ہے۔ اور دوسرے شواہد و دلائل سے ثابت کیا ہے کہ سلطنت عثمانیہ کا زوال سلطان عبد الحمید کی معزولی اور اسرائیل کا قیام سب ایک ہی سلسلہ کی کڑیاں ہیں اور اسرائیلی حکومت کے قیام کے لئے یہ سب کچھ کیا گیا۔ سلطان پر زور ڈالا گیا کہ وہ فلسطین میں وطن یہود بنائیں اور جب انہوں نے انکار کیا تو یہودیوں نے " انجمن اتحاد و ترقی " کے ذریعہ ان کو معزول کرنے کی کوشش کی جس میں ان کو کامیابی حاصل ہوئی۔ اور اس میں فرانس، برطانیہ اور روس نے کام کیا۔ یہ مضمون بہت طویل اور معلوماتی ہے۔ ہم اس سے صرف سلطان عبد الحمید مرحوم کا وہ خط نقل کرتے ہیں جسے انہوں نے معزولی کے بعد اپنے مرشد کے نام لکھا تھا۔ اس سے معلوم ہوگا کہ " انجمن اتحاد و ترقی " نے آزادی، انصاف اور مساوات کے نام پر پوری دنیا میں جو دھوم مچائی تھی اور سلطان کو ظالم، سفاک اور نادان ثابت کرنے کے لئے اتحادی طاقتوں کی مدد سے پوری دنیا میں جو پروپگنڈہ کیا تھا اس کی اصلی حقیقت کیا تھی ...... معزولی کے بعد سلطان نے ان کے بعض مریدوں کے ذریعہ ان کو یہ خط بھیجا تھا جو سلطنت عثمانیہ کے زوال کا آئینہ دار ہے۔ یہ شیخ کے خاندان میں محفوظ تھا .... ذاتی خط کی حیثیت سے شیخ کے متروکات میں پڑا رہا۔ اور اب سعید الافغانی نے کوشش کر اکر اسے حاصل کیا ہے اور اس کا اصل فوٹو جو سلطان کے ہاتھ کی تحریر کا عکس ہے شائع کر کے اسی کے ساتھ اس کا عربی ترجمہ شائع کیا ہے۔ آپ اس کا اردو ترجمہ مطالعہ کریں : ـــ

یا ھو

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین و افضل الصلوات و
اتم التسلیم علیٰ سیدنا محمد رسول رب العالمین و علیٰ آلہ و اصحابہ اجمعین۔ و التابعین الیٰ یوم الدین میں بہ عو لعیہ طریقہ

شاذلیہ عالیہ کے شیخ عصر محمود آفندی ابو الشامات
کے نام لکھتا ہوں۔

ادب و احترام بجا لانے کے بعد عرض ہے کہ مجھے
آپکا گرامی نامہ مورخہ ۲۲ مئی ملا۔ اور آپ کی صحت و
سلامتی معلوم کرکے اللہ کا شکر ادا کیا۔ میں اللہ تعالیٰ
کی توفیق سے اورادِ شاذلیہ پر رات دن مداومت
کرتا ہوں اور ہمیشہ آپ کی دلی دعاؤں کا محتاج
ہوں۔ اس کے بعد آپ اور آپ جیسے عقلِ سلیم
صاحبِ فہم و فراست کے سامنے اہم مسئلے کی حقیقۃ
کو پیش کرکے اس قضیہ کو تاریخ کے حوالہ کرتا ہوں۔

میں نے خلافتِ اسلامیہ کو اس لئے چھوڑا
کہ "جمعیت اتحاد و ترقی" جو کہ "جوان ترک"
کے نام سے موسوم ہے اس کے ذمہ دار اراکین نے
مجھے انتہا درجے تنگ کر دیا اور دھمکی دی جس سے
ترکِ خلافت پر مجبور ہو گیا۔ ان اتحادیوں نے بیحد
اصرار کیا اور مجھ پر بے پناہ دباؤ ڈالا کہ میں ارض
مقدسہ فلسطین میں یہودیوں کے لئے قومی وطن
کی اسکیم کی تصدیق کر دوں۔ مگر ان کے بے پناہ دباؤ
اور اصرار کے باوجود میں نے قطعی طور سے اس تجویز
کو قبول نہیں کیا۔ حتیٰ کہ انہوں نے آخر میں ڈیڑھ سو
کروڑ انگریزی سکّہ کی پیشکش کی۔ مگر میں نے
فلسطین کو وطنِ یہود بنانے سے قطعاً انکار کر دیا
اور ان کو یہ جواب دیا کہ یہ ڈیڑھ سو کروڑ انگریزی
سکّہ کی کیا بات ہے اگر تم روئے زمین بھر سونا مجھے
دیدو، تب بھی میں تمہاری اس پیشکش کو قبول نہیں
کر سکتا۔ میں نے تیس سال سے زائد تک ملتِ اسلامیہ
اور امتِ محمدیہ کی خدمت کی ہے۔ اب میں یہ پیشکش
قبول کرکے اپنے مسلمان باپ دادا سلطانِ عثمانیہ کے
نامۂ اعمال کو سیاہ نہیں کر سکتا۔ اس لئے تمہاری یہ
پیشکش مجھے قطعاً نامنظور ہے۔

میری طرف سے یہ قطعی جواب کے بعد جمعیت اتحاد
و ترقی (جوان ترک) والوں نے میری معزولی پر
اتفاق کر لیا اور مجھے خبر دی کہ وہ مجھے مقام "سلانیک"
میں جلاوطن کر دینگے۔ میں نے جلاوطنی اور معزولی
قبول کر لی، مگر فلسطین میں وطن یہود کی تجویز قبول
نہیں کی اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ میں نے قبول
نہیں کیا کہ دولتِ عثمانیہ اور عالمِ اسلام کو اس ننگ و
عار سے ملوث کروں اور ارض مقدس فلسطین کو
یہودیوں کے حوالہ کرکے اُسے وطن یہود بنا دوں۔
اسکے بعد جو کچھ ہونا تھا ہوا اور میں بار بار اللہ تعالیٰ
کا شکر ادا کرتا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ میں نے جو کچھ لکھا
ہے اس اہم موضوع پر روشنی ڈالنے کے لئے کافی ہے۔
اور اسی پر اپنا خط ختم کرتا ہوں۔

آپ کے مبارک ہاتھوں کو بوسہ دیتا ہوں اور
اُمید کرتا ہوں کہ میرا اسلام تمام بھائیوں اور دوستوں
تک پہنچا دیں گے۔

بقیہ بر صفحہ ۲۵

عقیدتہائے کاظم

جناب کاظم حسین شاکر
بی اے بی ایڈ مدراس

هر کہ را انجا مدح خواں دیدم / در ثنائے تو خوش بیاں دیدم
آنچہ امروز من چناں دیدم / لطفِ اقطاب ایں جہاں دیدم
گنجِ علم است ایں لطیفیہ / جوئے رحمت درو رواں دیدم
ایں سخن گر مبالغہ نہ شود / بر زمیں ہم یک آسماں دیدم
تیز ہر گام رخت کش می رفت / بر رہِ راست کارواں دیدم
میکش و ساقی و ایاغ و مئے / ہر چہ دیدم ازاں جواں دیدم
ایں مقامِ بزرگ پندارم / آمدند زو صد عالماں دیدم
گفت ہر یک دہن حکایتِ تو / داستانے بہر زباں دیدم
سیلِ محنت بکام می پوشد / بار آوردہ بوستاں دیدم
مثلِ شاہ اند بزرگانِ مکاں / خاکسارئ آں شہاں دیدم
جامِ عرفاں بنوش و فیض بیاب / ساقئ ما چوں مہرباں دیدم
بر سرِ آستانۂ اقطاب / بندگاں راز مستعاں دیدم
تا ابد زی ز شوکتِ ابدی / سنگِ بنیاد دیرماں دیدم

شعر ہائے عقیدت کاظم
باعثِ فیضِ حضرتاں دیدم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

ہدیۂ تشکر

لطیفیہ لطیفیہ ہے آخر
یہاں کی روشنی آفاق تک ہے

ترقی پر وہ پایا جا رہا ہے
چراغ ایسا جلایا جا رہا ہے

شکر و احسان اُس خدائے عظیم کا ہے جس نے ہمیں عدم کی گہرائیوں سے نکال کر وجود کی دولت سے ہمکنار کیا اور زندگی کے لوازمات سے سرفراز فرمایا، صدہا درود و سلام اس شانِ رسالت فخر نبوت حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر کہ جنہوں نے تمام مخلوق کی رشد و ہدایت اور رہنمائی فرمائی۔

حاضرین کرام! یہی وہ دار العلوم اور عظیم خانقاہ ہے جو تین سو سال سے خطۂ جنوب میں اپنی علمی و عرفانی شمع فروزاں کئے ہوئے ہے۔ اسی درسگاہ کی نورانی کرنیں گمراہ انسانیت کو منزلِ مقصود کی طرف رہنمائی کر رہی ہیں در اصل اسکی بنیاد حضراتِ اقطاب ویلور قدس اللہ اسرارہم کے جدِّ اعلیٰ مرشدنا و مولانا حضرت سید شاہ عبد اللطیف قادری بیجاپوری قدس سرہ العزیز کے ہاتھوں عمل میں آئی۔ شہر ویلور پر اللہ رب العزۃ کا بیکراں فضل ہے کہ حضرت نے یہاں سکونت اختیار کی اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے شریعت و معرفت کا ایسا دریا بہا دیا جس سے ہزاروں تشنگان علوم سیراب ہونے لگے۔ آج بھی اس مخزن علم و حکمت سے ہزارہا علماء و فضلاء فارغ التحصیل ہو رہے ہیں جن کی اصلاحی علمی اور عرفانی خدمات جنوبی ہند کی تاریخ کا ایک زرّین باب بن چکی ہیں۔ یہ سب انہیں نفوس قدسیہ کی فیوضات و برکات کا ثمرہ ہے۔

الحمد للہ! ہمارے موجودہ سرپرست حضرات عالیجناب فضیلت مآب اعلیٰحضرت مولانا مولوی ابو النصر قطب الدین سیّد شاہ محمد باقر صاحب قبلہ قادری مدظلہ العالی سجادہ نشین خانقاہ حضرت قطبِ ویلور قدس سرہ العزیز، عالیجناب عزّت مآب حضرت مولانا ابو صالح عماد الدین سید شاہ محمد ناصر صاحب قبلہ قادری مدظلہ العالی المعروف بہ **میراں پاشاہ صاحب** اور عالیجناب حضرت مولانا ابو الحسن صدر الدین سید شاہ محمد طاہر صاحب قبلہ قادری مدظلہ العالی (B.A) ناظم دار العلوم لطیفیہ مکان

حضرت قطبِ ویلور قدس سرّ العزیز اپنے آباؤ اجداد کے وہی جذبۂ للّٰہیت کے ساتھ اس گلشن علم و ادب کی آبیاری میں رات دن منہمک ہیں۔ ہمیں اس بات پر ناز ہے کہ ہمارے والدین نے ہماری علمی پرداخت اور اخلاقی نشو و نما کے لئے اس مادر علمی ام المدارس دار العلوم لطیفیہ ویلور کا انتخاب فرمایا جس کی سات سالہ تربیت نے اس قابل بنادیا کہ آج ہم قوم و ملت کی اصلاح کا بیڑا اٹھانے کی طاقت محسوس کر رہے ہیں۔ ہم آج دستار بندی، شایہ و عبا پوشی اور تحصیل اسناد کے

اس پُرکیف موقع پر مربّیان عظام مخدومان کرام اور اساتذۂ کرام کی خدمات میں اپنی نیک خواہشات اور عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے دُعاؤں کے طالب ہیں اور بارگاہِ ایزدی میں دست بدُعا ہیں کہ ہمیں ان ساداتِ کرام اور اساتذۂ عظام کے طفیل میں وراثتِ انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تقاضوں کو پورا کرنے کی طاقت و توانائی عطا فرمائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

ہم ہیں آپ کے تربیت یافتہ عقیدتمندان:۔

۱۔ ٹی۔کے۔ نذیر احمد تونسوی
۲۔ کے۔یم۔ شاکر اللہ مدنپلی
۳۔ حافظ۔یس۔پی۔عبد الماجد سرا
۴۔ یم۔کمال اللہ ظہوری چتوری
۵۔ سید محبوب پاشاہ عدروس شکیب منگولی
۶۔ شیخ محمد اکرم ساغر کتہ کوٹوی
۷۔ شیخ محمد سراج الدین کتہ کوٹوی
۸۔ شوکت حسین شاکر میتمبوری
۹۔ حافظ محمد ثناء اللہ کدری۔

بر موقع سالانہ جلسۂ تقسیم اسناد دار العلوم لطیفیہ مکان حضرت قطبؒ ویلور قدس سرہ العزیز
۹ر شعبان ۱۳۹۲ھ مطابق ۱۸ر ستمبر ۱۹۷۲ء بروز دوشنبہ

مکتوباتِ لطیفی

مترجم
حافظ بشیر الحق قریشی ادھونی
متعلم جماعت ششم
دارالعلوم لطیفیہ
حضرت مکان ویلور

شخصیت کی فہم اور معرفت مکاتیب پر موقوف ہے کیونکہ خطوط جس قدر کسی کی سیرت اور شخصیت کے پہچاننے اور سمجھنے میں ممد و معاون ثابت ہوتے ہیں اور کوئی دوسرا ذریعہ کارگر اور مفید نہیں ہوتا۔ اس نظریہ کی تفسیر بابائے اردو مولوی عبد الحق مرحوم کے اس خیال سے بھی ہوتی ہے "خطوں سے انسان کی سیرت کا جیسا اندازہ ہوتا ہے وہ کسی دوسرے ذریعہ سے نہیں ہو سکتا۔" اسی لئے کہا گیا کہ بہترین مکتوب وہ ہے جسکے اندر خط نویس کی سیرت کا عکس دکھائی دیتا ہو۔ اس نقطۂ نظر کے تحت دیکھا جائے تو زبدۃ العارفین، سراج السالکین، حاجی الحرمین، حافظ قرآن اعلیحضرت مولانا مولوی محی الدین سید شاہ عبد اللطیف قادری المشہور بہ حضرت قطب ویلور قدس سرہ العزیز کے سارے خطوط آپکی بلند سیرت کے آئینہ دار ہیں۔ جو حضرات مکاتیب حضرت قطب ویلور قدس سرہ کا مطالعہ کریں گے انہیں ایک جامع شخصیت ہی نہیں ملیگی بلکہ عربی فارسی اور اردو ادب کا اچھا خاصہ مذاق، ایک علمی شان، انشاء کا گہر فشاں نمونہ، طرز بیان کی شستگی اور دلاویزی اور ان سب سے بڑھکر حضرت کا بے پایاں خلوص اور خدمت اسلام کا موجیں مارتا ہوا جذبہ، حق گوئی و بے باکی، یہ تمام چیزیں پائیں گے۔ آپکے خطوط عربی، فارسی اردو تینوں زبان میں ملتے ہیں۔ مذکورہ کتاب "مکتوبات لطیفی" آپکے خطوط کا مجموعہ ہے جو فارسی اور چند اردو خطوط پر مشتمل ہے، بالخصوص آپکے وہ عربی خطوط جن کے اندر کوئین وکٹوریہ (برطانیہ) کو دعوتِ اسلام دی تھی اور عیسائیوں کو ان کے گمراہ اور تباہ کن عقائد سے آگاہ کیا۔ انتہائی جوانمردی اور آپکی حق گوئی و صداقت کے مظہر ہیں۔ اگر حضرت قطب ویلور قدس سرہ العزیز کی کوئی تصنیف و تالیف نہ بھی ہوتی تو صرف یہ علمی و ادبی اور اصلاحی خطوط ہی آپ کو دنیائے علم و ادب میں حیات دوام بخشنے کے لئے کافی ہیں۔ لیجئے حسب عادت حضرت کا ایک فارسی پروانہ جو آپنے کرنول کے نواب صاحب کے نام ارسال فرمایا تھا ترجمہ کے ساتھ حاضر خدمت ہے۔

نیاز آگین

قریشی ادھونی (آندھرا)

مکتوب بنام نواب محمد داؤد خان بہادر کرنول
(آندھرا)

پس از سلام سنت سنیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ مشہود خاطر سعادت ذخائر باد۔

التفات نامہ مرقوم ۱۸ محرم الحرام سنہ ۱۲۸۸ ہجری کہ بکمال کرم و حسن ظن نامزد فقیر فرمودہ بودند رسید۔ چوں بوئے از آثار محبت درویشاں والفت ایشاں بشام می رسید، بخاطر فرحتہا رسید محب ایں طائفہ را بشارت المرء مع من احبہ کافی ست و جلیس و انیس ایں طبقہ را نوید،

ھم قوم لایشقی جلیسھم ولا یخیب انیسھم

وانی بارک اللہ فیکم و فی کل شان و عاملکم بالخیر والاحسان۔ ایں التفات کہ بجانب فقراء دور افتادگاں می فرمایند و بکمال سخن میراند امید ست کہ موجب التفات الٰہی گردد و سبب رحمت و رضاء وے تعالیٰ شود انہ قریب مجیب۔

دیگر آں کہ طرق وصول الی اللہ چہار اند۔ ذکر و فکر یعنی مراقبہ و تلاوت قرآن و صحبت شیخ کامل مکمل۔ اما صحبت شیخ حکم اکسیر دارد و از ہمہ طرق افضل بود۔ ازیں جا ست کہ صدقہ زر از خیر التابعین اویس قرنی برابر کوہ احد بصدقہ مد جو ادنیٰ

درود و سلام کے بعد

مورخہ ۱۸ محرم الحرام کا الفت نامہ جو فقیر کے نام ارسال فرمایا تھا دستیاب ہوا۔ جب اہل اللہ کی محبت والفت کی بو باس دماغ میں پہنچتی ہے تو دل کو خوشیاں حاصل ہوتی ہیں۔ اس جماعت سے الفت رکھنے والے کو المرء مع من احبہ کی خوشخبری کافی ہے۔ اس جماعت سے النسبت و محبت رکھنے والے اور اسکی صحبت اختیار کرنے والے کو پیغام مسرت ہے۔ (کیونکہ) وہ ایسی جماعت ہے، جن کے ساتھ بیٹھنے والا کبھی بدبخت نہیں ہوتا۔ اور ان سے محبت رکھنے والا ناکام و نامراد نہیں ہوتا۔

جان لیجئے! اللہ تبارک و تعالیٰ تمہیں ہر حال میں مبارک و مسعود بنائے اور تمہارے ساتھ بہتر اور عمدہ معاملہ فرمائے یہ مہربانی جو دور افتادہ فقیروں کی جانب فرمایا کرتے ہیں اور خوش گوئی اور کمال سخن سے جو پیش آتے ہیں۔ توقع ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عنایات والتفات کا موجب اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی رحمت کا سبب ہوگی۔ بے شک وہ قریب ہے (اور) دعا قبول کرنے والا ہے۔

دیگر یہ ہے کہ خدا تک رسائی حاصل کرنے کیلئے چار طریقے ہیں۔ پہلا ذکر دوسرا فکر یعنی مراقبہ تیسرا تلاوت قرآن پاک، چوتھا مرد باصفا کی صحبت۔ لیکن مرد خدا کی صحبت اور ہم نشینی کیمیا کی حیثیت رکھتی ہے اور تمام (مذکورہ) طریقوں سے افضل و بہتر ہے۔ یہی وہ مقام ہے کہ خیر التابعین حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ سے کوہ احد کی مقدار انگور کا صدقہ

؎ آدمی کو جس سے محبت ہے اس کے ساتھ حشر ہوگا

صحابی برابری نہ کند۔ وجہش آں کہ قلب چند گاہے تابع حس می باشد۔ پس ناچار ہرچہ از حس دُور ہست از قلب نیز دُور ہست۔ حدیث من لم یملک عینہ فلیس القلب عندہٗ۔[1]

اشارت بایں مرتبہ است و در نہایت کار چوں قلب را تبعے بحس نمی ماند، دوری از حس در قرب قلبی تاثیر نکند۔ لہٰذا مشائخؒ مبتدی و متوسط را مفارقت از صحبتِ شیخ کامل تجویز نہ فرمودہ اند و چوں صحبت چنیں شیخ میسر نہ شود تلاوت قرآن مجید بتدبر معانی بہترین عبادت است رزقنا اللہ وایاکم بحرمۃ سید المرسلین علیہ وعلیھم الصلوٰۃ والسلام اجمعین

دیگر آں کہ از طلب شغلی ایما رفتہ بود والامر شما حسب الایما مراقبۂ در ذیل مرقوم ہست موثر باد۔

دیگر آں کہ قال اللہ ومن احسن قولا ممن دعا الی اللہ وقال ایضًا قل ھذہ سبیلی ادعوا الی اللہ علی

ایک دنی صحابی کے آدھا سیر جو کے صدقہ سے ہمسری نہیں کرتا (یعنی مطلب یہ ہے کہ غیر صحابی کا صدقہ مقدار میں کتنا ہی عظیم اور بڑھا چڑھا ہوا کیوں نہ ہو، ایک دنی صحابی کے تھوڑے سے صدقہ کے ساتھ میل نہیں کھا سکتا) اس کی وجہ یہ ہے، کہ دل حس کے زیر اثر رہا کرتا ہے پس لامحالہ جو حس سے دُور ہے دل سے بھی دُور ہے۔ حدیث مَن لم یملک عینہ فلیس القلب عندہٗ کا اشارہ اسی مرتبہ کی طرف ہے، اور جب دل کام کی انتہا میں حس کی اطاعت و پیروی میں نہیں رہتا ہے تو حس سے کنارہ کشی کسی کے دل میں قربت اثر انداز نہیں ہوتی۔ اسی لئے حضرات مشائخؒ کرام نے مبتدی اور متوسط کو شیخ کامل کی صحبت سے جدائی کی اجازت نہیں دئے۔ اور جب ایسے بزرگ کی صحبت میسر نہ آسکے، تو قرآن مجید کی تلاوت معانی و مطالب کی سمجھ بوجھ کے ساتھ بہترین عبادت ہے۔ خدائے تعالیٰ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے طفیل اور صدقہ میں ہمیں اور تمہیں رزق عطا فرمائے۔ حضور علیہ السلام اور جمیع اہل اسلام پہ صلوٰۃ وسلام نازل فرمائے۔

دیگر یہ ہے کہ تم نے کوئی شغل طلب کیا تھا، حسب ایماء ذیل میں مراقبہ لکھا ہُوا ہے، اثر انداز ہووے۔

دیگر یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وہ کونسی بات زیادہ اچھی اور بھلی ہے جس کے ذریعہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی جانب بلایا جاسکے ونیز اللہ

---

[1] یعنی جو شخص اپنی آنکھ کا مالک نہیں، پس وہ اپنے دل کا مختار نہیں

بصیرۃ انا و من اتبعنی۔

پس پیشۂ ما فقرا بوراثت سرورِ انبیاء دعوت الی اللہ است۔ بہ برکت ہمیں دعوت مبارکہ مردم بے حساب در عرصہ بیست و چند سال طولاً از کابل تا دریاء مغرب و عرضاً از قسطنطنیہ تا عدن دولتِ ظاہری و باطنی بے قیمت خدا پرستی کامیاب گردید۔ و از بلاء مخلوق پرستی رھیدند۔ فقیر بنظر الٰہی و نظر بر اخوتِ انسانی ازیں دولت و ذخیرہ آخرت فارغ نمی باشد و بکمال نرمی و دلداری دل قابل را بحکمت و مصلحت بحق جل مجدہٗ می کشد۔ بالجملہ دو قطعہ دعوت ملفوف اند۔ اگر صلاح دانند و دل قابل یابند در اصلاح برادران تا وسع سعی فرمایند و بحق جل مجدہ کشند انہٗ قریب مجیب و علیٰ کل شیئ قدیر۔

امروز روزے است کہ اسلام بغایت ضعف و شکستگی دارد و زمانے است کہ عمل قلیل بعوض اجر جزیل در عالم غیب

فرماتا ہے اے محبوب! کہہ دیجئے کہ یہ میرا راستہ ہے میں بصیرت پر اللہ کی طرف دعوت دیتا ہوں اور وہ لوگ بھی جنہوں نے میری اتباع اور پیروی کی ہیں ہم فقیروں کا یہ پیشہ جو خلق کو اللہ کی جانب دعوت دینا ہے، سرورِ انبیاء محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین اور وارث ہونے کی وجہ سے ہے۔ اسی مبارک و مسعود دعوت کا فیض ہے کہ چند سال کے اندر کابل سے دریائے مغرب اور قسطنطنیہ سے لے کر عدن تک بے حساب آدمی بغیر کسی قیمت دولت ظاہری و باطنی کی وجہ سے خدا پرستی میں کامیاب ہوگئے اور کفر و شرک کی بلا سے کنارہ کش ہوگئے ہیں۔ فقیر اللہ کے فضل اور اخوت انسانی پر نظر کرتے ہوئے اس دولت اور آخرت کے ذخیرہ سے فارغ نہیں ہوتا اور حد درجہ نرمی اور دلجوئی کے ساتھ قابل دل کو حکمت اور مصلحت کے پیرایہ میں اللہ کی طرف بلاتا ہے۔ حاصل کلام دو دعوت نامے ملفوف ہیں اگر مستحسن سمجھتے ہیں اور دل کو قابل پاتے ہیں تو بھائیوں کی صلاح میں سعی بلیغ فرمائیں اور لوگوں کو خدا کی جانب مائل فرمائیں بیشک وہ قریب ہے دعا قبول کرنے والا اور ہر چیز پہ قدرت رکھنے والا ہے۔

ان دنوں اسلام انتہائی کمزوری و خستہ حالی رکھتا ہے اور یہ دور ایسا ہے کہ تھوڑا عمل بھی ثواب کثیر کے عوض عالم غیب میں بکمال حفاظت

بکمال اعتنا بدرجۂ اجابت می رسد۔ خوش نصیبی مسلمین آں گل زمین است کہ چیزے بر سر خود ہمچو آں والا مرتبت میدارند و زیر سایۂ ہما آں عالی درجت خوش می گذرانند، چوں خوبی وصلاح آں والا مرتبت متضمن خوبی و صلاحیت جمی غفیر از مسلمانان است ودعاء ایشاں گویا دعاء ایشا یاں۔

فقیر نظر بر مجرد اسم فقر و مسکنت و احتمال اجابت از دعاء خیر خود را فارغ نمی دارد و بصد دل خواہاں ترقیات صوری و معنوی می باشد اللھم وفقہ کما تحبہ وترضاہ واجعل اخرتہ خیرا من اولاہ واز وے جل مجدہ خواستگاری می رود کہ ظاہر آں والا مرتبت را بارکان شریعت غرا واحکام ملت زھرا متجلی نماید و باطن آں ذی شوکت را از دنیا و ما فیہا فنا پذیر وملعونۂ خدا است خلاصی ارزانی فرماید ؎

ایں کار دولت است کنوں تا کرا رسد

زیادہ اللہ بقاکم وبقی شوکت الاسلام ببقائکم۔

وفات مخلصی چنو خان بگوش رسید و خاطر را بے آرام گردانید، ایزد غفار مغفرت فرماید، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مقبولیت کی منزل پہ پہنچ جاتا ہے۔ اس سرزمین کے مسلمانوں کی خوش قسمتی ہے کہ ایک چیز اپنے سر پہ اس عالی جاہ کی طرح رکھتے ہیں اور وہاں اس صاحب بلند درجات کے زیر سایہ خوشحال زندگی بسر کرتے ہیں، جب اس صاحب حشمت کی اچھائی اور بھلائی میں مسلمانوں کے ایک جم غفیر کی فلاح و بہبودی پوشیدہ ہے تو ان کی دعا گویا تمام عالم کی دعا ہے۔

فقیر محض فقیری اور مسکینی کے نام اور قبولیت کے احتمال پہ دعائے خیر سے فارغ نہیں ہوتا ہے بلکہ ہمیشہ دل کی گہرائیوں سے ظاہری اور باطنی ترقیوں کا آرزومند رہتا ہے۔ اے خدا اس کو توفیق عطا فرما جیسا کہ تو اس کو محبوب رکھتا ہے اور اس سے راضی ہو جا اور اس کی آخرۃ کو دنیا سے بہتر بنا دے اور اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس بلند مرتبہ والے کے ظاہر کو روشن شریعت کے ارکان اور منور ملت کے احکام سے آراستہ فرمائے اور اس کے باطن کو دنیا و ما فیہا سے جو خدا کی لعنت کھینچی ہوئی ہے، اس سے چھٹکارا دیوے۔ آمین ؎

یہ دولت کا کام ہے (دیکھیں) اب کس تک پہنچتا ہے

اللہ تعالیٰ تمہاری عمر دراز فرمائے اور تمہاری بقا سے اسلام کی شان و شوکت باقی رکھے۔

مخلصی چنو خاں کی وفات کی خبر معلوم ہوئی جس سے دل بے چین ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ انکی مغفرت فرمائے آمین۔ بلاشبہ ہم اللہ کیلئے ہیں اور اسی کی جانب ہمیں لوٹنا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قصیدہ فرمودہ حضرت

پیشکش :- سید مرتضیٰ حسین جہانگیر لطیفی ویلور

عقل اور عشق دونوں مسلمات سے ہیں لیکن دونوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ عقل ابھی محو تماشائے بام ہی رہتی ہے مگر عشق بے خطر آتش نمرود میں کود پڑتا ہے۔ جو چیزیں عقل کے نزدیک ناجائز ہوتی ہیں وہی عشق کے نزدیک جائز ہی نہیں بلکہ واجب کا درجہ رکھتی ہے اس فرق کو سمجھے بغیر اللہ والوں کے کلام کو جو عشق و محبت اور وارفتگی سے بھر پور ہوتا ہے سمجھنا ناممکن ہو جاتا ہے ؎ لذتِ ایں مئی نشناسی بخدا تانہ چشی ۔ خواجۂ خواجگاں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہ نے عشق و وارفتگی کے عالم میں ایک قصیدہ جو "قصیدۂ فرمودہ" سے موسوم ہے لکھا ہے جس میں آپ نے سرکار غوث پاک سردار اولیاء شیخ المشائخ حضرت سید شاہ عبد القادر جیلانی قدس سرہ العزیز سے اپنی والہانہ عقیدت و محبت کا اظہار فرمایا ہے :-

قبلۂ اہل صفا حضرتِ غوث الثقلین
دستگیر ہمہ جا حضرت غوث الثقلین

آپ اہل اللہ کے امام ہیں حضرت غوث الثقلین
ہر جگہ مدد و دستگیری فرماتے ہیں حضرت غوث الثقلین

اک نظر از تو بود در دو جہاں بس مارا
نظرے جانب ما حضرتِ غوث الثقلین

دونوں جہاں کے آرام کے لئے بس آپ کی نظر کافی ہے
لہٰذا ایک نظر ہماری جانب فرمائیے حضرت غوث الثقلین

کارہائے من سر گشتہ چوں بستہ شدہ است،
رحم کن باز کشا حضرت غوث الثقلین

میرے سب کام حیرانی و پریشانی میں محدود ہو گئے ہیں
رحم کیجئے اور ان سربستہ کام آسان فرمائیے غوث الثقلین

خاکپائے تو بود روشنی اہل نظر !
دیدہ را بخش ضیاء حضرت غوث الثقلین

آپ کے خاک پا کی تاثیر سے اہل نظر کی آنکھیں منور ہو جاتی ہیں
میرے آنکھوں کو بھی خاک پا کی برکت سے روشنی عطا فرما حضرت غوث الثقلین

دردمندم ہمہ اسباب شفا مفقود است
کرم تست دوا حضرت غوث الثقلین

میں بیمار ہوں اور صحت کے سارے اسباب ختم ہو گئے ہیں۔
اب آپ ہی کی نوازش و کرم دوا ثابت ہوگی حضرت غوث الثقلین

بجنابت کہ تولّائے سگانت دارد
بنما راہِ خُدا حضرت غوث الثقلین

آپ کی بارگاہ وہ ہے کہ جسکی برکت سے حقیر کتے بھی بُلند مقام پر فائز ہو جاتے ہیں۔
خدائے تعالیٰ تک پہنچنے کا راستہ دکھائیے حضرت غوث الثقلین۔

بے نوا خستہ دلم نیست کسے آں کہ دہد
خستہ را جُز تو دوا حضرت غوث الثقلین

بے یار و مددگار خستہ دل ہوں ہم خستہ دلوں کی آپکے سوا
کوئی مدد کرنے والا نہیں ہے حضرت غوث الثقلین

عالم تیرہ بغربال نظر بیختہ ام
نیست در دہر وفا حضرت غوث الثقلین

میں اس تاریک دنیا کو اپنے نظر کی چھلنی سے چھان چکا ہوں
لیکن اس جہاں میں وفا نہیں حضرت غوث الثقلین

مردہ دل گشتم و نام تو محی الدین است
مردہ را زندہ نما حضرت غوث الثقلین

مُردہ دل ہو گیا ہُوں اور نام آپکا تو محی الدین ہے
اس مردہ کو نئی زندگی بخشئے حضرت غوث الثقلین

حضرت قبلۂ حاجات ہمہ خلقا نست
حاجتم ساز روا حضرت غوث الثقلین

آنجناب ہی تمام مخلوق کے قبلہ حاجات ہیں
میری بھی حاجت کو بر لائیے حضرت غوث الثقلین

قطب مسکیں بہ غلامی درت منسوب است
داغ مہرش بفزا حضرت غوث الثقلین

یہ مسکین قطب الدین آپکے در کا غلام ہے۔ اسکی
محبت کے درد و داغ کو اور بڑھائیے حضرت غوث الثقلین

نوٹ :

غوث کے معنی ہے مددگار اور ثقلین کے معنی ہے انس و جان،
یعنی آپ انسان و جن کے مددگار رہے ہیں۔

ایک اہم فتویٰ

از :- ادارہ

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس بارے میں کہ :-

(۱) مسجد کے امام صاحب کہتے ہیں کہ کتاب پڑھ کر سیرت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بیان کرنا ناجائز ہے، صرف زبانی ہی بیان کرنا جائز ہے۔

(۲) امام مسجد یہ بھی کہتے ہیں کہ حرام موت کو جنازہ دینا اور نماز جنازہ پڑھنا ناجائز ہے۔

(۳) ایسے امام صاحب اور ایسی کہی ہوئی باتوں پہ قرآن و حدیث اور اہل السنت والجماعت کے عقائد کے مطابق کیا کیا احکام صادر ہوتے ہیں تفصیلوار بیان فرماکر عنداللہ ماجور و مشکور بنیںگے۔ فقط والسلام

السائل

محمد صدر الدین مدنی بسیم

جواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب

حامداً ومسمیاً متنیاً ومصلیاً ومسلماً۔

درصورت مسئولہ، مجلس میلاد شریف یا دیگر مجالس میں وہی روایات بیان کی جائیں جو ثابت اور صحیح ہوں۔ موضوع اور غلط سلط واقعات بیان نہ کئے جائیں، کہ بجائے خیر و برکت کے ایسی باتوں کے بیان کرنے میں گناہ ہوتا ہے (بہار شریعت)

حدیث شریف میں آیا ہے کہ من کذب علی متعمداً فلیتبوء مقعدہ من النار یعنے جو شخص قصداً کوئی غلط یا جھوٹی بات میری طرف منسوب کرے تو وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنالے۔ ظاہر کہ زبانی روایات وواقعات کو بیان کرنے میں غلطی اور کذب کا احتمال زیادہ ہے لیکن مستند کتاب میں روایات وحالات مبارکہ دیکھکر بیان کرنے میں غلطی کا احتمال نہیں ہے۔ بلکہ دیکھ کر بیان کرنے میں زیادہ احتیاط، رعایت و دیانت ہے۔

حدیث مذکور کی رُو سے اگر امام صاحب نے زبانی سیرت کے بیان پہ شک و شبہ ظاہر کیا ہوتا تو کچھ قابل توجہ اور لائق التفات ہو سکتا تھا لیکن جب پہلی صورت امام موصوف کے نزدیک جائز ہے تو دوسری صورت بدرجۂ اولیٰ جائز ہونا چاہئے کہ یہ ہر طرح احتیاط و دیانت پر عمل ہے۔ اس سلسلہ میں ایک حدیث ذکر کی جاتی ہے جس سے مسئلہ ہذا پر کافی روشنی پڑتی ہے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "قرأۃ الرجل القرآن فی غیر المصحف الف درجۃ وقرأتہ فی المصحف تضعف علی ذالک

الیٰ الفی درجۃ۔ حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ قرآن کو زبانی پڑھنے میں یکہزار درجہ ثواب ہے لیکن قرآن کو دیکھ کر پڑھنے کا ثواب دگنا یعنے دو ہزار ہے۔ اگرچہ یہ حدیث قرآن شریف کے بارے میں ہے لیکن قرآن حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی سیرت ہے۔ لہٰذا اس حدیث سے معلوم ہوا، کہ حضور علیہ السلام کی سیرت مبارکہ کو کتاب میں دیکھ کر پڑھنے کا ثواب زیادہ ہے۔

(۲) چند قسم کے لوگ ہیں جن کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائیگی، باغی جو امام برحق پر ناحق خروج کرے، اور اسی بغاوت میں مار ڈالا جائے۔
ڈاکو جو ڈاکہ میں مارا جائے۔ جو لوگ ناحق کسی کی طرفداری و پاسداری میں لڑیں اور لڑائی میں مار دیئے جائیں۔ جو شخص کئی آدمیوں کا گلا گھونٹ کر مار ڈالے۔ جو لوگ رات کے وقت ہتھیار لے کر لوٹ مار کریں اور اسی حالت میں مار ڈالے جائیں۔
جو شخص اپنی ماں یا باپ کو مار ڈالے۔
جو کسی کا مال چھین رہا تھا اور اسی حالت میں مارا گیا۔

مذکورۂ بالا لوگوں کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائیگی اس کے علاوہ مسلمان خواہ کتنا ہی گنہگار اور مرتکب کبیرہ ہو، حتیٰ کہ خودکشی کر لی ہو جب بھی اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ (عالمگیری۔ درمختار۔ بحوالۂ بہار شریعت)

پیش امام صاحب کی مراد حرام موت سے کیا ہے۔ اگر وہ سب کے لئے نماز جنازہ کو ناجائز کہتے ہیں تو ان کا قول غلط ہے اور اگر حرام موت سے مندرجۂ بالا سات قسموں کو مراد لیتے ہیں تو ان کا کہنا صحیح ہے۔

(۳) پیش امام صاحب کو جب اپنی غلطی واضح ہو جائے تو اپنی غلطی سے رجوع کر لینا چاہئے۔ یہ سوچیں کہ لوگ کیا کہیں گے اس لئے کہ غلط فتویٰ دیکر رجوع نہ کرنا خواہ حیا سے ہو یا تکبر سے بہرحال حرام ہے۔
(عالمگیری بحوالۂ بہار شریعت)

کتبہٗ

سید حمید اشرف غفرلہٗ

(سابق) مدرس دارالعلوم لطیفیہ مکان حضرت قطب ویلور قدس سرہٗ

عرفان کے موتی

از
جناب خطیب عبدالکریم صاحب
سابق میونسپل چیرمین وانمباڑی
و سابق ممبر وقف بورڈ
مدراس

اک نکتہ ہے انساں میں اس نکتے کو جو جانا
انسان کو وہ جانا، سبحان کو پہچانا

اک نورِ درخشاں ہے پوشیدہ ہے راز اس میں
کون اسمیں نمایاں ہے تو اسکو نہیں جانا

تو کون ہے، اور تیری، کیا اصل حقیقت ہے
ہے یار کا مظہر تو، اے جلوۂ جاناں، نا

ہے ایک وجود اسکا جز اس کے نہیں کچھ بھی
تیرا ہے نہ میرا کچھ بس ایک ہی ہو جاتا

ایک ذرہ کی حرکت بھی، اک پتہ کا جھڑنا بھی
افعال اسی کے ہیں جانا جو ہے وہ دانا

عقلیں ہیں کہاں اسکو دیدار میسّر ہو
اللہ کو دنیا میں دیکھا جو نہ پہچانا

جب خود کو تو پہچانا، اللہ کو پہچانا
مرشد تیرے کامل ہیں ارز انسے تو پہچانا

مرشد سے سفیر اپنی ہستی سے ہوا واقف
ہوشیار بنا اب جو پہلے تھا دیوانہ

جب مسلمان کا قول ہی اسکی دستاویزِ عمل تھا

از جناب
مولانا مولوی عبد العزیز صاحب اشرفی
مبارکپوری مدرس دار العلوم لطیفیہ
مکانِ حضرت قطب ویلور قدس سرہ

مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ تک کے صحرائی سفر میں ایک چھوٹا سا نخلستان تھا۔ جہاں ٹھنڈے اور شفاف پانی کا چشمہ بہتا تھا اور جب اس لق و دق صحرا کے قافلے وہاں وارد ہوتے تو اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا شکریہ ادا کرتے۔ وہ اپنے اونٹوں کو کھول کر وہاں دم لیتے اور گھنے درختوں کے گہرے سائے میں دوپہر کو آرام کرتے۔ اس عرصہ میں ان کے اونٹ ادھر اُدھر چر پھر لیتے تھے۔ یہ نخلستان ایک شیخ کا تھا جو قریب ہی چند کسانوں کی جھونپڑیوں کی چھوٹی سی بستی میں رہا کرتا تھا۔ اس بستی میں شیخ کا ایک چھوٹا سا سرسبز باغیچہ بھی تھا جہاں شیخ اکثر قیام پذیر رہتا تھا۔ اس مبارک بستی میں امن و اطمینان کی زندگی تھی۔ دن یوں ہی گذر گئے کہ ایک روز دوپہر کو وہاں ایک نوجوان سانڈنی سوار کا گذر ہوا حسب معمول اس نوجوان نے بھی وہاں دم لیا۔ اپنے اونٹ کو چرنے کے لئے چھوڑ دیا اور خود چشمہ کے کنارے ایک درخت کے سائے میں تکان دور کرنے کے لئے لیٹ گیا۔ مسافر تھکا ہوا تھا ٹھنڈے ہوا کے جھونکے خواب آور ثابت ہوئے اور وہ جلد ہی گہری نیند میں پاؤں پھیلا کر سو گیا۔ اس عرصے میں اونٹ ادھر اُدھر چرتا رہا۔ سوءِ اتفاق کہئے یا مشیت خداوندی کا کرشمہ کہ اونٹ شیخ کے باغ میں گھس گیا۔ اور اسکی انگور کی بیلوں کو اُجاڑ دیا۔ باغ کا مالی ایک ضعیف مقدس انسان بیٹھا مسجد کے فرش کی چٹائی بُن رہا تھا۔ جب اس نے نظر اٹھا کر دیکھا تو اونٹ آقا کے باغ کی تباہی مچا چکا تھا وہ اٹھا اور اس کے اونٹ کو نکال دیا۔ تھوڑی دیر بعد اونٹ دوسرے راستے سے پھر اندر داخل ہو گیا۔ بڈھے مالی نے پھر نکال دیا لیکن اونٹ تیسری بار پھر آگھسا اس مرتبہ بڈھے مالی نے ڈنڈا اٹھایا ہی تھا کہ اونٹ کی نازک جگہ ضرب لگی اور آن کی آن میں اونٹ گر کر ڈھیر ہو گیا۔ جھک کر دیکھا تو ایک مُردہ لاش تھا۔ اونٹ کا مالک نوجوان اس تمام عرصہ میں محوِ خواب ہی تھا اور اپنے عزیز اونٹ کی مصیبت سے بالکل بے خبر۔ جب اس کی آنکھ کھلی تو سایہ لمبا ہو چکا تھا۔ آفتاب کی شعاعیں اپنا درجۂ حرارت کھو چکی تھیں۔ روانگی کا وقت قریب آچکا تھا۔ مسافر اٹھا اور ایک نیک مسلمان کی طرح پہلے اس کو عصر کی نماز ادا کرنی تھی۔ اس نے ٹھنڈے چشمہ میں وضو کیا۔ جا نماز بچھائی . . . .

اور نہایت خشوع اور خضوع سے نماز کے ارکان قیام و قعود و سجود ادا کئے اور ٹھنڈے سائے میٹھے پانی اور آرام جسمانی و سکونِ کلی کے لئے خدا کا شکر ادا کیا۔ ان کاموں سے فارغ ہو کر اس نے سفر کی تیاری شروع کی۔ اونٹ کو ادھر ادھر تلاش کیا، مگر اونٹ کہیں نہیں ملا۔ اس نے اپنے جی میں کہا' کہ آخر اونٹ کو کیا ہوا۔ اسے زمین نگل گئی یا آسمان اٹھا لے گیا۔ اس جستجو میں وہ شیخ کے باغیچہ میں جا پہنچا۔ دیکھا کہ اونٹ مرا ہوا اکڑا پڑا ہے۔ آسمان سے بجلی گرتی تو بھی اس سے زیادہ صدمہ نہ ہوتا۔ غرضیکہ عزیز اونٹ کی موت اس جوان پر بہت ہی شاق ہوئی۔ مالی قریب آیا اور سارا واقعہ بیان کیا اور کہا کہ بیٹے مجھ سے قصور ہو گیا ہے خدارا مجھے معاف کر دو۔ یہ محض شدنی امر تھا۔ اور نہ میری نیت مار ڈالنے کی تھی۔ اونٹ باغ کو اجاڑے ڈال رہا تھا۔ میں اسے صرف نکال دینا چاہتا تھا۔ دو مرتبہ میں نے اسے نکال دیا تھا مگر تیسری بار وہ پھر اندر آ گیا۔ اس مرتبہ ضرب کاری لگی۔ یہ محض اتفاقیہ امر تھا اور میں بہت افسوس کرتا ہوں۔"

نوجوان کو ایسا غصہ آ گیا تھا کہ اس کا دماغی توازن قائم نہیں رہا۔ اور وہ کوئی تفصیل سننا نہیں چاہتا تھا اس نے بڈھے مالی کا گلا اپنے آہنی پنجہ میں دبوچا اور کہا بڈھے بے وقوف تجھے میرے اونٹ چھونے کی جرأت ہی کیسے ہوئی اور اسے ایسی بری طرح جھنجوڑا، کہ اس کے کمزور اعضا اس صدمے کو برداشت نہ کر سکے۔ اس کا دل ڈوب گیا اور آنکھ جھپکتے ہی شیخ کے باغ کا محافظ ختم ہو چکا تھا اور ایک مردہ لاش بنکر زمین پر ڈھیر ہو گیا تھا۔ اب جبکہ جذبات اس کے فرو ہو چکے تو نوجوان کو حیرت تھی کہ یہ اس نے کیا کیا۔ وہ ندامت سے شرمسار تھا کیونکہ وہ ایک انسان کا قاتل تھا۔ اور اسلام کے ایک قانون کا باغی ہو چکا تھا۔ اسے بار بار خیال آرہا تھا کہ حضور سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ ایک مسلمان کی زندگی، عزت اور مال دوسرے کے نزدیک مقدس امانت ہونی چاہئے کیا آپ نے یہ تاکیدی فرمان دنیائے اسلام کو اپنے سفر آخرت کی روانگی کے وقت نہیں دیا تھا۔ یہ الفاظ ارشاد گرامی اس کے کان میں برابر گونج رہے تھے۔ اور نوجوان ندامت میں ڈوبا جا رہا تھا۔ وہ اسلام کا ایک ناخلف بیٹا ہے، وہ اپنے کو باغی سمجھنے لگا تھا۔ اس نے اپنے ایک بھائی کو قتل کر کے حضور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک امانت کی خلاف ورزی کی تھی۔ لیکن اب پشیمانی بے سود تھی۔ جو ہونا تھا وہ ہو چکا تھا۔ سوچا تو یہ تھا کہ آخر اب وہ کیا کرے۔ قریب تو کوئی تھا ہی نہیں۔ کیا اسے اپنی جان بچانے کیلئے فرار ہو جانا چاہئے تھا۔ وہاں ٹھہرنا پھانسی کے پھندے کو دعوت دینا ہے۔ پھر اسے کیا کرنا چاہئے۔ وہ دل میں یہی کچھ سوچتا رہا، اور حفاظت خود اختیاری کے لئے غیر شعوری طور پر راہِ فرار اختیار کرنے کی آمادگی ہو ہی چلی تھی، کہ

ضمیر کے خلاف آواز دی۔ یہ آواز بہت استقامت اور شدت کی تھی۔ اس آواز نے کہا کہ نہیں، کبھی نہیں، پہلے تو بر افروختہ ہو جانا ہی ایک غیر اسلامی فعل تھا بلکہ محض دیوانگی تھی۔ لیکن ایک دیوانہ مسلمان بھی کمینہ مسلمان نہیں ہو سکتا۔ مالک کے قانون سے بھاگنا محض فریب نفس ہے۔ اور ایک سچا مسلمان فریبی و مکار تو نہیں ہوتا۔ یہ سوچ کر وہ سیدھا شیخ کے مکان کی طرف چل دیا اور اپنے کو بطور قاتل باغبان کے حوالہ کر دیا۔

یہ خلافت اسلامی کا وہ درخشاں دور تھا جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر رونق افروز تھے۔ ان کے عدل و انصاف کی شہرت دور دور تک پھیل چکی تھی۔ ان کے عہد عدالت میں نہ بڑے چھوٹے کا امتیاز تھا نہ دوست و دشمن کا کوئی فرق۔ شیخ نے اس نوجوان کو اس عدالت میں آخری فیصلہ سننے کے لئے بھجوا دیا۔ مقتول باغبان کے دونوں بیٹے اس کے ساتھ دربار خلافت میں گئے۔ یہ ایک پر تھکان سفر کے بعد مستغیث و ملزم دونوں مرکز عدالت پر پہنچے۔ مقدمہ باقاعدہ دائر عدالت کیا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عدالت آج کل کی عدالتوں کی طرح ذی شوکت مگر معدلت سے عاری نہ تھی۔ وہاں اسلام کی سادگی کارفرما تھی جو اس زرین زمانہ کا طرۂ امتیاز تھا۔ عدالت کا کمرہ ایک مسجد کا پھونس کا چھپر تھا۔ اور جج کے پاس مخصوص عدالتی یا کوئی اظہار شان کا کوئی سامان نہیں تھا۔

خلیفۂ وقت بہ نفس نفیس اپنے پیوند لگے مگر صاف کپڑوں میں ملبوس کرسئ عدالت یعنی کھجور کے پتوں کی بنی ہوئی ایک چٹائی پر رونق افروز تھے۔ مگر جاہ و جلال کا یہ عالم تھا کہ ملزم لرز اٹھا۔ خلیفۂ عدل مظلوم کے لئے محافظ اور ظالم کے لئے وجہ خشم تھا۔ کچہری بھی بالکل سادی تھی یعنی پاکیزہ ہستیوں کا ایک اجتماع تھا جو فریضۂ نماز ادا کرنے آئے ہوئے تھے۔ یہ خدا ترس بزرگ صدق و صفا عدل و انصاف کے دلدادہ تھے۔ ایسے جج اور ایسے مجمع کے سامنے نوجوان ملزم پیش کیا گیا جس پر ایک بڈھے آدمی کے قتل کا الزام تھا۔ مستغیثوں میں سے بڑے بھائی نے کہا اے امیر المومنین یہ آدمی ہمارے نخلستان میں آرام کرنے ٹھہرا ہوا تھا۔ جب وہ سو رہا تھا تو اس کا اونٹ ہمارے شیخ کے باغ میں گھس گیا اور اس نے انگور کی بیلوں کا بہت نقصان کر دیا۔ ہمارے باپ نے دو مرتبہ اسے نکال باہر کیا مگر تیسری بار وہ پھر داخل ہو گیا اور ایک ضرب سے جو اس کے کسی نازک مقام پر لگی وہ گر کر ڈھیر ہو گیا۔ یہ محض سوء اتفاق تھا۔ باپ کی نیت کسی ایسے نقصان پہنچانے کی نہ تھی۔ وہ صرف اپنا فرض ادا کر رہا تھا یہی اس کی ملازمت تھی۔ اور اس بات کی وہ تنخواہ پاتا تھا۔ یہ ملزم اس تمام عرصہ میں سو رہا تھا اور اسے کچھ معلوم نہ تھا۔ میرا باپ اگر چاہتا تو اس واقعہ سے لاعلمی کا

اظہار کر دیا کیونکہ اس امر کا کوئی عینی شاہد موقع پر موجود نہ تھا۔ لیکن وہ برگزیدہ ہستی تھی۔ ایک سچا مسلمان اور متبع رسولِ پاک، وہ پیغمبرِ اسلام اور دینِ اسلام کے نام کو دروغ گوئی سے داغدار نہیں کرنا چاہتا تھا، وہ ہم سے بھی اکثر کہا کرتا تھا کہ مسلمان کو خدا سے اور بندوں سے سچا ہونا چاہئے خواہ اس سچ کے نتائج کچھ ہی کیوں نہ ہوں کیونکہ صداقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کا بہترین جوہر ہے اور نبوت سے پیشتر بھی اسی صداقت و دیانت کی وجہ سے لوگوں نے آپ کو الامین کا خطاب دے رکھا تھا، اتنے بلند معیارِ تخیّل کا انسان صرف اپنی جان بچانے کے لئے اپنے آپ کو جھوٹ بولنے کی لعنت و ذلت میں گرفتار نہیں کر سکتا تھا۔ چنانچہ اس نے اس بنا پر اس نوجوان سے سارا واقعہ من وعن بیان کر دیا اور اظہارِ افسوس بھی کیا لیکن بجائے اس کے کہ یہ نوجوان اس کی صداقت و ندامت کو سراہتا اس پر جھپٹ پڑا اور اس کا گلا دبا کر اسے موت کے گھاٹ اُتار دیا۔

عدالت میں اس واقعہ کے بیان سے مکمل خاموشی طاری ہو گئی لیکن آخر کار خلیفہ کی صاف اور سنجیدہ آواز نے اس مہر خاموشی کو توڑا۔ اور اس نوجوان سے دریافت کیا کہ وہ اپنی کیا صفائی پیش کرتا ہے۔ نوجوان ندامت سے سرنگوں تھا۔ اس نے کہا کہ مجھے کچھ کہنا نہیں ہے نہ کوئی صفائی پیش کرنی ہے۔ میرے ہاتھوں سے جو جرم سرزد ہوا ہے اس کے لئے میں سوائے شرمساری اور ملامت کے اور کچھ نہیں رکھتا۔ اگر اس تلافی میں میری جان بھی جائے تو اس کے لئے میں بالکل تیار ہوں۔ مجھے جو صدمہ ہے وہ صرف یہ ہے کہ میں نے اسلامی احکام سے بغاوت کی ہے۔ میں نے غصہ میں اسلامی تعلیم کو نظر انداز کر دیا۔ پیغمبرِ اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بزرگوں کی عمر کا لحاظ کرنے کا بھی حکم دے رکھا ہے اور اپنے آخری خطبہ میں ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کی جان و مال و عزت کا احترام و مقدس رکھنے کی تاکید فرمائی ہے۔ میں نے ان صریح احکام کو پس پشت ڈال دیا اور بجائے احترام کے دیوانہ وار ضعیف مقتول پر جھپٹ پڑا اور اس کی جان لینے کا باعث بن گیا، میں مجرم ہوں اور قانونی حکم کے آگے اب میرا سر تسلیم خم ہے، مجھے اور کچھ کہنا نہیں ہے۔ حاضرین مجلس پر اس صاف اقبالِ جرم کا بہت گہرا اثر ہوا۔ ان سب نے موت کے منہ میں جانے والے نوجوان کی اسلامی صاف گوئی کی بیحد تعریف کی، خلیفہ نے بھی شاباشی دی کہ ایک مسلم نوجوان کو ایسا ہی کرنا چاہئے کیونکہ کسی سے کوئی برائی سرزد ہو جائے تو اس کو توبہ و ندامت میں جھجکنا نہیں چاہئے۔ اگرچہ تم ایک قاتل کی حیثیت سے عدالت میں کھڑے ہو لیکن میں تمہاری صداقت شعاری پر تمہیں مبارکباد دیتا ہوں۔ اسلام کو مسلمانوں سے ایسی ہی توقع ہے۔ اگرچہ وہ موت کے منہ میں ہو لیکن سچائی کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ مسلم سے یہ کمینہ پن نہیں ہو سکتا کہ وہ جھوٹ بولے۔ وہ جھوٹ کی لعنت کے عذاب سے واقف ہوتا ہے۔ مسلمان میں خواہ کتنے ہی عیوب ہوں۔ مگر وہ بزدل کبھی نہیں ہوتا۔ اور میں خوش

اور میں خوش ہوں کہ تم نے ایسے نازک وقت میں بھی اسلام کے ایک سپوت سا برتاؤ کیا ہے۔ بہرحال مجھے تمہاری حالت بے بسی پر افسوس ہوتا ہے۔ قانون کا نفاذ ہوگا اور تم پر قصاص واجب ہے۔ نوجوان نے کہا کہ امیر المومنین آپ افسوس نہ فرمائیں مسلمان کو مشیت الٰہی میں راضی برضا رہنا چاہئے۔ جب اسکی مشیت ہی ایسی ہے کہ مجھ پر قتل کا قصاص واجب ہو چکا ہے تو مجھے بھی اس میں کوئی عذر نہیں۔ لیکن میری ایک آخری درخواست ہے کہ اگر میں اپنے گھر واپس پہنچ جاؤں تو مجھے کچھ لوگوں کے قرضہ جات سے سبکدوش ہونا ہے۔ میں خدا کو کیا منہ دکھاؤں گا جبکہ میں حقوق العباد سے فارغ نہیں ہوا ہوں۔ میں قاتل سہی مگر مجھے غیر دیانتدار مرنے نہ دیجئے۔ مجھے یاد ہے کہ حضور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے رخصت کے وقت کس طرح متردد تھے کہ کوئی مقروض بغیر قرض ادا کئے نہ مرے۔ آپ نے واضح طور پر قرضوں کی ادائیگی کی تاکید فرمائی۔ بلکہ ذات گرامی نے خود، اپنے واسطے دریافت فرمایا، اگر کسی کا کوئی حق آپ پر باقی ہو تو آپ کی اس حیات مادی میں ہی وہ اپنے حق کا مطالبہ کرلے۔ آپ دنیا سے صرف اس وقت رخصت ہونا چاہتے تھے کہ آپ کا نامۂ اعمال غیر مؤدی حقوق سے پاک وصاف ہو، اور دنیا کی شرمساری خدا کے آگے کی شرمساری سے بدرجہا بہتر ہے۔ پس اگر میں مقروض مرتا ہوں تو میں پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا صحیح امتی نہیں ہوں اور آپ کے روشن نام پر ایک دھبہ لگانے والا ہوں۔ اس لئے اے امیر المومنین میری یہ استدعا ہے کہ آپ مجھے قصاص سے پہلے اتنی سی مہلت دیدیں کہ میں گھر جا کر اپنے قرضے ادا کر دوں۔ بس میری یہی آخری خواہش ہے۔ جملہ حاضرین اور خود خلیفہ ایکمرتبہ پھر اس نوجوان کے احساس ذمہ داری کی تعریف کرنے لگا اور سب نے اس کے معیار اخلاق و دیانت کو سراہا۔ کہ عین موت کے وقت جو چیز اس کے قلبی سکون کو متردد کئے ہوئے ہے وہ غیر ادا شدہ حقوق انسانی ہی تو ہیں، اور کیسا عظیم سانحہ ہے کہ اسلام کا ایسا مخلص سپوت موت کے گھاٹ اتارا جائے۔ لیکن اس کا کیا علاج تھا؟ قانون تو کسی کا انفرادی احترام کرتا ہی نہیں۔ مرنا اسے یقین ہے مگر ہر شخص چاہتا تھا کہ اسکی یہ آخری خواہش پوری ہو جائے۔ خلیفہ نے فرمایا، اچھا تمہاری یہ خواہش منظور کیجاتی ہے لیکن کوئی شخص اس امر کا ضامن بنے کہ تم قصاص کے وقتِ مقررہ تک گھر سے واپس آجاؤ۔ نوجوان نے کہا امیر المومنین! میں صرف اپنا قول بطور ایک معتبر ضامن کے پیش کر سکتا ہوں۔ کیونکہ ہر مسلمان کا قول ہی اسکی دستاویز عمل ہے۔ خلیفہ نے کہا کہ یہ تو صحیح ہے اور یہی ہر مسلمان سے توقع کی جاتی ہے کہ اگر اس کی جان بھی جاتی ہو تاہم وہ اپنی بات کا پابند رہے۔

لیکن قانون کی پابندی ضروری ہے۔ اور قانون محض مجرم کے الفاظ کو ضامن نہیں تصور کرتا اس لئے تمہیں کسی اور شخص کو بطور ضامن پیش کرنا چاہئے اس بات سے نوجوان مایوس ہوگیا۔ وہ وہاں محض ایک اجنبی تھا۔ بھلا ایسا کون ہوگا جو ایک اجنبی کے لئے بطور ضامن اپنی جان خطرے میں ڈال دے۔ وہ نہ سمجھ سکا کہ اب کیا کرے۔ یہ ایک سنگین معاملہ تھا۔ کیونکہ اگر وہ وقتِ مقررہ تک واپس نہ آسکا تو ضامن کو اپنی جان اس کے عوض قصاص میں دینی ہوگی اور اس کے لئے کسی اجنبی سے ایسی توقع کرنی ایک زیادتی ہے۔ اس مایوسی سے جملہ حاضرین پر نظر دوڑائی لیکن اُسے کسی سے کچھ کہنے کی جرأت نہ ہوسکی۔ وہ جانتا تھا کہ کسی سے ایسی استدعا کرنی بجائے خود ظلم ہے اسطرح وہ نوجوان پریشانی و مایوسی کا ایک مجسمہ بنا کھڑا تھا کہ سب کی متعجب نگاہیں ایک ضعیف العمر شخص پہ پڑیں' وہ مسجد کے ایک کونے سے اُٹھ کر کھڑے ہوئے اور انہوں نے بآوازِ بلند کہا کہ امیر المومنین میں اس نوجوان کا ضامن بنتا ہوں۔

یہ ابوذر غفاری رضی اللہ عنہٗ تھے جو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور صحابی تھے۔ نوجوان کو فوراً رہا کر دیا گیا۔ قصاص کے وقت معینہ پر واپس آجانے کا وعدہ کرکے وہ جلد ہی اپنے گھریلو معاملات سدھارنے کے لئے روانہ ہوگیا کہ خدا کے سامنے حاضر ہونے سے پیشتر ہی وہ بندوں سے اپنے معاملات طے کرلے۔ اس کا گھر دور تھا۔ وہ رات دن سفر کرتا رہا کہ وقت اس کے پاس کم تھا اور اسے قصاص کے وقت معینہ تک واپس آجانا ضروری تھا اس لئے مسلسل دوڑتا ہی رہا یہاں تک کہ گھر جا پہنچا سارے خاندان میں اسے دیکھ کر خوشی کی ایک لہر دوڑ گئی۔ اس کے چھوٹے چھوٹے بچے دوڑ کر اس سے لپٹ گئے۔ ہر ایک کی کوشش یہ تھی کہ وہ سب سے پہلے اس کی ٹانگوں سے لپٹ جائے اور باپ کی شفقت کا پیار حاصل کرے۔ اسکی بیوی اور اس کے والدین خوشی میں پھولے نہیں سماتے تھے کہ اتنی طویل غیر موجودگی کے بعد پھر وہ اپنے گھر واپس آگیا۔ بڑھیا نے اپنے بیٹے کی پیشانی پر محبت کا بوسہ دیا۔ لیکن خوشی کا یہ منظر دیر تک قائم نہیں رہا۔ اور حسرت والم کے بادل چھا گئے۔ جب سب نے دیکھا کہ نوجوان خود کچھ زیادہ مسرور نہیں بلکہ پریشانی و تردد کے آثار اس کے چہرے سے نمایاں ہو رہے ہیں، خاندان کے بڑے افراد سمجھ گئے کہ ہو نہ ہو دال میں کالا ہے۔ آخر کار ماں سے نہ رہا گیا اور وہ اضطراب میں بولی کہ بیٹا کیا بات ہے تمہیں کیا ہوگیا ہے۔ کہ تم اسقدر پریشانی و گھبراہٹ میں ہو۔ کچھ بتاؤ سہی کہ آخر بات کیا ہے۔ کچھ دیر مکمل خاموشی طاری رہی۔ نوجوان نے اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں سے چھپا لیا۔ وہ نہیں سمجھ سکا کہ گھر والوں سے اس سارے واقعہ کو کیونکر بیان کرے۔ اس کے بوڑھے ماں باپ کے لئے اس نوجوان کی خاموشی کے

چند لمحات دہرے طویل ہو گئے۔ انہوں نے اپنے بیٹے کی پیشانی پر اضطراب کی شکنیں پہلی ہی مرتبہ دیکھی تھیں جس سے دُور رس نتائج کا قیاس ہوتا تھا۔ آخر کار نوجوان نے سر اُٹھایا اور ہمت کر کے سکوت کے عالم کو یوں توڑا۔ پیاری ماں! جب میں ابھی بچہ ہی تھا تو آپ مجھے پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانۂ مبارک کے صحابہ کی بہادری کے حالات بیان کرتی تھیں کہ انہوں نے بہت سختیاں جھیلیں مگر زبان سے اُف تک بھی نہ کی۔ وہ اللہ کی مرضی کے مطابق چلنے میں اپنی اصلی مسرت محسوس کرتے تھے۔ انہوں نے خطرات کا اکثر خندہ پیشانی سے مقابلہ کیا۔ میدانِ جنگ میں انہوں نے بہادریاں دکھائیں اور جب فرائض کی ادائیگی نے ان سے مطالبہ کیا تو انہوں نے اپنی جانوں کو موت کے منہ میں جھونک دیا۔ نڈر اور بے خوف موت ان کے لئے گویا جنت کا دروازہ تھی۔ اے ماں بتائیے کیا آپ نے مجھ سے یہ سب باتیں نہیں کیں۔ جب نوجوان خطرات میں بہادریوں اور مشکلات میں ہمتوں کا اور موت کا تذکرہ کرتا رہا تو اس کے ضعیف والدین ایک سناٹے میں رُکی ہوئی سانس سے سنتے رہے۔ ان کا تردد حد سے زیادہ بڑھتا رہا۔ ان کی نظریں بیٹے کے چہرے پر گڑی ہوئی تھیں۔ اور مختلف قیاسات جوان کے دل میں آتے رہے اور دل ہی دل میں لرزتے رہے کہ خدا خیر کرے، اب وہ کیا کہنا چاہتا ہے۔ وہ سب متحیر تھے۔ ہاں ماں! نوجوان نے کہا کیا تم نے مجھے ان بہادر اصحاب کے والدین کی اولوالعزمی اور بلند ہمتی کی داستانیں نہیں سُنائی ہیں کہ وہ اپنے بچوں کو فرائض کی ادائیگی کے لئے خود آگے ہو کر آمادہ کیا کرتی تھیں اور ان سے کہتی تھیں کہ انسان کا مقولہ فرض شناسی یا موت ہی ہونا چاہئے۔ پس اب تو وقت آگیا ہے کہ ہمارے اسلامی دعوؤں کا امتحان لیا جائے۔ ہمت رکھو تو میں کہوں۔ والدین کوئی منحوس خبر سننے کے لئے تیار ہو گئے اور بیٹے سے کہا کہ وہ بے تأمل کہہ ڈالے جو کہنا چاہتا ہے۔ انشاء اللہ وہ ثابت قدمی کا ثبوت دینگے

تب نوجوان نے وہ سارا واقعہ بالتفصیل سُنایا اور کہا کہ اب میں یہاں ہوں آپ لوگوں کے پیارے بیٹے کیطرح۔ آپ لوگوں کے غم و خوشی میں شریک ہونے کے لئے نہیں بلکہ صرف آپ لوگوں کی آخری قدم بوسی کے لئے اور آپ سے ہمیشہ رخصت ہونے کے لئے۔ اب اس یہودی کو بلوا لیجیے جس کا میں مقروض ہوں مجھے جلدی کرنی چاہئے، میرے پاس صرف اتنا وقت ہے کہ میں حساب کر کے وقتِ معینہ تک واپس پہنچ جاؤں۔ نوجوان کی اس صراحت نے والدین کو دم بخود کر دیا۔ آنسوؤں کی لڑیاں انکے عمر رسیدہ و پرسکون چہرے پہ لڑھک گئیں۔ انہیں اس صدمے سے عہدہ برآ ہونے میں کچھ دیر لگی اور ماں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی پوری ہو کر رہے گی جو کچھ ہونا ہے وہ ہو کر رہے گا۔ مگر تم اپنی بات پر قائم رہو۔ دنیا ایسا نہ کہنے پائے کہ مسلمان خاتون کا بیٹا اپنی جان بچانے کی لالچ میں احکام اسلامی سے

مُنحرف ہوگیا یہودی قرض خواہ آئے۔ یہودی بحیثیت
قومی بھی انسانیت کے جذبات سے ناآشنا ہوتے ہیں۔ وہ
بقول شکسپیر "ایک پونڈ گوشت انسانی ہی سے اپنے
قرضہ کی ادائیگی ضروری سمجھتے ہیں۔ جب انہوں نے
دیکھا کہ نوجوان کو جلدی ہے اور صرف چند گھنٹوں کی مہلت
ہے تو انہوں نے اس موقع سے بھی ناجائز فائدہ اٹھانا
چاہا۔ اور ایک پونڈ گوشت سے بھی زیادہ کمائی کرنے
پر تُل گئے۔ نوجوان کے پاس ادائیگی کے لئے زرِ نقد نہیں
تھا۔ اسے یہ قرضہ جات اجناس اور ریوڑ سے ادا کرنے
تھے اور ان کی قیمتوں کا تعین وتقرر ان یہودیوں کے
ہاتھ میں تھا۔ انہوں نے تمام مال کی بہت کم قیمت لگائی
اور بازاری قیمت سے نصف سے بھی کم مالیت کا تعین
کیا۔ قرضہ جات کی ادائیگی فوری کرنی تھی۔ اسطرح نوجوان
اپنی ملکیت وسامانِ معیشت کا بڑا حصّہ ان یہودیوں
کو نذر کرنے پر مجبور ہوگیا لیکن اس سے بھی سخت گھڑی
آنی باقی تھی یعنی روانگی کی ساعت۔ اونٹ کس کر
لے آیا گیا تھا۔ نوجوان کو سب گھر والوں سے خیرباد کہہ کر روانہ
ہوجانا چاہیئے تھا لیکن خاندانی بندشوں سے آزادی
حاصل کر لینا کوئی آسان کام نہ تھا۔ ماں باپ آنسوؤں
اور سسکیوں اور محبت کے بوسوں سے اپنے ہمیشہ کیلئے جُدا
ہونے والے کو گلے لگا رہے تھے۔ اور بیوی سے جب شوہر
نے جُدائی کے لئے اسکی طرف توجہ کی اور اپنے محبوب سے دائمی
مفارقت کے آخری سلام کیلئے بڑھی تو بے ہوش ہوکر

گر پڑی۔ زمین پہ ایک وندھی لاش سی زلفیں خاک و دھول
میں بکھری ہوئیں بے حس وحرکت اپنے حال سے بے خبر،
نوجوان جھکا اور اس کو اٹھایا۔ اب بھی اس نے ہمت نہیں
ہاری تھی لیکن وہ جب قریب ہی کھڑے ہوئے تعجب میں
منہ تکتے بچوں کیطرف متوجہ ہوا تو اس کے آہنی ارادہ میں
تزلزل آنے لگا۔ وہ ان کے درمیان سر ٹیک کر بیٹھ گیا اور
جوں جوں بچے اس سے لپٹ اور چمٹتے رہے ان کو سینے
سے لگا لگا کر پیار کرتا رہا۔ بڑے لڑکے نے کہا ابا جان!
خدارا آپ مت جائیے۔ جب نوجوان اٹھا تو چھوٹے دو نو
بچے اسکی ٹانگوں سے لپٹ گئے اور انہوں نے رونا شروع کیا کہ
ہمیں بھی اپنے ساتھ ہی لے چلئے۔ ایکمرتبہ نوجوان کی ہمت
جواب دینے لگی۔ ان معصوم مگر پیارے بچوں کی جُدائی نے
جو یہ خیال کر رہے تھے، ان کی ماں مر چکی اب باپ بھی
رخصت ہو رہا ہے، اس کے قلبی سکون کو برباد کر دیا۔ کوئی پولیس
افسر تو قریب تھا ہی نہیں، صرف نوجوان کے قول نے اس کو
واپسی کے لئے پابند کر رکھا تھا۔ اور پھر وہ ایسے دُور دراز
مقام میں آباد تھا کہ وہاں کوئی قانونی ہاتھ اس کی گرفتاری
کے لئے نہیں بڑھ سکتا تھا۔ پھر کیوں محض ایک بات کی لاج
کے لئے وہ اپنے سارے خاندان کی مسرّتوں کو عمر بھر کے لئے
پامال کر دے؟ وہ کیوں ان معصوموں کے دل کو توڑے؟
وہ خود مجرم تھا۔ سارے خاندان نے تو کوئی گناہ نہیں کیا
تھا پھر ان سب کو کس قصور کی سزا دیجا رہی ہے، اور یہ سب
خیالات اسکے دل میں گھر کر رہے تھے تو ایسا معلوم ہوتا تھا

کہ خون کے رشتے اسکی روحانیت کے علو کو مغلوب کئے دے رہیں لیکن آخری گھڑی آچکی تھی۔ اب اسے رکاب میں پاؤں ڈال کر سوار ہوجانا اور فوراً روانہ ہوجانا چاہیئے تھا۔ یہ زندگی کے اس صبر آزما چوراہے پہ کھڑا ہوا نوجوان کھو گیا کہ آخر کونسی راہ اختیار کرے۔ اسلام کا مطالبہ تھا کہ اس کو قصاص کے لئے حاضر ہوجانا چاہیئے لیکن والدین زن و فرزند کی محبت نے اُسے کھونٹے کی طرح گھر کے صحن میں گاڑ دیا تھا۔ اس کے اندر متضاد خیالات کی جنگ تھی۔ یہ جدال جسم و روح کا تھا لیکن یہ سب ہیجان عارضی و ساعتی تھا۔ نوجوان کا جذبہ اسلام غالب آیا۔ اُسے یہ یاد آگیا کہ قرآنی حکم اس امر میں صاف ہے کہ خبردار تمہارے اموال و اطفال تمہیں خدا کے راستے سے نہ بھٹکنے دیں۔ اس کے ساتھ ہی اس نے قطعی فیصلہ کر لیا کہ وعدے کے ایفا میں ماں باپ یا اولاد و مال کی محبت رکاوٹ نہیں بننی چاہیئے۔ آنسوؤں اور چیخوں میں سے نکلتا ہوا وہ کود کر اونٹ پر سوار ہوگیا اور اپنی تقدیر کا لکھا ہوا بھگتنے کے لئے مدینہ طیبہ روانہ ہوگیا۔ عزیز و اقارب کی نظروں نے جہاں تک ہوسکا اس کا تعاقب کیا لیکن وہ نگاہوں سے اوجھل ہوگیا۔ نوجوان نہایت تیز رفتاری سے دوڑتا رہا کیوں؟ اس لئے کہ وہ اپنی جان دے۔ یہ بڑے تعجب کی بات ہے مگر ایک مسلمان کی زندگی ایسے قانون سے وابستہ ہے۔ جب وہ ایکمرتبہ وعدہ کر لیتا ہے تو اس کے ایفا میں جان تک کی پرواہ نہیں کرتا۔ اور تاریخ اسلام ایسی بے شمار شاندار مثالوں سے بھری پڑی ہے۔ چنانچہ اسلام کے اس سپوت نے قومی روایت کے احترام کو برقرار رکھا۔ موت اس کے لئے اپنا بھیانک منہ کھولے کھڑی تھی۔ مگر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ جان نثار اپنے قدم اس صراط مستقیم سے نہیں ہٹا سکتا تھا۔ وہ مدینہ منورہ کی طرف بڑھتا ہی رہا۔ باوجود تمام کوششوں کے اُسے دیر ہوگئی۔ راستے میں اسکی رکابیں ٹوٹ گئیں اور اسے ان کی مرمت کیلئے کہیں ٹھہرنا پڑا اسمیں کچھ دیر لگی۔ قصاص کا وقت آپہنچا مگر وہ ابھی تک مدینے نہیں پہنچ سکا تھا۔ مدینہ میں اس عرصے بہت سنسنی پھیل چکی تھی۔ لوگ مسجد میں جمع ہوچکے تھے۔ ضامن ابو ذر غفاری بھی وہاں موجود تھے۔ نوجوان کا انتظار ہر لمحہ ہو رہا تھا۔ قصاص کا وقت آیا بھی اور گذر بھی گیا لیکن نوجوان کا کہیں پتہ نہ تھا۔ ابو ذرؓ کی وجہ سے لوگوں کی پریشانی انتہائی شدت اختیار کر چکی تھی۔ کیونکہ اب ادھر بھی مختلف قیاسات کئے جا رہے تھے۔ کہ شاید نوجوان دھوکہ دے گیا یا کچھ اور ہوا۔ ہر شخص کہتا رہا کہ ابو ذر کیا اب وہ بے قصور مارے جائیں گے لیکن ابو ذر اپنی جگہ خاموش اور مطمئن تھے۔ جو کچھ نوشتۂ تقدیر ہے قلم اسے لکھ کر سوکھ چکا ہے اس لئے مسلمان کو طوعاً مشیت الٰہی کے آگے سر تسلیم خم رکھنا چاہیئے۔ مگر اسکی مرضی ہی ایسی ہے کہ میں اس ضمانت میں جان دوں۔ تو میں بھی اس کے لئے بلا تامل تیار رہوں۔ لیکن ابو ذرؓ نے بھی اپنا سر قلم کئے جانے سے پیشتر اپنی ایک آخری خواہش کا اظہار کیا کہ دنیا سے رخصت ہوجانے سے پہلے انہیں ایک

آخری دوگانہ ادا کر لینے دیا جائے۔ چنانچہ جب وہ نماز سے فارغ ہو چکے تو قصاص کے لئے آکر بیٹھ گئے۔ اتنے میں دور سے کچھ گرد وغبار اٹھتا ہوا دکھائی دیا۔ ٹھہرو، ٹھہرو، خلیفہ نے حکم دیا، جب کہ جلاد اپنا کام شروع ہی کرنے والا تھا۔ ٹھہرو شاید یہ غبار کا بگولہ اس نوجوان کی آمد کا ہی ہو۔ جلاد اپنا ہاتھ روک لیا۔ تمام نگاہیں اب گرد آلود مطلع کی طرف لگی ہوئی تھیں۔ پہلے پہل دھندلکے میں کچھ معلوم نہیں ہوا۔ لیکن جونہی وقت گزرتا گیا اور گرد قریب آتی گئی امیدیں بڑھتی رہیں۔ یہ کوئی شخص تھا جو اونٹ پر سوار دوڑا چلا آرہا تھا، اور ہر شخص کے جی میں جی آیا۔ جب آنیوالا سوار وہ نوجوان ہی نکلا جس کا بے چینی سے انتظار ہو رہا تھا۔ ابوذر ؓ کو ہر طرف سے مبارکباد کی خوش آیند آوازیں ملنے لگیں اور مجمع کا جوش بڑھ گیا۔ وہ نوجوان آہی پہنچا۔ جوں ہی اس نوجوان نے صحن مسجد میں قدم رکھا سب سے پہلے اظہار افسوس کیا کہ مجھے یہاں پہنچنے میں دیر ہو گئی ہے۔ میں وقت پر نہیں پہنچ سکا۔ مجھے سب کی زحمت انتظار کا بے حد ملال ہے۔ میں سب سے زیادہ اپنے محسن سے معافی کا طلبگار ہوں، جنہوں نے مجھ اجنبی کی خاطر اپنی جان خطرے میں ڈالی تھی اور میری دیر میں آنے کی وجہ سے انہیں بھی بے چینی کی گھڑیاں گزارنی پڑیں ہوں گی۔ لیکن میرے بس کی بات نہ تھی اور یہ کہکر اُس نے دیر لگنی کی وجہ تفصیل سے بیان کر دی۔

ہر شخص جہاں ابوذر ؓ کی قربانی کی تعریف کر رہا تھا، وہاں اس نوجوان کی ایفائے وعدہ کا بھی معترف تھا۔ خلیفہ خود بہت متاثر تھے اور انہوں نے نوجوان سے جو راستے کی تھکان سے نڈھال ہو رہا تھا قصاص سے پہلے آرام کر لینے کو فرما دیا۔ جب کہ خلیفہ، ابوذر رضؓ، نوجوان، مستغیثان اور جملہ حاضرین مجلس مسجد میں بیٹھے تھے تو خلیفہ نے ابوذر ؓ سے دریافت فرمایا، کہ ابوذر تمہیں اس اجنبی نوجوان کی خاطر اپنی جان خطرے میں ڈالنے کیلئے کس چیز نے آمادہ کر دیا تھا۔ اس صحابی رسول مقبول نے جواب میں گذارش کیا کہ امیر المومنین جب اس اجنبی نے مایوسانہ نگاہیں حاضرین مجلس پر ڈالی کہ آیا کوئی خدا کا بندہ اس کی امداد کو بطور ضامن اُٹھتا بھی ہے یا نہیں تو قلبی ندامت سی آئی، کہ مسلمانوں کے ایک اجتماع میں ایک مسلمان اپنی مایوسی سے ہر ایک کی طرف دیکھے اور محض اجنبیت کی وجہ سے کسی سے کچھ نہ کہہ سکے تو میرے دل میں خیال آیا، کہ ضرورت و احتیاج کے وقت ایک مسلمان دوسرے مسلمان کی امداد و معاونت کیلئے نہ کھڑا ہو سکے تو سب مومن ایک دوسرے کے بھائی ہیں، یہ محض ایک زبانی ادعا ہو گا، اس خیال سے میں کھڑا ہو گیا کہ خواہ کچھ بھی ہو میں اسلام کا نام بدنام نہیں ہونے دونگا۔ ان الفاظ سے ہر شخص بہت متاثر ہوا۔ پھر خلیفہ نے اس نوجوان کی طرف منہ موڑا اور فرمایا کہ اے نوجوان تجھے کس چیز نے مجبور کیا کہ تو باوجود یہاں سے چلے جانے کے بعد

پھر اپنی موت کے منہ میں پڑ جانے کے لئے واپس
بھاگا ہوا چلا آیا۔ امیرالمومنین! نوجوان نے کہا میرے
لئے نہ آنا بہت آسان تھا مجھے نفس بھی فریب دیتا
رہا اور خواہشیں بھی گھیرے رہیں۔ میرا گھر بھی جنگل کے
بیچ میں ایسے دور دراز مقام پر ہے جہاں قانون کا
نفاذ کرنے والا ہاتھ آسانی سے نہیں پہنچ سکتا وہاں
کوئی شخص مجھے واپسی پر مجبور کرنے والا بھی نہیں
تھا۔ اور پھر میرے ساتھ معمر والدین کے مغموم چہرے
بھی تھے جو آنسوؤں سے تر ہو رہے تھے۔ میری محبوبہ
بیوی بھی تھی جو میری جدائی کے خیال سے بیہوش
ہو کر خاک میں لتھڑی پڑی تھی۔ میرے پیارے ننھے ننھے
بچے بھی تھے جو میری ٹانگوں سے لپٹے مجھے روک
رہے تھے۔ اور ان سے نجات پالینا آسان کام تھا
لیکن جب جب یہ خون کے مادی رشتے مجھ پر غالب
آتے رہے تو میری روح بھی پکارتی رہی کہ آخر تو
بانئ اسلام کو کیا منہ دکھائے گا۔ میں نے فیصلہ کر لیا
کہ میں اسلام کے نام پر دھبہ نہیں آنے دوں گا۔
اور یہ سوچ کر لوگوں کو روتا چیختا بلکتا چھوڑ کر میں
اونٹ پر سوار ہو گیا۔ حاضرین میں پھر ایکبار جوش
وحمیت اسلام کی لہر دوڑ گئی۔ انہوں نے نوجوان
کے جذبۂ اسلامی کی تعریف کی اور اسوقت سارے
مجمع پر ایک اسلامی رنگ تقدس چھا گیا جس سے

مقتول کے دونوں بیٹے مستغیثان بھی متاثر ہوئے بغیر نہ
رہ سکے۔ امیرالمومنین! وہ دونوں پکار اٹھے کہ یہ نوجوان ہمارے
باپ کا قاتل ہے اور ہم استغاثہ لے کر اس دربار میں حاضر ہوئے
کہ اس کو اس کے کرتوت کی سزا ملیگی۔ لیکن اب ہم سوچنے
پر مجبور ہیں کہ اس قصاص لینے کے اصرار میں ہم اسلامی قانون
عفو و درگذر کی خلاف ورزی کے مرتکب ہو جائیں گے۔
دانت کے بدلے دانت اور آنکھ کے بدلے آنکھ قدیم
قانونی معاشرت ہے لیکن اسلام نے ہمیں اس سے بھی اعلیٰ
اصول کی تعلیم دی جو عفو ہے۔ قرآن شریف میں حکم
ہے کہ اللہ کے نزدیک قصاص لینے سے زیادہ بہتر یہ ہے
کہ عفو و درگذر سے کام لیا جائے۔ ہم دنیا سے یہ نہیں کہلوانا
چاہتے کہ دونوں مستغیث ایسے کم ظرف تھے کہ وہ جرم کو معاف
کرنے اور قصور کو بھول جانے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتے
تھے، ہم اسلام کا نام بدنام ہونے نہیں دیں گے۔ اس
لئے ہم اس نوجوان کو معاف کرتے ہیں۔
مجمع نے اللہ اکبر کا فلک بوس نعرہ لگایا۔
اور سب کو خوشی ہوئی کہ ایسا الجھا ہوا معاملہ نہایت
حسن و خوبی و خوش اسلوبی سے طے ہو گیا۔

والحمد للہ والمنہ

زریں اقوال

پیشکش:-
محمد اللہ بخش
متعلم جماعت سوم۔ دارالعلوم لطیفیہ ویلور

۱- کیا تم دوسروں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور خود کو بھول جاتے ہو۔ (قرآن پاک)

۲- جو لوگ مسلمانوں پر الزام لگاتے ہیں جو انہوں نے کیا ہو، تو وہ لوگ بدترین گناہ کے مرتکب ہیں۔ (قرآن پاک)

۳- تم میں سب سے خراب وہ شخص ہے جس کے اخلاق اچھے نہیں۔ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم)

۴- جس نے افتادہ اور بنجر زمین پر کھیتی کی تو اس کا بھی ثواب ہے۔ (محمد صلے اللہ علیہ وسلم)

۵- مظلوم کی آہ سے پرہیز کرو کیونکہ اس کے اور خدا کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہوتا۔ (محمد صلے اللہ علیہ وسلم)

۶- مجلس میں ہمارا ہر فعل ایسا ہو جس سے حاضرین کی عزت جھلکتی ہو۔ (لقمان حکیم)

۷- تین چیزیں ہوشیاری سے اٹھانا چاہیے: قدم۔ قلم۔ قسم (حضرت علی رضی اللہ عنہ)

۸- ہر علم کے ساتھ عمل کرو کیونکہ بے عمل عالم، بے جان جسم ہے۔ (امام ابو حنیفہؒ)

۹- جو اپنے آپ کو عالم بتائے وہ جاہل ہے اور جو اپنے آپ کو جنتی بتائے، وہ دوزخی ہے۔ (عمر فاروق رضی اللہ عنہ)

۱۰- جسم کی سلامتی کم کھانے میں اور روح کی سلامتی گناہ سے بچنے میں ہے۔ (شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانیؒ)

۱۱- لوگوں سے خندہ جبینی سے پیش آنا بڑی نیکی ہے۔ (حضرت علی رضی اللہ عنہ)

۱۲- ذلیل وہی ہے جو بخیل ہے۔ (سید الشہداء امام حسین رض)

۱۳- جو غصہ کرے وہ متکبر ہے۔ جو گالی دے، وہ کمینہ ہے۔ جو انتقام کے درپے ہو، وہ درندہ ہے، اور جو ضبط کرے وہ صابر اور کامل انسان ہے۔ (حضرت غوث الاعظم رض)

نظم

از
حافظ سید محمد یوسف
طاہر فرقانی لدھیانوی
متعلم جماعت پنجم
دار العلوم اللطیفیہ

ہے سبق آموز یہ رنگِ جہاں میرے لئے
آج روشن ہیں زمین و آسماں میرے لئے
عدل و طاعت اور وفا اوصاف ہیں انسان کے
ہے یہ دنیا اک مُقامِ امتحاں میرے لئے
اس جہانِ فانی سے مجھکو نہیں کچھ چاہئے
ہے مرے سینے میں قرآں ارمغاں میرے لئے
ہے یہ دُنیا اک سمندر، کشتی میری زندگی
ہے مرا ایمان یارو بادباں میرے لئے
آستانِ جنّت الفردوس کی ہے نردباں
خدمتِ انساں کا پیشہ بے گماں میرے لئے
ہے یہ دنیا اک چمن انجام اس کا ہے خزاں
کیوں بنایا جائے کوئی آشیاں میرے لئے
کہہ دو طاہر آسماں کو کیا سمجھ بیٹھا ہے تو
جان لے تُو ہے کھلا وہ لامکاں تیرے لئے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

بجز حُبِ محمدؐ کامل ایماں ہو نہیں سکتا

مولوی سید محمد حنیف غازی کٹھراوی ضلع چتور
(ادیب فاضل مدراس یونیورسٹی)
در جماعت دارالعلوم لطیفیہ،
حضرت مکان قطب ویلور قدس سرہ

ایماں ہے جس کا نام وہ حُبِ رسولؐ ہے
جب یہ نہیں تو ساری عبادت فضول ہے

دُنیا میں ہر ایک کو کسی نہ کسی چیز سے محبت ضرور ہوتی ہے اور وہ شخص اس شئی کا گرویدہ اور اس کی طرف مائل نظر آتا ہے یہاں تک کہ یہ احساس حیوانوں میں بھی پایا جاتا ہے جیسے چکور چاند کا عاشق ہے تو بلبل پھول کا۔ اسی طرح پروانہ اپنی جان شمع پر نثار کرنا چاہتا ہے۔ مگر انسان کا اپنی محبوب چیز سے مانوس ہونا کسی نہ کسی فائدہ کے تحت ہے مثلاً کوئی مال و زر کا خواہاں ہے تو اس لئے کہ اس سے دنیا میں ہر قسم کی راحت بہم پہنچائی جاسکتی ہے۔ کوئی تاج و تخت کا دلدادہ ہے تاکہ وہ اہل دنیا پر حکومت کرے اور اس کی سلطنت اس کے لئے باعث شہرت ہو۔ اسی طرح کوئی بلند و بالا عمارتوں کی خواہش رکھتا ہے تو کوئی حسن پرست نظر آتا ہے۔ بہرحال ہر ایک کو کسی نہ کسی چیز سے انسیت ضرور ہوتی ہے۔

مگر ایک سچے مسلمان کا عشق ان تمام عاشقوں سے کہیں بلند تر ہے۔ اس کے لئے جو چیز باعث فخر و ذریعۂ نجات ہوسکتی ہے تو وہ صرف اللہ اور اس کے رسولؐ کی محبت اور اطاعت ہے اور وہی اس کے لئے سب کچھ اور ساری نعمتوں پر قیمتی ہے۔ خدائے قدوس قرآن کریم میں اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی کہلواتا ہے قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفرلکم ذنوبکم واللہ غفور الرحیم فرمادیجئے ای محبوب صلی اللہ علیہ وسلم (ان لوگوں سے جو اللہ کی محبت کا دعوی کرتے ہیں) اگر تم اللہ تبارک و تعالیٰ کو محبوب رکھتے ہو تو میری اتباع کرو تمہیں اللہ تعالیٰ اپنا مقرب پیارا بنالیگا اور تمہارے گناہوں کو بخش دیگا تو کہیں ارشاد ہوتا ہے ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ جس نے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی بیشک تحقیق اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ اس آیت پاک میں اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کی محبت کو بعینہ اپنی محبت قرار دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لا الٰہ الا اللہ کا پڑھنے والا خدا کی وحدانیت کا قائل تو ہوسکتا ہے مگر حقیقت میں مسلمان نہیں ہوسکتا جبتک کہ محمد الرسول اللہ کا زبان و دل سے اقرار نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کو پانے کیلئے

تم لاکھ سعی کرو مگر وہ نہیں مل سکتا جب تک کہ دامنِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا سہارا نہ لیا جائے۔ اور رسول کا حقیقی عشق اپنے دلوں میں پیوست نہ کر لیا جائے۔ خدائے کریم اپنے تبرک کلام میں ارشاد فرماتا ہے ما اٰتکم الرسول فخذوہ ومانھٰکم عنہ فانتھوا جو تمہیں تمہارا رسول دیدے اسے خوشی سے قبول کر لو اور جس سے باز رہنے کی تاکید کرے اس سے رک جاؤ۔ چونکہ رسول کا فرمان اللہ کا فرمان ہے۔ اس آیتِ شریفہ سے اس حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے کہ خدا تک پہنچنے اور اس کے محبوب نظر بننے کیلئے اس کے رسول کی غلامی اور اطاعت ہی پر منحصر ہے سہ

بجز حبِّ محمدؐ کامل ایماں ہو نہیں سکتا
خدا کا ماننے والا مسلماں ہو نہیں سکتا

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لا یؤمن احدکم حتیٰ اکون احبّ الیہ من والدہٖ وولدہٖ والناس اجمعین تم میں سے کوئی مومن نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ ہو جاؤں میں تمہارے نزدیک زیادہ پسند کیا جانے والا اپنے ماں باپ بچوں اور تمام لوگوں سے۔ انسان کی نظر میں سب سے زیادہ قیمتی اور پیاری چیز اپنے ماں باپ و بچے ہوتے ہیں۔ مگر فرمانِ رسول ہے کہ اس وقت تک کوئی شخص مسلمان نہیں ہو سکتا اور نہ حلاوتِ ایمان سے واقف ہو سکتا ہے جب تک کہ میں اسکی ساری محبوب چیز دل سے محبوب نہ ہو جاؤں۔ تو اس سے نتیجہ روزِ روشن کی طرح عیاں ہو گیا کہ ایک سچے مسلمان کے لئے کوئی چیز زیادہ محبوب ہو سکتی ہے اور کسی سے عشق حقیقی ہو سکتا ہے تو وہ صرف خدا اور اسکے رسول کی محبت اور ان کا عشق ہے۔ چنانچہ دورانِ جنگ احد کا ایک واقعہ جو تاریخ کا زرین باب بن گیا ملاحظہ ہو! کہ ایک خاتون مدینہ سے پریشاں حال پراگندہ بال جنہیں کسی چیز کا سدھ نہیں تھا دوڑی چلی آرہی تھی۔ اثنائے راہ میں خبر ملی کہ ان کا بھائی میدانِ جنگ میں کام آیا پھر ان کے باپ کی شہادت کی خبر ملی۔ تو وہ دل تھام کر انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھیں اور پھر آگے بڑھیں۔ اتنے میں مسلسل اپنے بیٹے اور شوہر کی خبر ملی کہ وہ بھی راہِ خدا میں شہید ہو گئے تو وہ کمال صبر کے ساتھ دوبارہ انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھیں اور اشتیاق کے ساتھ پوچھنے لگیں۔ کیا خدا کے رسول زندہ ہیں؟ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اطمینان ہو گیا تو بے اختیار ان کی زبان سے نکلا کل مصیبۃ بعدک جلل آپ کے بعد ہر مصیبت واقع قیامت ہے مگر آپ کے ہوتے ہوئے ساری مصیبتیں ہیچ ہیں۔ گویا اس خاتون نے ان تمام جانوں کو اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ سمجھا اور آپ کی خیریت پر اتنی مسرور ہوئیں کہ سارے غم کافور ہو گئے اور ہر مصیبت ہیچ نظر آنے لگی۔

اسی طرح ایک اور واقعہ دامنِ تاریخ کے لئے زیب و زینت کا باعث ہوا یہ کہ حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کافروں نے پکڑ کر تختۂ دار پہ لا کھڑا کیا اور ان کے سینے کو

نیزہ سے چھید کر پوچھا کہ "کیا تم یہ پسند کروگے کہ تم اپنی
جان سے بچ جاؤ اور محمدؐ تمہاری جگہ لے لیں؟ قربان
جائیے اس محبِ صادق کے اس جواب پر، فرمایا خدا خوب
واقف ہے کہ میں جان و مال کی سلامتی اور کسی چیز کی آرزو میں
دلانے سے کبھی یہ پسند نہ کروں گا کہ اس کے بدلے حضور
اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قدمِ اقدس میں ایک
کانٹا بھی چبھے۔ اور جب انہیں پھانسی دی جا رہی تھی،
تو زبان پر یہ کلمات جاری تھے۔" خدایا تو خوب واقف ہے
کہ تیری راہ میں اور خاص کر تیرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم
کے نام پر جان دے رہا ہوں۔ مجھے فخر ہے کہ مجھ سے
ایسی خدمت لی جا رہی ہے، مگر اے رب العالمین یہ آخری
مدعا ہے کہ مجھ پر اس حال میں اتنا کرم فرما کہ دامن صبر اپنے
ہاتھوں سے نہ چھوٹے اور جب جان نکلے تو تیرے اور تیرے
حبیبؐ کا ذکر میرے ہونٹوں پر ہے لا الٰہ الا اللہ
محمد الرسول اللہ۔"

دنیا میں آج تک بے حساب شہنشاہ گذرے ہیں
مگر کہیں سے بھی ایک واقعہ ایسا نہیں ملتا کہ ان کے احباب
ان پر اپنی پیاری جانوں کو بخوشی قربان کر دیئے ہوں،
کیوں، انہیں خوب معلوم تھا کہ اگر یہ محبت کرتے ہیں
تو بادشاہِ وقت سے کسی دنیوی نعمت کے حصول کے لئے
کرتے ہیں تاکہ وہ اس نعمت سے اپنے جسم و جان کی راحت
کا سامان کریں۔ پھر جب جان و جسم سے ہاتھ دھو لیا جاتا
ہے تو یہ دنیا کی ساری نعمتیں کس کام کی؟ یہی وجہ ہے
کہ کوئی کسی پر قربان ہونے کے لئے اپنے آپ کو آگے
نہیں بڑھایا۔ مگر سیرت رسولؐ کا ہر ہر ورق شاہد ہے، کہ
آپ کے احباب اور آپ کے غلام اپنی ہر چیز تو کیا اپنی جانوں
کو بھی اپنے آقا پر نچھاور کر کے دنیا کو یہ بتلا دیا کہ غلام رسولؐ
اپنے آقا کے لئے کیا نہیں کرتا، اپنی جان کی بھی بازی لگا سکتا
ہے اور اپنا سر صدقہ میں بھی پیش کر سکتا ہے جیسا
کہ مذکورہ واقعات سے معلوم ہوا۔ دھن دولت مال و زر کو
لٹا کر جو اس کو حاصل ہوتا ہے اس کو دنیا و ما فیہا کی ساری
نعمتوں پر ترجیح دیتا ہے۔ چنانچہ لب پاک مصطفےٰ صلی اللہ
علیہ وسلم کی جنبش پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ،
نے اپنے سارے مال کو دو حصوں میں تقسیم کیا اور ایک حصہ
خدمت رسولؐ میں پیش کر دیا۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضؓ
نے اپنے سارے ساز و سامان کو پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم
کی خدمت میں حاضر کیا اور اپنی بے لوث محبت کا ثبوت دیا،
اور عرض کیا حضور آپ کے ہوتے ہوئے مجھے کچھ نہیں چاہئے۔

پروانہ کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس
صدیقؓ کے لئے ہے خدا کا رسولؐ بس

صدیق اکبرؓ نے اپنے سارے مال کو رسول پاکؐ
کے ادنیٰ اشارے پر نچھاور ہی نہیں کیا بلکہ عشق رسولؐ
میں اپنی پیاری جان کی قربانی کی بھی مثال پیش کی ہے۔
ہجرت کے موقعہ پر غارِ ثور میں آپؓ کو جس شدید اذیت کا سامنا
کرنا پڑا، دنیا کی تاریخ پیش کرنے سے قاصر ہے۔ ایک طرف
سانپ پائے مبارک کو ڈس رہا ہے دھیرے دھیرے زہر

سارے جسم میں سرایت کر رہا ہے اور لمحہ بہ لمحہ آپؓ کا حال بگڑتا جارہا ہے تو دوسری طرف اللہ کے حبیبؐ آپؓ کے زانو مبارک پر سر اقدس رکھے آرام فرمارہے ہیں۔ ادھر جان کا خوف ہے اور اُدھر پیارے حبیبؐ کی نیند کا خیال، لیکن حبیبِ خدا کے حبیبؓ نے اپنی جان گھٹتے گھٹتے دے دینا پسند کیا مگر اپنے آقا کو نیند سے بیدار کرنا ہرگز گوارا نہ کیا، زہر کے اثر اور سانپ کے نوچنے کی تکلیف برداشت سے باہر ہوگئی تو آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے یہاں تک کہ ایک دو قطرے چہرۂ نبوتؐ پر گرے جس سے حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوگئے۔ ارشاد فرمایا: اے صدیق! تمہارا یہ کیا حال ہے؟ عرض کیا حضورؐ کوئی زہریلا کیڑا اس سوراخ سے نکلنا چاہتا ہے اور ہر طرف سے راستہ بند پاکر بار بار میرے پیر کو نوچ رہا ہے جس کے زہر کے اثر سے میرا یہ حال ہو رہا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اپنا پیر ہٹالو۔ عرض کیا اے حبیبؐ مجھے خوف ہے کہ اسکی وجہ سے کہیں آپ کو تکلیف نہ پہنچے۔ آپؐ نے فرمایا نہیں وہ کچھ نہیں کرے گا۔ آخر حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے اطمینان دلانے کے بعد آپؓ نے پیر اٹھایا دیکھا تو واقعی سانپ تھا جو کئی صدیوں سے حضورؐ کی زیارت کے لئے بیتاب تھا۔

کوئی شخص جب اپنی محبوب چیز کو خریدنا چاہتا ہے تو اس کو روپئے کے جانے کا غم نہیں ہوتا بلکہ اس شئی کو پاکر اس کا دل باغ باغ ہو جاتا ہے اور جب اس کو کام میں لاکر اپنے کو کامیاب پاتا ہے تو پھر اس کے مسرت کی انتہا نہیں رہتی۔ اسی طرح شراب عشق کے متوالے اپنی محبوب چیز خدا و رسولؐ کی محبت کے لئے ہر طرح کی قیمت لگانا باعث فخر سمجھتے ہیں جس طرح ایک عاقل یہ سمجھتا ہے کہ مال و زر آدمی کی سہولت کے لئے عطا ہوا ہے اسی طرح کچھ ایسا ہی ان عاشق کا عقیدہ بھی ہے کہ مال و دولت تو کیا ساری چیزیں جو اسے عطا ہوئی ہیں اسی نعمتِ عظمیٰ کی تحصیل کے لئے ہیں۔ جب اس کے لئے مال و زر کی ضرورت پڑتی ہے تو وہ اس کو پانی کی طرح بہاتا ہے۔ جب جسم و جان کی ضرورت پڑتی ہے تو بسرور اپنا سر حاضر کر دیتا ہے۔ چونکہ یہ اپنی ساری چیزیں لٹا کر بھی اپنے کو گھاٹے میں نہیں پاتا بلکہ اس کو یقین ہے کہ آگے ان کے بدلہ ایک ایسی ابدی خوشی نصیب ہونے والی ہے جس کے کھو جانے اور ختم ہو جانے کا کوئی غم نہیں جو ہر طرح کی کامیابی کی ذمہ دار ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ شراب عشق کا متوالا دنیا میں جب تک رہیگا سربلند و کامیاب رہیگا۔ عشق حقیقی اس کو ہر طرح کی خواہشات سے بے نیاز کر دے گا۔ ساری خواہشات کا منبع دل کی لگام عشق نبیؐ سے منسلک ہو جائے گی تو پھر اس کو سوائے اس کے کسی اور چیز کی خواہش ہی نہیں رہتی۔ یہی وجہ ہے کہ یہ حق کو کبھی باطل سے ہراساں نہیں ہوتا بلکہ دنیا کو یہ سبق دیتا ہے ؎

مردِ حق باطل سے ہرگز خوف کھا سکتا نہیں
سر کٹا سکتا ہے لیکن سر جھکا سکتا نہیں

حضرت بلال حبشی رضؓ پر کیا کیا ظلم نہیں ہوئے
ظلم کی وہ کونسی قسم باقی رہ گئی تھی جس کے آپ رضؓ نشانہ نہیں بنائے گئے، کبھی پتھروں کا نشانہ بننا پڑا تو کبھی جسم اطہر پر کوڑوں کی بارش ہوئی۔ کبھی جلتے ریگزاروں پر لٹا کر پتھروں کی بڑی بڑی سلیں سینۂ مبارک پر رکھی گئیں، کبھی آپ کو پیروں میں رسی ڈال کر مکہ کے شریر بچوں کے سپرد کیا گیا تو کبھی مسلسل کئی دن بھوکا رکھا گیا۔ یہ سب کیوں؟ تاکہ یہ اپنے ایمان سے باز آجائیں اور اپنے نبیؐ سے قطع تعلق کر لیں۔ مگر دشمن کے شکنجوں میں جکڑا ہوا شیر اپنے فیصلہ پر اٹل رہا اور سوائے خدا اور رسولؐ کے زبان سے کچھ نہیں نکالا۔ یہ ہوتی ہے محب صادق کی علامت کہ اپنی جان جائے تو بلا سے چلی جائے مگر دل سے اپنے حبیبؐ کی چاہت نہ جائے، چنانچہ یہ حضرات اپنی ہر چیز کو لٹانا اور قربانی دے دینا باعثِ فخر و ذریعۂ نجات سمجھتے تھے۔ اپنے محبوب سے بڑھ کر کوئی چیز ان کے پاس محبوب نہیں رہی تھی۔ جب اپنے محبوب کو کسی نرغہ میں دیکھ لیتے تو اپنی جانوں پر کھیل جاتے اور سینہ سپر باطل کے آگے آہنی پہاڑوں کی طرح اڑ جاتے جس کی زندہ مثال جنگ احد کے میدانِ کارزار سے پیش کی جا سکتی ہے۔

جب اچانک میدان جنگ کا نقشہ بدل گیا تو مسلمان منتشر ہو گئے اور کافروں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گھیر لیا تو رسولؐ کے شیدائیوں نے اپنی جانوں کو ہتھیلیوں میں لئے اپنے جسم کی بازی لگا دی۔

حضرت سعد بن وقاص اور حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہما اپنے تیروں کے ذریعہ کافروں کو روک رہے تھے تو حضرت ابو دجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے پیروں کے بل کھڑے ہو گئے، اپنی پشت کو کافروں کی طرف پھیر دیا اور اُدھر سے آنے والی تیروں کو اپنی پشت پر لے لیا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تک تیروں کو گزرنے نہیں دیا۔ یہ تھی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان جانبازوں کی محبت کہ کسی حال میں کوئی تکلیف حضورؐ کو پہنچنا انہیں گوارا نہیں تھا۔ چونکہ ان کے دماغوں پر عشق کا غلبہ تھا جس سے ہر حال میں انہیں فائدہ نظر آرہا تھا، ان کے زبان و دل گواہی دے رہے تھے ؎

تیری الفت میں مرنا شہادت اس کو کہتے ہیں
ترے کوچہ میں ہونا دفن جنت اسکو کہتے ہیں

الغرض ایک موقعہ پر صاحبِ لولاک سرکارِ دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "من احبّ اللہ فقد احبّنی اور دوسری جگہ یوں آیا ہے من احبّنی فقد احبّ اللہ یعنی جس نے اللہ کو دوست رکھا اس نے مجھے دوست رکھا، جس نے مجھے دوست رکھا تحقیق وہ اللہ کو دوست رکھا۔ مطلب یہ کہ محبت میری اور خدا کی ایک ہے اور ایک دوسرے کو لازم ہے۔ اس سے تو ہم اپنی محبت کا دعویٰ کر سکتے ہیں اور عاشقوں کی فہرست میں یہ کہہ کر اپنا نام بھی چڑھا سکتے ہیں کہ میں خدا اور اس کے

حبیب کو محبوب رکھتا ہوں مگر عاشقِ صادق وہ ہوتا ہے
جو محبوب کی ہر چیز کو محبوب رکھتا ہو اور اسکی ہر پسند کو
اپنی پسند سمجھتا ہو ؎

ہر اک شئی ہرا دا محبوب کی محبوب ہوتی ہے
ہے جو ہا حُسن تک جسکی نگہ محدود ہوتی ہے

جس کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا
تھا من احیا سنتی فقد احبنی ومن احبنی
کان معی فی الجنۃ یعنی میری سنت کو جس نے زندہ کیا
تحقیق اس نے مجھے محبوب رکھا اور جس نے مجھے محبوب رکھا
وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔ کیونکہ المرءُ مع مَن احبَّ
جو جس کے ساتھ محبت رکھے اس کے ساتھ جنت میں ہوگا۔
محبت جس چیز کا تقاضہ کرے اسکو پیش کرنا بھی عین محبت ہے
اس زمانے میں ہمارے اسلاف نے اپنے خون کو بہایا۔ جانوں
کو لٹایا گھروں کو چھوڑا اور اس ضرورت کو پورا کیا مگر
اب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت احیائے سنت چاہتی
ہے جیسا کہ مذکورہ بالا حدیث سے معلوم ہوا جو میری سنت
کو زندہ کیا تحقیق مجھے محبوب رکھا۔"

یہ حقیقت ہے کہ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم
کو اپنے دین اور اپنی شریعت سے بے انتہا محبت تھی۔ احکام
شریعت میں کسی چیز کی کمی بیشی آپ کو کسی حال میں گوارا
نہ تھی اور کوئی بھی اس سے ممیز قرار نہیں پاتا تھا۔ چنانچہ
ملاحظہ ہو۔ جب آپ کا ذاتی معاملہ ہوتا ہے تو فاطمہ زہرہ
رضی اللہ عنہا کی شان میں ارشاد فرمایا انما ھی بضعۃ
منی فمن ابغضھا ابغضنی بے شک فاطمہ میری
پارۂ جگر ہے، جو اس سے بغض وعناد رکھا وہ مجھ سے بغض و
عناد رکھا۔ یہاں تک کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کو تاکید تھی، کہ
دیکھو! اے علی! فاطمہ کے معاملہ میں احتیاط برتنا کہ اگر کوئی تکلیف
انہیں پہنچے گی تو سب سے زیادہ درد مجھے محسوس ہوتا ہے ان
کے دل پر چوٹ لگنا گویا میرے دل پر چوٹ لگنا ہے۔ مگر یہی
محبت شرعی معاملہ میں کس قدر بدل جاتی اور کیا رنگ اختیار
کرجاتی ہے کہ لو ان فاطمۃ بنت محمد سرقت لقطعت
یدھا۔ اگر فاطمہ بھی چوری کرے تو شرعی احکام سے مستثنیٰ
قرار نہیں دی جاسکتی، اس کے ہاتھ بھی کاٹے جائیں گے۔"

قارئین! غور کرنے کا مقام ہے کہ شریعت آپ کو
کس قدر پیاری تھی۔ اپنی محبوب سے محبوب چیز بھی شریعت
کے آگے کوئی حقیقت نہیں رکھتی تھی۔ آپ کو وہ واقعہ بھی یاد
ہوگا کہ حضرت شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ
تعالیٰ دنیا کی پریشانیوں سے گھبرا کر دربارِ رسول میں سکونت
پذیر ہوتے ہیں اور ہر روز زیارتِ رسول سے قرار وچین پاتے
ہیں۔ آپ کی تعظیم کا یہ حال تھا کہ کبھی بے وضو مزارِ اقدس تک
آپ نہیں گئے۔ یہاں تک کہ خلافِ ادب کسی چیز کے ہوتے ہوئے
آپ سے برداشت نہیں ہوا۔ کہتے ہیں کہ مزارِ منورکی صفائی کے
لئے جھاڑو کا بھی استعمال آپ کو غضبناک کردیتا تھا چنانچہ
آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی داڑھی کو اتنا بڑھایا جس سے
مزارِ اقدس کی صفائی کی جاسکے۔ الغرض رات و دن کے
قیام کے باوجود دربارِ رسول میں اتنے محتاط رہتے تھے،

کبھی خلافِ ادب آپ سے کوئی چیز عمل میں نہیں آئی۔ اور اس پہ یہ حال تھا کہ ایک گھڑی بھر کی جدائی بھی آپ کو گوارا نہ تھی۔ ایسی حالت میں آپ کو ایک آواز سنائی دی "کہ عبدالحق اب جاؤ اپنی خدمت تو کر چکے اب مخلوق کی خدمت کرو"۔ آپ سنتے ہی پریشان ہو جاتے ہیں اور اسی فکر میں رہتے ہیں کہ پھر دوبارہ وہی آواز سنائی دی یہاں تک کہ پھر تیسری بار حکم ملا، آپ بیتاب ہو جاتے ہیں، روتے ہیں، گڑگڑاتے ہیں اور عرض کرتے ہیں کہ آقا ایک لمحہ کے لئے بھی جدا نہ کیجئے مجھے ہر طرح کی تکلیف گوارا ہے پر بغیر زیارت حبیب ایک لمحہ زندہ نہیں رہ سکتا۔ آپ کی یہ بے چینی دیکھی تو حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے خواب میں ارشاد فرمایا، جاؤ اے محبوب تمہیں فکر کرنے کی ضرورت نہیں کوئی چیز تمہیں زیارت سے نہیں روکیگی تم سے میری امت اصلاح پائیگی۔ جاؤ اپنی امت کی اصلاح میں لگ جاؤ اور خاص کر ہندوستان کا رخ کرو، اور جب بھی ہم سے ملاقات کا شوق ہو مراقبہ کر لینا۔ چنانچہ آپ ہندوستان تشریف لاتے ہیں اور خدمت خلق کے لئے کمربستہ ہو جاتے ہیں اور اپنی تحریر و تقریر کے ذریعہ بہت کچھ اصلاح کا کام لیتے ہیں۔

قارئین! یہاں یہ بتانا مقصود ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی خدمت پر اپنی امت کی خدمت کو ترجیح دی اور احیائے سنت کے لئے اپنے سچے عاشق کو منتخب فرمایا کہ یہ میری سب سے محبوب چیز سنت و شریعت کو محبوب رکھیں گے اور ان سے میری امت اصلاح پائیگی۔

مذکورہ بالا سطور میں آپ کو معلوم ہوا کہ محبوب کی پسند گویا محب کی پسند ہے اور محبت جس چیز کا تقاضا کرے اس کو پیش کرنا ہی عین عشق ہے۔ چنانچہ محبت رسولؐ کا دعوے کرنے والوں کے لئے یہ کہہ دینا بیجا نہ ہوگا کہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اس دور میں احیائے سنت چاہتی ہے۔ اگر حضورؐ سے محبت کا واقعی دعویٰ ہے، تو اس تقاضہ کو پورا کریں۔ قوم کو نیند سے بیدار کریں، اور سنتِ رسولؐ کا انہیں سبق دیں اور خود بھی اس پہ عمل پیرا ہو جائیں۔ پھر کیا ہے دین و دنیا کی ساری نعمتیں تمہاری ہیں اور خدا کا وعدہ بھی تمہارے ہی لئے ہے وانتم الاعلون ان کنتم مومنین ۔

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

مگر محبوب کی پسند سے اگر بے رخی برتی گئی اور ذرہ برابر بھی اگر تمہاری نفرت ثابت ہو گی تو تمہیں انجام پہ رونا پڑیگا۔ ایک چھوٹی سی مثال ملاحظہ ہو کہ حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کسی مجلس میں تشریف فرما تھے۔ وہاں کدو کا ذکر چھڑا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس کو بیحد پسند فرماتے تھے۔ اچانک ایک شخص اٹھا اور کہا مجھے تو وہ پسند نہیں ہے۔ جونہی یہ الفاظ حضرت امام موصوف کے کانوں سے ٹکرائے، آپ نے فوراً اپنی تلوار سونت لی۔ اور فرمایا ابھی تجدید اسلام کرو ورنہ تیری گردن اڑا دوں گا۔ یہاں تک کہ اس نے اسلام کا اقرار کیا۔

دیکھئے! معمولی سی چیز کے پسند نہ پسند پر تکفیر کا فتویٰ لگتا ہے تو بتائیے بڑے بڑے گستاخوں کی دربارِ خداوندی میں کیا کیا سزا نہیں ہوگی؟ محبوب کی چیز تو کیا بلکہ محبوبؐ سے نسبت رکھنے والی ہر چیز سے محبت رکھنا بھی ایمان کی علامت ہے۔ مدینہ پہلے یثرب سے یاد کیا جاتا تھا جسکے معنی ہیں (کوڑا کرکٹ پھینکنے کی جگہ) مگر جونہی حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس میں داخل ہوئے تو نسبتِ رسولؐ سے طیبہ ہوگیا اور اس سرزمین کی قدر و منزلت آسمان سے زیادہ ہوگئی۔ چنانچہ حضرت مولانا عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب جذب القلوب الی دیار محبوب میں فرماتے ہیں کہ جو کوئی مدینہ شریف کو یثرب کہدے اس پر لازم ہے کہ اس کا کفارہ دس مرتبہ درود شریف پڑھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام بھیجے۔ یہی وجہ ہے کہ امام وقت حضرت مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب تک مدینہ شریف میں سکونت پذیر رہے ننگے پیر رہے کبھی بھی آپ شہر مدینہ میں چپل نہیں پہنا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے نزدیک مدینہ کی گلیوں میں چپل پہن کر چلنا بھی خلافِ ادب تھا۔ ایک مرتبہ آپکے پیر میں کانٹا چبھ گیا۔ لوگوں نے کہا حضور! شریعت کا مسئلہ ہے کہ جسم کو جب کوئی تکلیف پہنچے تو اس کو دُور کرنے کی کوشش کی جائے مگر آپ یہ کیا کر رہے ہیں، کہ کانٹا پیر سے نہیں نکالتے اور تکلیف برداشت کر لیتے ہیں فرمایا۔ نادانو! کسی دوسری گلی کا کانٹا ہوتا تو اُسے دور کیا جاتا۔ مگر یہ میرے پیارے حبیب کوچۂ مصطفیٰ کا کانٹا ہے، یہ دُور نہیں کیا جاتا، بلکہ جب تک چُبھتا رہے گا محبت میں اضافہ ہوتا رہے گا۔ یہ میرے لئے کانٹا نہیں پھول ہے، یہ جب تک میرے جسم سے پیوست رہیگا میرے مشامِ جاں کو معطر کرتا رہے گا اور میرے لئے راحتِ جاں کا سبب بنیگا۔

دوستو! غور کرنے کا مقام ہے کہ ہمارے اسلاف حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب چیز تو کیا آپ سے نسبت رکھنے والی ہر چیز سے محبت رکھتے تھے یہاں تک کہ طیبہ کے ببولوں کو پھولوں پر ترجیح دی گئی۔ مگر ہم ہیں کہ آپ کی محبوب چیزوں سے بھی مانوس نہیں ہیں۔ ہمیں چاہئے، کہ خدا و رسولؐ کی سچی محبت اپنے دلوں میں کوٹ کوٹ کر بھر لیں۔ اور حقیقت میں مومن بنکر لوگوں کو سنت رسولؐ کا سبق دیں اور خود بھی اس پر عمل پیرا ہو جائیں اور دوسروں کے لئے نمونہ بنیں۔ چونکہ یہی وہ چیز ہے جو ہمارے لئے ہر طرح کی کامیابی کی ذمہ دار ہے اور اللہ تعالیٰ کا بھی قول ہے النبی اولیٰ بالمومنین من انفسھم نبی مومنین کے نفوس سے بھی زیادہ قریب ہے یعنی حقیقت میں مومن وہی ہے جو اپنے جان و جسم سے زیادہ حضورؐ کو پسند کرتا ہو۔ کوئی شخص اسوقت تک مومن کامل نہیں ہو سکتا جب تک محبت رسولؐ کو اپنے دل و جگر میں پیوست نہ کرلے اور دنیا کی ساری چیزوں پر اس کو ترجیح نہ دے اور ساری نعمتیں اس کے آگے بے حقیقت معلوم نہ ہوں۔ خدا سے دعا ہے کہ وہ ہمیں حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سچے عاشق بنائے اور حشر دامن رسولؐ کے صدقہ میں قیامت کبریٰ میں ہماری بخشش فرمائے۔ آمین ثم آمین و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

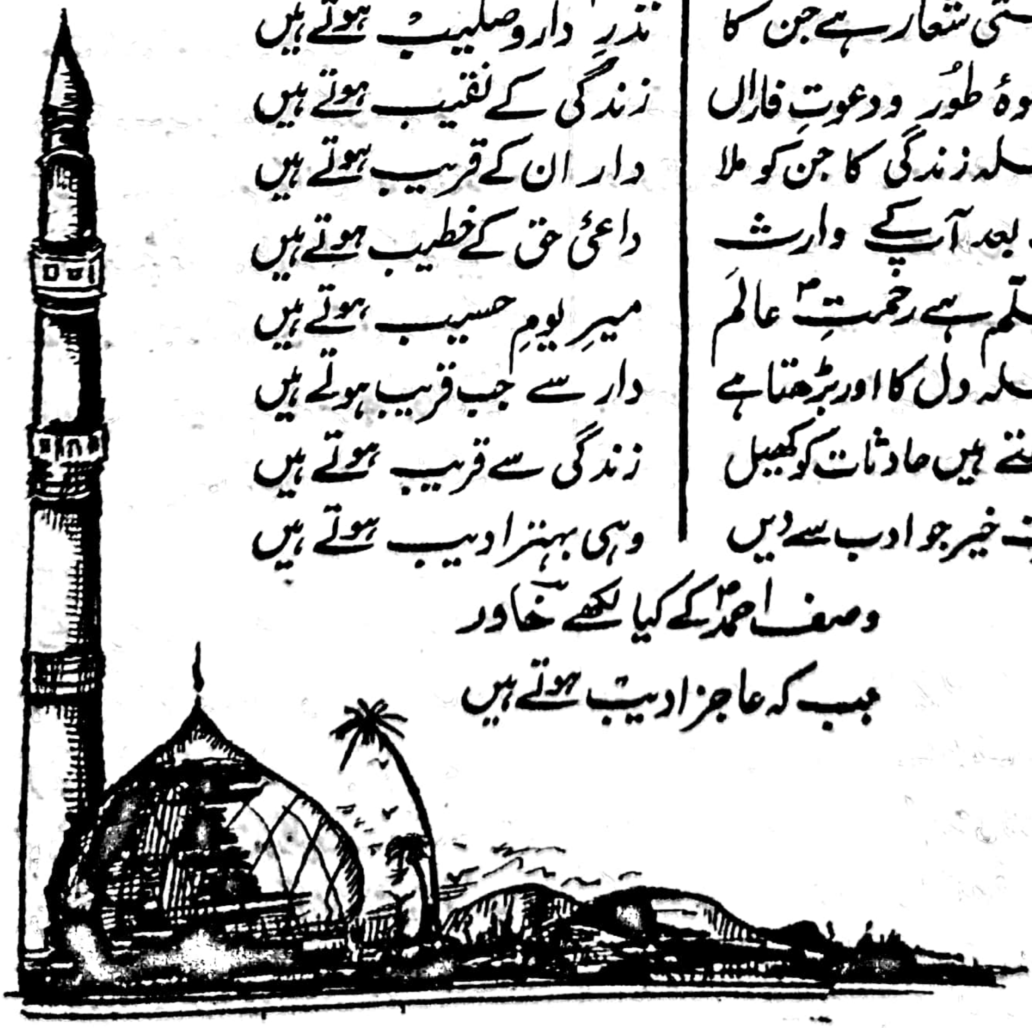
باسمہ تعالےٰ

وہی بہتر ادیب ہوتے ہیں

از: جناب مولوی حافظ محمد زکریا صاحب ادیبؔ خاورؔ
رائچوٹی - آندھرا

جس کے بہتر نصیب ہوتے ہیں — اُسے حاصل حبیبؐ ہوتے ہیں
روضہ سے جو قریب ہوتے ہیں — لوگ وہ خوش نصیب ہوتے ہیں
جن کے دل میں ہے اُلفتِ نبویؐ — زخم ان کے عجیب ہوتے ہیں
حق پرستی شعار ہے جن کا — نذرِ دار و صلیب ہوتے ہیں
جلوۂ طورِ و دعوتِ فاراں — زندگی کے نقیب ہوتے ہیں
حوصلہ زندگی کا جن کو ملا — دار ان کے قریب ہوتے ہیں
آپ کے بعد آپ کے وارث — داعئ حق کے خطیب ہوتے ہیں
یہ مُسلّم ہے رحمتِ عالمؐ — میرِ یومِ حسیب ہوتے ہیں
حوصلہ دل کا اور بڑھتا ہے — دار سے جب قریب ہوتے ہیں
جو سمجھتے ہیں حادثات کو کھیل — زندگی سے قریب ہوتے ہیں
دعوتِ خیر جو ادب سے دیں — وہی بہتر ادیب ہوتے ہیں

وصفِ احمدؐ کے کیا لکھے خاورؔ
جب کہ عاجز ادیب ہوتے ہیں



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

عقائد ذوقی رح

تصنیف انیف

قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین اعلیحضرت مولانا مولوی
محی الدین سید شاہ عبد اللطیف قادری ذوقی قدس سرہ العزیز

اعلیحضرت ذوقی قدس سرہٗ کی تقریباً ڈیڑھ سو تصانیف بتائی جاتی ہیں جن میں سے پچپن ۵۵ کتابوں کا تذکرہ "انوار اقطاب ویلور" میں آچکا ہے۔ اس نئی دریافت کے ساتھ جملہ چھپن ۵۶ کتابیں ہو جاتی ہیں۔ ہر فن میں آپؒ نے کتابیں لکھیں ہیں، جن کے دیکھنے سے آپ کی تبحر علمی کا پتہ چلتا ہے۔

پیش نظر کتاب عقائد سے متعلق ہے جس میں صاحب کتاب نے عربی متن کی ہلکی سی شرح اردو میں فرمائی ہے اور سہل الحصول طریقہ سے مسائل کو بیان کیا ہے۔ اگرچہ کہ آپ کو عربی اور فارسی میں کامل دستگاہ حاصل تھی، لیکن آپ نے ان کے علاوہ لوگوں کے استفادہ کے لئے اردو زبان کو اپناتے ہوئے مسائل دینیہ کو عام کر دیا۔

مذکورہ کتاب مستطاب کو جناب فضل العلماء ابو المکارم سید مصطفےٰ حسین بخاری صاحب کڈپوی فاضل لطیفیہ و استاد دار العلوم لطیفیہ مکان حضرت قطب ویلور قدس سرہ العزیز نے، حل لغت اور عربی متن کا ترجمہ کرتے ہوئے ترتیب دیا ہے۔

انشاء اللہ تعالیٰ مذکورہ تالیف عنقریب منظر عام پر آجائیگی۔ فی الوقت ناظرینِ "اللطیف" کی معلومات کے لئے اصل کتاب حل لغت اور عربی متن کے ترجمہ کے ساتھ پیش کی جا رہی ہے۔

اِدارہ

یا شیخ عبدالقادر شیئاً للہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کہوں بعد وصفِ خدا و رسول[۱] | کہ جن کی اطاعت کرے سب قبول[۲]

حقائق الاشیاء ثابتۃ

ہے ثابت حقیقت ہر ایک چیز کی | یہی بات ہے اہل تمئیز[۳] کی
او نزدیک اربابِ عقل و سداد[۴] | نہیں وہم ہور[۵] تابع اعتقاد
ہے ماٹی سو ماٹی اگن[۹] سو اگن | بھی انساں سو انساں ہور جن سو جن
نہ جیوں تس[۱۰] کو سمجے او دوں دِسے | سخن فلسفی کا سند نیں[۱۱] کسے

والعالم حادث قابل للفناء

بھی عالم ہے حادث نہ تھا سو ہوا | قدیم اس کو کہنا نہیں ہے روا[۱۶]
ہے قابل فنا کا الس[۱۶] ذات میں | تردد نہیں کس کو اس بات میں

وله صانع قدیم واجب الوجود

اسے ایک پیدا کرنہار ہے | کہ نر دھار[۲۰] ہے ہور نرنکار[۲۱] ہے
قدیم اور واجب ہے اس کا وجود | ہے اس کیچہ ہستی سوں[۲۳] سب کا نمود

واحد حیٌ قادرٌ مریدٌ کلیمٌ سمیعٌ بصیرٌ

او واحد ہے ہور حیٌ نہیں تس فنا | نہ باقی رہے کوئی اس کی بنا
ہے قادر مرید اوّج[۲۶] سچ کر پچھان | کلیم و سمیع و بصیر اس کو جان

---

[۱] کریں [۲] اشیا کی حقیقتیں ثابت ہیں [۳] فقہائے کرام [۴] وہ [۵] راستی گفتار، عمدہ کردار [۶] اور [۷] مٹی [۸] جو [۹] آگ [۱۰] جیسا [۱۱] اس [۱۲] اس [۱۳] نظر آئے [۱۴] نہیں [۱۵] عالم حادث اور فنا ہونے والا ہے [۱۶] جائز، درست [۱۷] اپنا اپنی [۱۸] اس عالم کا ایک بنانے والا ہے جو قدیم اور واجب الوجود ہے [۱۹] پیدا کرنے والا [۲۰] وہ جس کے لئے کسی سہارے کی ضرورت نہیں [۲۱] بے شکل غیر مجسم [۲۲] اسی کی [۲۳] سے [۲۴] ... وہ ایک ہے حی یعنی زندگی والا ہے قدرت والا، ارادہ والا، بات کرنے والا، سننے والا اور دیکھنے والا ہے [۲۵] وہی [۲۶] کرکے [۲۷] پہچان

صِفَاتُهٗ قَدِیْمَةٌ بَاقِیَةٌ

صفات اسکی باقی سمجھ ہور قدیم | اسی معتقد پر تو اچ مستقیم

وَلَا یَقُوْمُ بِذَاتِهٖ حَادِثٌ

سمجھ ذات سوں اسکی سب کا قوام | نہیں کوئی حادث کا اس تے قیام

لَیْسَ بِجِسْمٍ وَلَا جَوْهَرٍ وَلَا عَرَضٍ وَلَا مُصَوَّرٍ وَلَا مُرَكَّبٍ

نہ جسم و نہ جوہر عرض نیں ہے او | مصوّر مرکب اسے مت کہو

وَلَا مَعْدُوْدٍ وَلَا مَحْدُوْدٍ وَلَا فِیْ جِهَةٍ

نہ معدود ہے اور نہ محدود ہے | نہ او کوئی جہت بیچ موجود ہے

وَلَا فِیْ مَكَانٍ وَلَا فِیْ زَمَانٍ وَلَا شَكْلَ لَهٗ وَلَا شِبْهَ لَهٗ

وَلَا ضِدَّ لَهٗ وَلَا نِدَّ لَهٗ وَلَا ظَهِیْرَ لَهٗ وَلَا مُعِیْنَ لَهٗ

مکان و زماں سیں ہے پاک اسکی ذات | نہ مثل و نہ شبہ و نہ ضد تس سنگات

نہ ند اُس کوں ہے ہور ظہیر و معین | سبوں کا معین اوچ ہے بالیقیں

وَلَا یَتَّحِدُ بِغَیْرِهٖ وَلَا یَحِلُّ فِیْهِ

نہ ہوئے متحد غیر کے سات او | کرے نا حلول اس میں یکسات او

مُتَّصِفٌ بِجَمِیْعِ الصِّفَاتِ الْكَمَالِ مُنَزَّهٌ عَنْ سِمَاتِ النَّقْصِ وَالزَّوَالِ

اسی کو تنچہ ہے سب صفاتِ کمال | ہے دور اس تے اوصاف نقص و زوال

---

۱ اس کی صفات قدیم اور باقی رہنے والی ہیں ۲ اعتقاد ۳ رہ۔ہو ۴ درست۔سیدھا ۵ اسکی ذات کے ساتھ کوئی حادث شئی قائم نہیں ۶ باقی رہنا ۷ کسی چیز کی بقا ۸ اس کے لئے جسم نہیں ہے، نہ وہ جوہر ہے نہ عرض اور نہ وہ مصور ہے نہ مرکب ۹ جس میں لمبائی چوڑائی اور گہرائی پائی جائے اس کو جسم کہتے ہیں۔ ۱۰ جوہر سے مراد جزء لایتجزیٰ ہے جو جسم کا جزء اور متحیز ہے۔ خدائے تعالیٰ کی ذات جسم اور حیز سے پاک ہے ۱۱ قائم بالغیر کو کہتے ہیں یعنی وہ جو اپنے قیام میں غیر کا محتاج ہوتا ہے۔ ۱۲ مصور، صورت بنایا گیا ہوا ۱۳ کئی چیزوں سے مل کر بنی ہوئی چیز کو مرکب کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات ان تمام نقائص سے پاک ہے ۱۴ نہ اس کی گنتی ہوسکتی ہے اور نہ محدود کیا جاسکتا ہے، اور نہ اس کے لئے کوئی جہت ہے ۱۵ درمیان ۱۶ نہ وہ مکان میں ہے، نہ زمان میں، اس کے لئے شکل ہے نہ صورت اس کا نہ کوئی ضد ہے نہ شریک اور اسکے لئے کوئی مددگار ہے نہ معاون ۱۷ سے ۱۸ ساتھ ۱۹ وہ نہ غیر کے ساتھ متحد ہے اور نہ غیر میں حلول کیا ہے ۲۰ ساتھ ۲۱ اس کی ذات تمام صفات کمالیہ سے متصف ہے اور عیب زوال کی علامتوں سے بالکل پاک ہے ۲۲ اسی کے لئے۔

وَهُوَ مَرْئِيٌّ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ كَمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَمَا تَرَوْنَ الْقَمَرَ لَيْلَةَ الْبَدْرِ

قیامت دیکھینگے تس موناں | چندر چوندوس رات کا جیوں زاں

وَخَالِقٌ بِجَمِيْعِ الْأَشْيَاءِ وَمُدَبِّرُهَا وَمُقَدِّرُهَا

او ہر شئی کا پیدا کرنہار ہے | مدبر مقدر او کرتا رہے

وَعَالِمٌ بِجَمِيْعِ الْمَعْلُوْمَاتِ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ
وَلَا يَجِبُ عَلَيْهِ شَيْءٌ

ہر یک چیز سوں او ہے دانا تمام | نہیں واجب اس کے اُپر کوئی کام

وَلَا غَرَضَ بِفِعْلِهِ

غرض سوں ہے پاک اسکے کاماں سگل | کرے جو کرے کام حکمت بدل

وَلَا حَاكِمَ سِوَاهُ

نہیں جگ میں کوی حاکم اسکے بنا | حکومت کا اس تے ہے قائم بنا

فَالْحَسَنُ مَا حَسَّنَهُ الشَّرْعُ وَالْقَبِيْحُ مَا قَبَّحَهُ الشَّرْعُ

شرع میں جو ہے نیک سو نیک جان | جو ہے شرع میں بد اسے بد پچھان

وَلَهُ مَلَائِكَةٌ ذُوْ أَجْنِحَةٍ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبَاعَ مِنْهُمْ جِبْرَئِيْلُ وَمِيْكَائِيْلُ
وَإِسْرَافِيْلُ وَعِزْرَائِيْلُ وَلِكُلٍّ مِّنْهُمْ مَقَامٌ مَعْلُوْمٌ لَا يَعْصُوْنَ
اللهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ

فرشتے اسے ہیں گناہاں سے پاک | عذاباں سوں ان کوں نہیں کچھ بھی باک

---

۱ وہ مومنوں کو قیامت کے دن نظر آئیگا جیسا کہ نبی صلعم کا ارشاد ہے یقیناً تم لوگ بروز قیامت اپنے رب کو اسی طرح دیکھو گے جیسا کہ چودھویں رات کے چاند کو دیکھتے ہیں۔ ۲ چاند ۳ چودھویں ۴ طرح، مانند ۵ پیدا کرنے والا ۶ تدبیر کرنے والا۔ صاحب تدبیر ۷ تقدیر اور اندازہ کرنے والا ۸ کرنے والا باری تعالےٰ۔ ۹ تمام معلومات کا وہ عالم ہے، وہ ہر چیز کو جانتا ہے اس پر کوئی کام واجب نہیں ہے۔ ۱۰ سے ۱۱ جاننے والا ۱۲ اوپر، اس کے اُپر یعنی اس پر ۱۳ اس کے کام کے لئے کوئی غرض نہیں ہے ۱۴ کام کی جمع ۱۵ تمام سب۔ ۱۶ کائنات میں اس کے سوائے کوئی حاکم نہیں ہے ۱۷ دنیا ۱۸ اچھا وہ ہے جس کو شریعت نے اچھا قرار دیا اور برا وہ ہے جس کو شریعت نے برا کہا۔ ۲۰ اللہ تعالےٰ کے فرشتے ہیں ان کو دو دو تین تین چار چار پر ہیں ان ہی میں سے حضرت جبرئیل، میکائیل اسرافیل اور عزرائیل علیہم السلام ہیں، ان میں ہر ایک کو اپنا کام اور مقام معلوم ہے وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے نافرمانی نہیں ہیں، وہی کرتے ہیں جس کا انکو حکم دیا جاتا ہے۔

ہے بازو انونواں[۱] سگل زور دار　　کسے دو کسے تین کسی کوں چہار
انو میں ہیں پہلے مَلک جبرئیل　　دوجی[۲] میکائیل ہور تیجی[۳] اسرافیل
بھی چوتھے ملک[۴] عزرائیل یو تمام　　خدا پاس رکھتے ہیں عز و مقام
مقام اپنے سوں کریں نا گذر　　کریں جو کرے حق تعالیٰ امر

[۵] وَلَہٗ کُتُبٌ اَنْزَلَہَا عَلٰی رُسُلِہٖ مِنْہَا التَّوْرَاۃُ وَالزَّبُوْرُ وَ الْاِنْجِیْلُ وَالْفُرْقَانُ الْعَظِیْمُ

ہیں اس کو کتاباں کیتے[۶] نامور　　کیا نازل اپنے رسولاں اُپر
بزرگ اس میں توریت ہے ہور زبور　　بھی انجیل و فرقاں ہے شک اس تے دور

[۷] وَاَسْمَاءُہٗ تَوْفِیْقِیَّۃٌ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِلّٰہِ تِسْعَۃٌ وَّ تِسْعِیْنَ اِسْمًا مَنْ اَحْصَاہَا دَخَلَ الْجَنَّۃَ

اپس سوں نہ تس رک سکے[۹] نام عقل　　سگل نام ہے اس کے موقوف نقل
کہے مصطفیٰ اس کو انسو[۹۹] ہے نام　　جو اس کو گنے پائے جنت مقام

[۱۰] وَہُوَ خَالِقٌ لِاَفْعَالِ الْعِبَادِ فَالْکُفْرُ وَالْمَعْصِیَۃُ بِاِرَادَتِہٖ وَتَقْدِیْرِہٖ لَا بِرِضَاہُ

سگل بندگاں جو کرے کام سو　　او کاماں کا پیدا کرنہار او
اسی کے ارادے سے کفر و ضلال　　مگر اس تے راضی نہیں ذوالجلال

---

[۱] ان کو [۲] دوسرے [۳] تیسرے [۴] فرشتہ [۵] یہ [۶] اس کی مقدس کتابیں ہیں جن کو اپنے رسولوں پر نازل فرمایا' ان میں سے مشہور توریت' زبور' انجیل اور فرقان مجید ہے۔ [۷] کتنے۔ بہت سے [۸] اللہ تعالیٰ کے اسماءِ حسنیٰ نقل پر موقوف ہیں۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ننانوے[۹۹] نام ہیں جو ان مبارک ناموں کو شمار کریگا جنت میں داخل ہوگا [۹] رکھ [۱۰] اللہ تعالیٰ بندوں کے کاموں کا خالق ہے' کفر اور معصیت اسی کے ارادہ اور تقدیر سے ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ ان سے راضی نہیں ہے۔

[۱] وَلِلْعِبَادِ اَفْعَالٌ اِخْتِیَارِیَّةٌ یُثَابُوْنَ بِهَا وَیُعَاقَبُوْنَ عَلَیْهَا وَاللّٰهُ
یُضِلُّ مَنْ یَّشَاءُ وَیَهْدِیْ مَنْ یَّشَاءُ

کتی اختیاری ہیں بندیاں[۲] کے کام | ثواب و عقاب اس بدل[۳] ہے تمام
خدا جس کو چاہے سو گمرہ کرے | نہ تا رہ کسی رہبر رہ کرے

[۴] وَعَذَابُ الْقَبْرِ لِلْکَافِرِ وَالْفَاسِقِ وَتَنْعِیْمُ اَهْلِ الطَّاعَةِ
بِمَا یَعْلَمُهُ اللّٰهُ وَیُرِیْدُهٗ وَسُؤَالُ مُنْکَرٍ وَنَکِیْرٍ حَقٌّ

عذاب قبر حق کی کفار کوں[۵] | بھی فساق کوں ہور فجار کوں
بھی تنعیم اہل عبادت کا حق | کہ ضامن ہے اہل سعادت کا حق
نکیر اور منکر کا حق ہے سوال | قبر بیچ بیشک سمجھ اِ[۷]ی مقال[۸]

[۹] وَالْبَعْثُ حَقٌّ وَالْوَزْنُ حَقٌّ وَالْکِتَابُ حَقٌّ وَ
الْحِسَابُ حَقٌّ وَالْحَوْضُ حَقٌّ وَالصِّرَاطُ حَقٌّ وَالْجَنَّةُ حَقٌّ وَالنَّارُ
حَقٌّ وَهُمَا مَخْلُوْقَتَانِ مَوْجُوْدَتَانِ بَاقِیَتَانِ لَا یَفْنَیَانِ وَلَا یَفْنٰی اَهْلُهَا۔

سمجھ بعث ہور وزن حق ہور کتاب | سوال اپنے فعلاں سوں حق ہور حساب
بھی حوض و صراط و شفاعت ہے حق | بھی دوزخ ہے حق ہور جنت ہی حق
اور دونوں ہیں مخلوق موجود آج | بھی باقی ہیں ہور جو کریں اس میں راج

---

[۱] بندوں کے کام اختیاری ہیں (اگر وہ اچھے ہوں تو) ان پر اچھی جزا بھی پائیں گے اور (اگر وہ کام برے ہوں تو) ان پر عقاب بھی ہوگا۔ اللہ تعالےٰ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔
[۲] بندوں [۳] بدلہ۔عوض [۴] کافر و فاسق پر عذاب قبر ہوگا اور فرماں برداروں پر انعامات ہوں گے۔
اور منکر نکیر کا سوال بھی حق ہے۔ [۵] کو [۶] درمیان [۷] یہ [۸] بات [۹] دوبارہ اٹھایا جانا، میزان نامۂ اعمال، حساب، حوض کوثر، پل صراط، جنت، دوزخ یہ سب حق ہیں۔ جنت اور دوزخ دونوں مخلوق ہیں۔ اب موجود ہیں۔ وہ فنا نہیں ہوں گے اور نہ اس میں رہنے والے فنا ہوں گے۔

۱ وَكُلُّ مَا أَخْبَرَ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ وَأَحْوَالِ الْآخِرَةِ حَقٌّ

قیامت کے آثار سوں جو خبر | دئے مصطفیٰ تو سمجھ راست کر
جو احوال ہے آخرت کا سو سچ | تو ثابت اسی بات پر دل سوں ۲ راچ

۳ اَلْإِيمَانُ تَصْدِيقٌ بِالْقَلْبِ وَإِقْرَارٌ بِاللِّسَانِ وَهُوَ لَا
يَزِيدُ وَلَا يَنْقُصُ وَالْإِيمَانُ وَالْإِسْلَامُ وَاحِدٌ

ہے ایمان تصدیقِ دل بیگماں | بھی اقرار ہور اعترافِ زباں
کمی ہور زیادت سوں ایماں ہے پاک | یقیں کر تو اس بات کو دل میں راک ۴
بھی ایمان و اسلام دونوں ہیں ایک | نرک ۵ دل منے اس سخن بیچ شک

۶ وَلَا يَنْبَغِي أَنْ يَقُولَ أَنَا مُؤْمِنٌ إِنْ شَاءَ اللهُ تَعَالَىٰ

ہیں مومن ہوں چاہے اگر ذوالجلال | نہ کہنا کہ اس میں ہے خوف ضلال

۷ وَإِيمَانُ الْبَأْسِ غَيْرُ مَقْبُولٍ

بھی ایمان ہے خوف کا نادرشت | اسس ایماں کوں اِنا سمجھنا ہے سست ۸ ۹

۱۰ وَالْكَبِيرَةُ لَا تُخْرِجُ الْعَبْدَ الْمُؤْمِنَ مِنَ الْإِيمَانِ

کبیرہ جو مومن کرے ۱۱ چوک کر | تھوی ۱۲ خارج ایماں سو یوں ۱۳ دلمیں ۱۴ دھر

---

۱ قیامت کی نشانیوں اور آخرت کے احوال کے بارے میں حضور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے جن چیزوں سے مطلع فرمایا ہے حق ہیں ۲ رہ ۳ دل سے تصدیق کرنا اور زبان سے اقرار کرنا ایمان ہے، وہ کم ہوتا ہے اور نہ زیادہ ہوتا ہے۔ ایمان اور اسلام دونوں ایک ہیں ۴ رکھو
۵ نہ رکھ ۶ اگر اللہ تعالے چاہے تو میں مومن ہوں" ایسا کہنا جائز نہیں۔
۷ ڈر اور خوف کا ایمان غیر مقبول ہے۔
۸ درست نہیں ہے ۹ کمزور
۱۰ گناہ کبیرہ بندہ کو دائرۂ ایمان سے خارج نہیں کردیتا۔ ۱۱ بھول
۱۲ بھول سے ہو ۱۳ [illegible] ۱۴ رکھ

وَاَهْلُ الْكَبَائِرِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ[1] لَا يُخَلَّدُوْنَ النَّارَ وَ
اِنْ مَاتُوْا بِغَيْرِ تَوْبَةٍ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ
يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاءُ -

کرے جو گناہِ کبیرہ کا کار | ہمیشہ رہے نا او دوزخ منجھار[2]
مرے گرچہ او شخص توبیٰ[3] کی باج[4] - | کرے تس عطا حق نے بخشش کا تاج
نہ بخشے کبھی[5] شرک ہور اس سوا | دلیوے بخش گر جس کوں چاہے خدا

وَيَجُوْزُ[6] الْعِقَابُ عَلَى الصَّغِيْرَةِ

صغیرہ اُپر[7] بھی[8] ہے جائز عقاب | اسی طور فرمائے اہلِ[9] صواب

وَاللّٰهُ[10] تَعَالٰى اَرْسَلَ رُسُلًا مِنَ الْبَشَرِ اِلَى الْبَشَرِ مُبَشِّرِيْنَ
وَمُنْذِرِيْنَ وَمُبَيِّنِيْنَ لِلنَّاسِ مَا يَحْتَاجُوْنَ اِلَيْهِ
مِنْ اُمُوْرِ الدُّنْيَا وَالدِّيْنِ وَاَيَّدَهُمْ بِالْمُعْجِزَاتِ الْبَاهِرَةِ
وَالْاٰيَاتِ السَّاطِعَةِ الْمُفِيْدَةِ لِلْيَقِيْنِ -
وَاَوَّلُ الْاَنْبِيَاءِ اٰدَمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَاٰخِرُهُمْ مُحَمَّدٌ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْاَوْلٰى اَنْ لَّا يُعَيَّنَ عَدَدُهَا وَكُلُّهُمْ

---

[1] مومنین میں سے گناہِ کبیرہ کے مرتکب ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہیں گے اگرچہ کہ وہ بغیر توبہ کے انتقال کر گئے ہوں۔ بیشک اللہ تعالیٰ شرک کرنے والے کو بخشتا نہیں ہے۔ اس کے علاوہ جس کو چاہتا ہے بخش دیتا ہے۔
[2] بیچ درمیان [3] توبہ [4] بغیر [5] کبھی [6] صغیرہ گناہ پر عقاب جائز ہے۔ [7] اوپر [8] بھی
[9] علمائے کرام [10] اللہ تعالیٰ انسانوں میں سے انسان کی طرف رسولوں کو بھیجا جو لوگوں کو (اللہ تعالیٰ کے انعامات کی) خوشخبری دیتے اور (اس کے عذاب سے) ڈراتے ہیں اور لوگ دنیوی اور اُخروی معاملات سے جن کی طرف محتاج ہوتے ہیں ان کو واضح فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو تائید روشن معجزات کھلی یقین بخش نشانیوں سے کی ہے۔ پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور آخری نبی حضور پُر نور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔
بہتر یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی تعداد کا شمار نہ کیا جائے وہ تمام کے تمام اللہ تعالیٰ کے

كَانُوا مُبَلِّغِيْنَ عَنِ اللهِ صَادِقِيْنَ مَعْصُوْمِيْنَ غَيْرَ مَعْزُوْلِيْنَ ،

رسولاں کتیئں حق عطا کر شرف ۔۔۔ بشر سوں لے بھیجا بشر کی طرف
بشارت دیویں لطف حق سوں مُدام ۔۔۔ ڈراویں عذاباں سوں اس کی مدام
نہیں ہے مقرر انو کا عدد ۔۔۔ کریا ان کوں حق معجزیاں سو مدد
ہیں آدمؑ نبی اوّل انبیاء ۔۔۔ بھی آخر نبیاں کے ہیں سچ مصطفےٰ
خدا سوں او پونچا نہارے مدام ۔۔۔ گنہ نا کریں اور سانچے تمام
نہ معزول ہوی ان کے منصب کبھی ۔۔۔ مکرم مُعزز ہیں حق کن سبھی

وَاَفْضَلُ الْاَنْبِيَاءِ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَهُوَ مَبْعُوْثٌ اِلٰى كَافَّةِ الْخَلْقِ اَجْمَعِيْنَ وَمِعْرَاجُهٗ فِي الْيَقْظَةِ
بِشَخْصِهٖ اِلَى السَّمَاءِ ثُمَّ اِلٰى مَا شَاءَ اللهُ تَعَالٰى حَقٌّ ۔

انو بیچ افضل محمدؐ کو جان ۔۔۔ وہی خاتم الانبیاء کر پچھان
ہے حد سوں زیادہ نبی کا شرف ۔۔۔ ہیں مبعوث سارے خلائق طرف
گئے تھے وہ معراج کو جاگ تیچ ۔۔۔ اپس تن سوں نیں اس سخن بیچ پیچ
گگن کے اُپر ہو کو براق سوار ۔۔۔ وہاں تے بھی چاہا جدھر کردگار

عه

مبلغ تھے۔ سچے اور معصوم تھے۔ ان میں سے کسی کو بھی اپنے عہدے سے معزول نہیں کیا گیا۔

۱ پہنچانے والے ۲ سچے۔ سچ بولنے والے ۳ پاس نزدیک ۴ تمام ۵ اور انبیاء علیہم السلام میں سب سے زیادہ فضیلت رکھنے والے حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ تمام مخلوق کی طرف بھیجے گئے۔ آپ کو معراج عالم بیداری میں ہوی۔ اپنے جسم سے آسمان پر گئے اور وہاں سے اللہ تعالیٰ نے جہاں چاہا گئے۔ ۶ ان کے ۷ جاگتے ہوئے عالم بیداری میں ۸ اپنے ۹ بھید گی، ہیر پھیر ۱۰ آسمان ۱۱ سوار

[1] وَاُمَّتُهٗ خَيْرُ الْاُمَمِ وَشَرِيْعَتُهٗ اَكْمَلُ الشَّرَائِعِ وَدِيْنُهٗ نَاسِخُ الْاَدْيَانِ وَاَصْحَابُهٗ خِيَارُ الْاُمَّةِ وَالْخُلَفَاءُ الْاَرْبَعَةُ اَفْضَلُ الْاَصْحَابِ وَفَضْلُهُمْ عَلٰى تَرْتِيْبِ الْخِلَافَةِ وَالْمُرَادُ بِالْاَفْضَلِيَّةِ اَكْثَرِيَّةُ الثَّوَابِ فَبَاقِي الْعَشَرَةُ الْمُبَشَّرَةُ فَاَهْلُ بَدْرٍ فَاَهْلُ اُحُدٍ فَاَهْلُ بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ ۝

انو کی سبھی امّت ہے خیر امم | شرائع میں ان کی شریعت اتم
ہے دین ان کا ناسخ[2] سب ادیان کا | کہاں ہے نبی ان کیرے[3] شان کا
انو کی ہیں امت میں اصحاب خیر | نہیں کوئی افضل انو کی بغیر
ہیں افضل انو بیچ سچے چار یار | کہ دین ان تے پایا جہاں میں قرار
او چاروں میں افضل ابوبکرؓ جان | عمرؓ ان کے پیچھے تو افضل پچھان
انوں کے پیچھے جان عثمانؓ کوں | بھی ان کے پیچھے شاہ مرداںؓ[4] کون
فضیلت یو چاروں کو سب پر پچھان | فضیلت زیادہ ثواباں میں جان
فضیلت ہے ان کی خلافت کی شمار | جو اول او افضل ہے ان کے منجھار
ہیں افضل انو کے پیچھے جن کوں آ | بشارت دے ان پیچھے مصطفےٰ[5]

---

[1] آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت تمام امتوں میں افضل ہے اور آپ کی شریعت تمام شریعتوں میں کامل ہے۔ آپ کا دین تمام دینوں کو زائل کر دینے والا ہے۔ آپ کے اصحاب تمام اُمت میں افضل ہیں۔ چار خلفاء تمام صحابہ میں افضل ہیں۔ ان کی فضیلت حسب ترتیب خلافت ہے۔ افضلیت سے مراد کثرتِ ثواب ہے۔ پھر بقیہ عشرہ مبشرہ ہیں۔ ان کے بعد علی الترتیب اہل بدر، اہل احد، اہل بیعتِ رضوان ہیں۔

[2] زائل کرنے والا، رد کرنے والا۔

[3] کے۔ کی [4] حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ

[5] جیسا۔ مثل۔ مانند۔

سگل[1] اوہیں چھے شخص طلحہؓ زبیرؓ ۔۔۔ سعیدؓ اور سعدؓ اہل خوبی و خیر

بھی پنجم سمجھ عبدِ رحمٰنؓ کوں ۔۔۔ چھٹے بو عبیدہؓ یقین جان توں

انو کے پچھے صاحب عزّ و قدر ۔۔۔ نہیں کوئی مانندِ اصحاب بدر

بھی اہل احد کوں سمجھ ان کے بعد ۔۔۔ کہ جن کو کرِیا حق جہاں بیچ سعد

جو بیعت نبی سوں کرے جھاڑ تل[2] ۔۔۔ پچھے ان سبوں کے ہیں افضل سگل

[3] وَفَاطِمَةُ سَيِّدَةُ النِّسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ

وَالْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ

بھی خاتون جنت کوں اے ہوشیار ۔۔۔ سمجھ شاہ بیویاں کی جنت منجھار[4]

بھی حسنینؓ کو حق کے پیارے پچھان ۔۔۔ جوانانِ جنت کے سردار جان

وَالْخِلَافَةُ[5] بَعْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ثَلٰثُونَ سَنَةً ثُمَّ بَعْدَهَا مُلْكٌ وَّاِمَارَةٌ۔

خلافت نبی کے پچھے تیس[3] سال ۔۔۔ امارت کے جانب ہے اس کا مال

[6] وَنَكُفُّ بِذِكْرِ الصَّحَابَةِ اِلَّا بِخَيْرٍ

بھی اصحاب کے حق میں خاموش رہ ۔۔۔ سخن ان کی حق میں خطا کا نہ کہہ

---

[1] تمام [2] نیچے [3] اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جنتی عورتوں کی سردار ہیں۔ حضرت امام حسن و حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما نوجوانانِ جنت کے سردار ہیں [4] درمیان، بیچ [5] خلافت رسول اللہ صلعم کے بعد تیس سال تک رہی اس کے بعد بادشاہت و امارت آگئی [7] انجام [6] ہم صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے بارے میں صرف ذکر خیر کرینگے اور کچھ نہیں۔

وَالْمُجْتَهِدُ يُخْطِئُ وَيُصِيبُ [1]

جیسے دین میں ہے مجتہد کا خطاب | کبھی[2] بر خطا ہے کبھی بر صواب
جو مخطی ہے یک اجر اس کوں پچھان | جو ہے بر صواب اس کو دو اجر جان

وَلَا نُكَفِّرُ اَحَدًا مِّنْ اَهْلِ الْقِبْلَةِ [3]

نکر اہل قبلہ کی تکفیر تو[4] | کہ پاوے خلل اس کی تکفیر سوں[5]
مگر جو کہے معصیت کو حلال | تو تکفیر اس کی نہیں ہے ضلال

وَرُسُلُ الْبَشَرِ اَفْضَلُ مِنْ رُسُلِ الْمَلٰئِكَةِ وَرُسُلُ الْمَلٰئِكَةِ اَفْضَلُ مِنْ عَامَّةِ الْبَشَرِ وَعَامَّةُ الْبَشَرِ اَفْضَلُ مِنْ عَامَّةِ الْمَلٰئِكَةِ [6]

رسل کوں بشر کے مکرم تو جان | رسل سوں ملائک کے بہتر پچھان
رسل ہیں ملائک کے بہتر تمام | عوام بشر سوں اے نیک نام
انو کوں کہ ہیں متقی ہور ولی | عوام ملایک پو[7] فضل جلی

وَكَرَامَاتُ الْاَوْلِيَاءِ حَقٌّ [8]

ولی سوں جو پاوے[9] کرامت صدور | نہ کر اس کو باطل سمجھ ہور زور[10]

وَلَا يَبْلُغُ وَلِيٌّ دَرَجَةَ الْاَنْبِيَاءِ [11]

نہ پاوے ولی حق سوں اے نیکنام | رسول و نبی کا محل و مقام

---

[1] مجتہد سے غلطی بھی سرزد ہوتی ہے اور درستگی بھی [2] کبھی [3] اہل قبلہ میں سے ہم کسی کی تکفیر نہیں کرینگے [4] تو [5] سے [6] انسانوں کے رسول، فرشتوں کے رسولوں سے افضل ہیں۔ فرشتوں کے رسول عام انسانوں سے افضل ہیں اور عام مومنین عام فرشتوں سے افضل ہیں۔ [7] پہ [8] اولیاء اللہ کی کرامات حق ہیں [9] پائے [10] جھوٹ [11] ولی کسی بھی صورت انبیاء علیہم السلام کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتا۔

[1] وَلَا يَصِلُ الْعَبْدُ إِلَىٰ حَيْثُ يَسْقُطُ عَنْهُ الْأَمْرُ وَالنَّهْيُ

نہووے جُدا عبد سوں ایک آن[2]	شریعت کے احکام کوں حق پچھان

[3] وَالنُّصُوصُ يُحْمَلُ عَلَىٰ ظَوَاهِرِهَا وَالْعُدُوْلُ عَنْهَا إِلَىٰ مَعَانٍ يَدَّعِيهَا أَهْلُ الْبَاطِنِ إِلْحَادٌ

عدول اسنے الحاد ہے بالخصوص	ہے ظاہر پو محمول ساری نصوص

[4] وَفِي دُعَاءِ الْأَحْيَاءِ لِلْأَمْوَاتِ وَصَدَقَتِهِمْ عَنْهُمْ نَفْعٌ لَهُمْ

ہے مردے کتیں اس تے نفع تمام	کرے زندہ مُردے کے خاطر جو کام

[5] وَاللّٰهُ مُجِيْبُ الدَّعَوَاتِ وَقَاضِي الْحَاجَاتِ

دُعا کا اجابت کرنہار او	دیونہار[6] حاجت کا کرتار[7] او

وَيَجُوْزُ الصَّلٰوةُ خَلْفَ كُلِّ بَرٍّ وَفَاجِرٍ

اسی طور فرمائے اہلِ ثبات	تھے پیچھے نیک و بد کے ہے جائز صلوٰۃ[8]

وَنَرَى الْمَسْحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ فِي الْحَضَرِ وَالسَّفَرِ

اگر ہے تو گھر میں وگر در سفر	سمجھ مسح موزے کا جائز کر[9]

---

[1] جبتک بندہ عاقل و بالغ ہے تکلیف شرعی یعنی فرائض صلوٰۃ وغیرہ اس سے ساقط نہیں ہوتے [2] لمحہ۔ پل۔
[3] آیات اور احادیث کے ظاہری معنی مراد لئے جائیں گے (اگر دلیل قطعی ان سے غیر کی جانب پھیر دے تو جیسے وہ آیات جن کے ظاہر معنی سے اللہ تعالیٰ کے لئے جہت اور جسم لازم آتا ہے ان کو غیر ظاہر پر محمول کرینگے) قرآن مجید کے ظاہری معانی چھوڑ کر باطنی معنی مراد لینا فرقہ باطنیہ کا طریقہ ہے۔ ایسا کرنا الحاد ہے [4] زندوں کا مُردوں کیلئے دُعا کرنا اور ان کی طرف سے صدقہ و خیرات کرنا ان کے لئے نفع بخش ہے۔ [5] اللہ تعالیٰ دُعاؤں کا قبول کرنے والا اور حاجتوں کا بر لانے والا ہے [6] دینے والا [7] کرنے والا [8] ہر نیک اور فاسق کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے۔
[9] حالت سفر اور حضر میں دونوں موزوں پر مسح کرنا جائز ہے۔

وَاِسْتِحْلَالُ الْمَعْصِیَۃِ صَغِیْرَۃً کَانَتْ اَوْکَبِیْرَۃً وَاِسْتِخْفَافُہَا کُفْرٌ وَالْاِسْتِہْزَاءُ[1] عَلَی الشَّرِیْعَۃِ وَالْاِسْتِہَانَۃُ بِہَا کُفْرٌ وَالْہَزْلُ بِالْکُفْرِ کُفْرٌ وَلَا نَحْکُمُ بِکُفْرِ السَّکْرَانِ وَتَصْدِیْقُ الْکَاہِنِ بِمَا یُخْبِرُ عَنْہُ عَنِ الْغَیْبِ کُفْرٌ وَالْیَاْسُ مِنَ اللّٰہِ کُفْرٌ وَالْاَمْنُ مِنَ اللّٰہِ کُفْرٌ وَالْاِیْمَانُ بَیْنَ الْخَوْفِ وَالرَّجَاءِ۔ اِعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ وَ اَنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔

سمجھنا گنہ کوں سُبک[2] ہور حلال ۔۔۔ سمجھ اصل ہر کفر ہے ہور ضلال
اہانت کرے جن شریعت کی آ ۔۔۔ و یا مسخری ہے اوکا فرسدا
بھی ہے مسخری کفر سوں کفر جان ۔۔۔ بھی تصدیق کاہن[3] کفر ہے بچھان
جو ہے مست و دیوانہ و بے خبر ۔۔۔ نہیں کفر کا حکم اس کے اُپر
بھی نو امید ہونا خدا سوں ہے کفر ۔۔۔ بھی امن اُستی سچ کر سمجھ توں ہے کفر
نہیں یاس و امن اُستی ہرگز روا ۔۔۔ ہے ایمان مابین خوف و رجا
یقیں کر کو سمجھو کہ رب انام ۔۔۔ عذاب اس کا ہے سخت رحمت ہے عام
الٰہی تو **ذوقی** کوں ایمان دے ۔۔۔ اپس[4] ذات کا اس کو عرفان دے
بھکاری ہے تیرا کر اس پر عطا ۔۔۔ بحق محمد نبی مصطفیٰ
تو دے بخش اس کے گناہاں تمام
تصدق ستے غوثؓ کے والسلام

تمام شد[5] شب یکشنبہ بوقت دوم ۔۔۔ ۱۰ صفر ۱۱۹۰ھ

---

[1] گناہ چاہے صغیرہ ہوں یا کبیرہ ان کو حلال جاننا یا ان کو معمولی سمجھنا کفر ہے۔ شریعت کا مذاق اڑانا اور اس کی اہانت کرنا کفر ہے۔ کفر کے ذریعہ مذاق کرنا کفر ہے۔ نشہ و دیوانگی پر کفر کا حکم نہیں لگایا جاسکتا۔ کاہن جو غیب سے خبر دیتے ہیں اس کی تصدیق کرنا کفر ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ناامید ہوجانا اور اس کے غضب سے مطمئن ہوجانا کفر ہے۔ ایمان خوف اور امید کے درمیان ہے۔ جان لو تم بے شک اللہ تعالیٰ سخت عقاب والا ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا اور بہت رحم والا ہے۔ [2] ہلکا، معمولی [3] فال گو شیاطین کی مدد سے غیب کی باتیں بتانے والا جس میں ایک سچ تو سو جھوٹ ہوتے ہیں۔ [4] اپنا۔ اپنی

[5] یہ کتاب ۱۰ صفر ۱۱۹۰ھ یکشنبہ کی رات گھر میں مکمل ہوئی۔

۹۱/۲

علماء اور انکے فرائض

از: مولوی عبدالرزاق جولیالیہ (ادیب فاضل مدراس یونیورسٹی)
جماعت ہفتم
دارالعلوم لطیفیہ مکان حضرت قطب ویلور قدس سرہٗ

آفتاب نبوت کی ضیاپاش کرنیں

جب اس چاردانگ عالم کو بقعۂ نور بنا چکیں اور ہر سلیم الفطرت راہگیر نے موقعہ غنیمت جان کر اس روشنی میں نشانِ منزل متعین کرلی اور اب ماہتابِ رسالت اپنی اہم ذمہ داریوں سے سبکدوش ہوچکا تو اپنی نورانی شعاعوں کو چھوڑ کر بتقاضائے بشریت داعیٔ اجل کو لبیک فرمایا لیکن آپکے وصال کے بعد ایک ایسی جماعت کی ضرورت تھی جو اس سلسلۂ رشد و ہدایت کو جاری رکھے تاکہ اعتصام بحبل اللہ، اتحاد و اتفاق، قومی زندگی اور اسلامی مواخات وغیرہ قائم و دائم رہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون یعنی مسلمانوں میں ایک ایسی جماعت کی ضرورت ہے جو اپنے قول و عمل سے دنیا کو کتاب و سنت کی طرف بلائے برائیوں سے روکے، اور اس سلسلۂ دعوت و ارشاد کو جاری رکھے اور تعلیمات رسولؐ میں تازگی پیدا کرتے رہے۔ اس مخصوص جماعت کا مقصد ہی یہ ہو کہ جہاں کہیں عوام کی کجروی دیکھی فوراً اس کا تدارک کرے۔ جہاں کہیں کوئی بُرائی یا غلط کاری رواج پاتی نظر آئے فوراً اس کا انسداد کرے اور یہ کام وہی جماعت کرسکتی ہے جو کتاب و سنت سے واقفیت کے ساتھ تفقہ فی الدین کی بھی حامل ہو۔

یہاں دیکھنا یہ ہے کہ وہ مخصوص جماعت کون ہے وہ کونسا صاحبِ قسمت طبقہ ہے جس کے حصہ میں انبیاء علیہم السلام کی وراثت و نیابت باسعادت آئی۔ آیاتِ قرآنی و احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں تھوڑے سے تفکر و تدبر سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ وہ طبقۂ مخصوصہ علماءِ امتِ محمدیؐ کا ہے جیسا کہ حدیث نبوی شاہد ہے ان العلماء ورثۃ الانبیاء وان الانبیاء لا یورثوا دینارًا ولا درھمًا وانما ورثوا العلم فمن اخذہ اخذ بحظ وافر:

علمائے کرام وارثِ انبیاء ہیں اور انبیاء علیہم السلام نہ دینار کے مالک ہوتے ہیں نہ درہم کے بلکہ ان کی وراثت علم ہے پس جس نے اسکو حاصل کرلیا گویا وہ ایک بڑے حصہ کو پالیا۔ کیونکہ علم وہ غیر معمولی نعمت ہے جسکی وجہ سے انسان کو تمام حیوانات پر فوقیت و عظمت حاصل ہوئی۔ جب خالقِ کائنات نے انسان کو یعنی حضرت آدم علیہ السلام کو علم سے نوازا۔

وعلم آدم الاسماء کلھا اسی علم کے طفیل میں اس خمیر آب و گل کو وہ بزرگی حاصل ہوئی کہ ملائکہ نے سجدہ کیا، باوجودیکہ وہ نور الٰہی سے پیدا کئے گئے ہیں معصوم ہیں، اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تہلیل میں مستغرق رہتے ہیں۔ ان تمام خصوصیات کے حامل ہونیکے باوجود انسان کو باامر الٰہی سجدہ کر چکے آخر یہ کیوں ہوا؟ علم کی برکت سے، حقیقت میں یہ سجدہ انسان کے لئے نہیں بلکہ اس کے علم کیلئے تھا۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ان الخاصیۃ التی تتمیز بھا الناس عن سائر البھائم ھو العلم انسان کو دیگر تمام حیوانات سے ممتاز کرنے والی چیز علم ہے۔ علم اللہ تعالیٰ کا نور ہے جس کے ذریعہ انسان اپنی حقیقت اور معرفتِ خداوندی و دیگر کائناتی اشیاء کا ادراک کر سکتا ہے۔ حلال و حرام، مفید و غیر مفید، خیر و شر، صدق و کذب، غرضیکہ ہر چیز میں تمیز کر سکتا ہے اور ہر چیز کی فطرت شناسی کا ملکہ اس میں پیدا ہو جاتا ہے، اور یہ حقیقت ہے کہ دانشمند کو نادان پر ہمیشہ فوقیت حاصل ہوتی ہے۔ چنانچہ علم کی بدولت علماء کو نیابتِ رسول ؐ کا منصبِ عالی نصیب ہوا کیونکہ ارشاد باری ہے، یرفع اللہ الذین آمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات اللہ تعالیٰ مومنین اور اصحاب علم کو درجوں، بلندی عطا فرماتا ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے، اقرب الناس من درجۃ النبوۃ اھل العلم و الجھاد، اما اھل العلم فدلوا الناس علی ما جاءت بہ الرسل واما اھل الجھاد فجاھدوا باسیافھم ما جاءت بہ الرسل یعنی درجات نبوت کے قریب تر علماء اور مجاہدین کے درجات ہوتے ہیں کیونکہ علمائے کرام فرامین رسالت کی تبلیغ و اشاعت جہاد باللسان (وعظ و تقریر) اور جہاد بالقلم (تصنیف و تحریر) کرتے ہیں یعنی اپنی پند و نصائح اور تصنیفات و تحریرات سے خدمتِ دین کرتے ہیں اور مجاہدین فرامینِ رسالت کی تبلیغ اور اس کے تحفظ کے لئے تلواروں سے جہاد کرتے ہیں یعنی مخالف قوتوں کے ساتھ ٹکرا کر اپنی اپنی صداقت و حقانیت کو ثابت کرتے ہیں۔

حدیث مذکور سے جہاں علماء کی فضیلت و بزرگی واضح ہوتی ہے وہاں ان کی ذمہ داری کی بھی صراحت ہوتی ہے کہ علماء کی یہ فضیلت اور نیابتِ رسول ؐ کی سعادت حاصل ہوئی ہے تو کیوں؟ حدیث شریف بیان کرتی ہے کہ فدلوا الناس علی ما جاءت بہ الرسل یعنی انہیں یہ درجات جو عطا کئے جاتے ہیں وہ اس لئے ہیں کہ انہوں نے انبیاء کے لائے ہوئے پیغامات کو لوگوں تک پہنچایا تو اس سے یہ معلوم ہوا کہ علماء کا اہم فرض کتاب و سنت کا تعلم و تعلیم، پیغامات و احکام الٰہی کی اشاعت اور مخلوقِ خدا کی اصلاح و تربیت ہے۔ چنانچہ آیت کریمہ بھی اس حقیقت کو واضح کرتی ہے کنتم

خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر وتومنون باللہ ؕ امتِ مسلمہ سے خطاب ہے، اے مومنو! تم بہترین امت ہو، دنیا میں اس لئے بھیجے گئے ہو کہ تم لوگوں کو بھلائی کی دعوت دیں اور برائی سے روکیں گویا معلوم توایسا ہوتا ہے کہ امت مسلمہ کا وجود ہی محض امر بالمعروف نہی عن المنکر کے لئے ہوا ہے۔

جہاں قرآن شریف میں متعدد مقامات پر مسلمانوں کی خصوصیات منفردہ بیان کی گئی ہیں، وہاں یہ بھی انہیں میں سے ایک روشن خصوصیت ہے کہ یہ مخلوق خدا کی صحیح رہنمائی کریگی۔ اللہ تعالیٰ کو روز ازل ہی سے اس کا علم تھا کہ اس امت کے پیغمبر عمارتِ نبوت کی خشتِ آخر بن کر دین قویم اور صحیفۂ محفوظہ اپنے ساتھ لائیں گے۔ پھر آپؐ کے بعد کوئی نبی آئے گا اور نہ کوئی نئی کتاب بلکہ یہی دین، اور یہی کتاب تا قیام قیامت قائم رہیں گی۔ نیز آپؐ جب بتقاضائے بشریت راہئ ملک عدم ہوجائیں گے، تو اسوقت اسی دین وکتاب کی حفاظت اور احکام الٰہی کی نشریت کا اہم فریضہ آپ ہی کی امت میں سے ایک مخصوص جماعت اور صاحب علم طبقہ انجام دیگا۔ لہٰذا اللہ تو نے فرمادیا اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر (تمہارا وجود امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیلئے ہوا ہے۔

صحیح حدیث میں وارد ہے آنحضور صلعم نے فرمایا! علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کے مانند ہیں، مقام کچھ توجیہہ چاہتا ہے کہ ایک عالم نبی کے درجہ کو کیسا پہنچ سکتا ہے اور وہ کونسی خصوصیت ہے جس سے اس کا مینارۂ عظمت اتنا بلند ہوجاتا ہے۔ آخر آپؐ نے اپنی امت کے علماء کو کس وجہ سے بنی اسرائیل کے انبیاءؑ سے تشبیہ دی ہے؟

جب سلسلۂ نبوت آپ پر ختم ہوچکا تو خالق کائنات نے اس امر عظیم کی انجام دہی کے لئے خیر الملل اکرم الامم امتِ محمدیہ کے علماء کو منتخب فرمایا اور اب تک جو فرائض انبیاء پر عائد تھے اب علمائے امتِ مسلمہ پر عائد ہو گئے۔ آنحضورؐ کو اس بات کا بخوبی علم ویقین تھا کہ آپ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد علماء مخلوق خدا کو کتاب اللہ اور سنتِ رسولؐ کی تعلیم دیکر راہِ مستقیم پر گامزن فرمائیں گے اور اس کو اپنا فرض منصبی سمجھ کر بے کم وکاست پیغام خدا کو اس کے بندوں تک پہنچانے میں کوشاں رہیں گے، اسی لئے آپ نے فرمایا علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل یعنی جو کام بنی اسرائیل کے انبیاءؑ انجام دیتے تھے وہی کام آگے چل کر میری امت انجام دے گی، اور تعلیماتِ اسلام کا پرچار کرے گی، اپنے دین وایمان تحفظ اس کا شیوہ اور خدائی احکام کی اشاعت اس کا واحد مقصد ہوگا۔ چنانچہ اس خدمتِ عظمیٰ کی انجام دہی کے

اعتبار سے وہ انبیائے بنی اسرائیل کے مثل ہوگی' اور بزبان نبوت علماء کو اولائے امت' عمائدِ دین' سراجِ ظلماتِ جاہلیہ' نقبائے دین اسلام' معاونِ کتاب و سنت جیسے انمول القاب سے نوازا' کیونکہ نبیوں کے بعد اگر کسی کو اپنے دین و کتاب کی حفاظت' عوام کی اصلاح و تربیت کی فکر دامنگیر ہوتی ہے تو صرف علماء کو۔ اگر ایک طرف مخالفوں کے مقابل میں دلیل و حجت کے ساتھ دینی معاملات میں ستونوں کی طرح مستحکم رہتے ہیں تو دوسری طرف راہ گم کردہ مخلوق کے لئے مشعلِ ہدایت کا نمونہ بنتے ہیں اور اس کو صحیح راہ سے روشناس کراتے ہیں اور کتاب اللہ و سنت رسولؐ کے فیوضات و برکات سے نوازتے ہیں۔ اس میدان میں نہ انہیں کوئی بڑی سی بڑی طاقت مزاحم ہوتی ہے نہ کسی بڑے سے بڑے ظالم بادشاہ کے لشکر و سپاہ کا خطرہ۔ تاریخ اسلام میں آپ کو ایسے بے شمار واقعات ملیں گے جن کے مطالعہ سے جذباتِ ایمانی میں اشتعال اور روح و ایمان میں بالیدگی پیدا ہوتی ہے۔

چنانچہ جب حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ بایمائے سرکارِ دوعالم صلعم اجمیر شریف میں تشریف فرما ہوئے اور قرآن و حدیث کا درس شروع کیا تو اس شمع شریعت پر معتقدین پروانوں کی طرح ٹوٹ پڑے اور دن بدن مریدین میں اضافہ ہی ہوتا گیا' تو بدخواہوں کے دلوں میں تشویش پیدا ہوگئی کہ آخر یہ کون ہے جس کی طرف لوگ خود بخود کھنچے چلے جا رہے ہیں؟ عوام میں ایک خلفشار پیدا ہوگیا۔ یہ پتھورا راجہ کا زمانہ تھا۔ آپ کی یہ جرأت دیکھ کر آپ پر مختلف مظالم ڈھائے گئے۔ آپ کو شہر بدر کرنے کی نوع بنوع کوششیں کی گئیں لیکن آپ کے عزم مستحکم میں نہ کوئی حرکت پیدا ہوئی اور نہ آپ کے قدم ثبات میں لغزش۔ آخر کار آپ وہیں قیام فرما کر میکشانِ علم دین کو مئے توحید سے سرشار فرماتے رہے۔ بہرحال یہاں یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ علمائے کرام دینی معاملات میں اتنے مستحکم اور سچے عزم و استقلال ہوتے ہیں باوجود دنیا کی مخالفت کے اپنا فریضہ انجام دینے میں مشغول رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عالم کو زاہد و متقی تو درکنار مجاہد سے بھی بڑھ کر درجات حاصل ہوتے ہیں۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم عابد اور عالم میں تمیز کرتے ہوئے فضائلِ علماء میں یوں' رطب اللسان ہیں کہ فضل العالم علی العابد کفضلی علی ادنیٰ کم۔ تمہارے ادنیٰ پر جو فضیلت مجھ کو حاصل ہے وہی فوقیت عالم کو عابد پر ہے۔ حضورؐ کے فضائل و برکات تو مسلم ہیں۔ ذرا غور فرمائیے کہ ایک ادنیٰ انسان پر آپؐ کو جو فضیلت و عظمت حاصل ہے' دونوں کے درمیان جو فرق مراتب ہے وہی عالم اور عابد کے درمیان ہے۔ حالانکہ بیچارے زاہد کا مطمح نظر اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے۔ قائم اللیل و صائم النہار ہوتا ہے۔ اس کے باوجود اتنا کم درجہ اس کی قسمت میں آتا ہے آخر ایسا کیوں ہے؟

فرماتے ہیں کہ عابد کا مطمحِ نظر صرف دامن کو ملوث ہونے سے بچانا ہے۔ اسکو اپنے ہی نفس اور اپنی ہی زندگی بنانے کی فکر دامنگیر ہوتی ہے۔ لہٰذا وہ اپنی عبادت و ریاضت کی بدولت اپنا بیڑہ پار کر لینے کی سعی کرتا ہے۔ اس کے برعکس عالم انوارِ الٰہی کا منبع ہوتا ہے جسکی روشن شعاؤں سے ہزاروں گمراہ راہِ راست پر آتے اور سینکڑوں اپنی منزلِ حقیقی سے بھٹکے ہوئے پھر اپنی منزل کی تلاش و جستجو میں لگ جاتے ہیں۔ حدیث شریف میں ایک مقام پہ عابد کو ستارے سے تشبیہ دی گئی ہے کیونکہ ستاروں کی روشنی جس طرح ستاروں کیلئے کافی ہے اور عالم کو آفتاب ماہِ تمام سے تشبیہ دی گئی ہے کیونکہ آفتاب گیتی فروز جس طرح اپنی شعاؤں سے سارے عالم کو روشن و منور کر دیتا ہے اسی طرح عالم اپنے نورِ علم سے ساری ظلمت و گمراہی کو دور کرتا ہے اور ہر طرف دین و ایمان افروز تقریروں سے عوام کے دلوں کو بھی روشن کرتا ہے۔ غرض عابد کی مثال ایک تیراک کی ہے جو خود غرق ہونے سے بچ سکتا ہے اور عالم کی مثال ایک جہاز کی ہے۔ جو تمام مسافروں کو ساحل پہ پہنچا دیتا ہے، اب فیصلہ آپ ہی کیجئے کہ کس کی عظمت و بزرگی بڑھ سکتی ہے جبکہ عابد کے سامنے اپنا مفاد پیش نظر ہے اور ڈوبتوں کو تیرانا عالم کا مقصدِ حیات ہے۔ علامہ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اپنی گرانمایہ تصنیف گلستان میں فرماتے ہیں ؎

(اسی طرح عابد کی عبادت صرف اسی کی نجات کا باعث ہوتی ہے۔)

صاحبدلے بمدرسہ آمد ز خانقاہ
بشکست عہدِ صحبتِ اہلِ طریق را

گفتم میانِ عالم و عابد چہ فرق بود
تا کردی اختیار ازاں ایں طریق را

گفت او گلیم خویش بدر می برد ز موج
ایں جہد می کند کہ بگیرد غریق را

ایک اللہ والا نیک محضر آدمی اصحابِ طریقت کی صحبت کو ترک کر کے مدرسہ میں آیا اور علماء کی صحبت اختیار کیا تو میں نے اس سے پوچھا کہ عالم اور زاہد کے درمیان وہ کونسا فرق ہے جسکی وجہ سے تو نے مدرسہ کی زندگی کو خانقاہ پر ترجیح دی؟ تو اس نے کہا جنابِ من! اسلئے کہ عابد اپنی چادر (نفس) کو لقمۂ موجِ سمندر ہونے سے بچا لیتا ہے اور عالم ہر غرق ہونیوالے کو بچانے کی کوشش کرتا ہے اور اس کی تمنا یہ ہوتی ہے کہ اپنے نفس کے ساتھ دوسروں کے نفوس کو بھی غرقاب ہونے سے بچاؤں۔

اس سے معلوم ہوا کہ عالم کو جو فضیلت و بزرگی میسر آتی ہے اسوجہ سے ہے کہ وہ گمراہوں کے لئے مشعلِ ہدایت ہے انہیں راہِ مستقیم پہ گامزن کرنا فلاح و بہبودی کا درس دینا تلقین عمل کرنا اپنا فرض سمجھتا ہے۔ گمراہی و ضلالت کی گھٹا ٹوپ تاریکی میں ماہِ تمام کی حیثیت رکھتا ہے۔ اسی بنا پہ عوام الناس تو درکنار مومنین سے بھی بڑھ کر درجات کا مستحق و مالک ہوتا ہے حتیٰ کہ کائنات کی ہر شئی، ہر ذرہ عالم کے لئے دعاگو اور مغفرت طلب ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب قیامت میں حشر و نشر کے بعد صالحین کو اپنے اپنے دروازوں سے

جنّت میں داخل ہونے کا قصد کریں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا، ٹھہر جاؤ، میرے بندوں کی سفارش کرو اور ان کے بخشوا جانے کے بعد انہیں اپنی منزلوں میں داخل ہونے کی اجازت ہوگی اور ایک وہ دن آئیگا کہ آج دینی تصانیف و رسائل کی تحریر میں اہل قلم نے جو روشنائی صرف کی ہے اس کا اور شہدائے کرام کے خون کا باہم موازنہ کیا جائے گا۔ انداز لگائیے کہ ایک حقیر چیز (روشنائی) جب نیک کام میں صرف کی جاتی ہے تو اس دن اس کی اتنی قدر و منزلت ہوگی تو اس کے مصرف کی کیا منزلت ہوگی؟ کہاں خونِ شہداء اور کہاں روشنائی، ماشاءاللہ، یہ بھی کیا شانِ کبریائی ہے۔ یہ رہی علمائے خیر و آخرت طلب کی بزرگی جن کا مقصدِ حیات محض خدمتِ دین ہے!

عالم کے لئے از حد لازمی ہے کہ عوام کی ہدایت و رہنمائی اور تلقین عمل سے پہلے خود مجسمۂ عمل بن کر عوام کے سامنے ایک عملی نمونہ پیش کرے جسکی دعوت دے رہا ہے اسکو خود پہلے قبول کرے۔ مخلوق خدا کو جس رنگ میں رنگنا چاہتا ہے پہلے خود اس رنگ میں رنگ جائے تاکہ اپنی باتیں دوسروں کے دلوں میں مؤثر ہوں اور اپنا عملی کردار ان کے دلوں کو موہ لے کیونکہ جب تک ہم اپنی باتوں پر عمل نہیں کرتے دوسروں کا اس پر عمل پیرا ہونا ناممکن نہیں تو دشوار ضرور ہے ؎

عالم آنکس بود کہ بد نکند
نہ بگوید بخلق و خود نہ کند

عالم حقیقت میں وہ ہے جو برائی نہ کرے اور لوگوں کو اس چیز کا حکم دے جس کو وہ خود بجا نہیں لاتا۔ عالم بے عمل کے متعلق قرآن کریم اور احادیث نبویؐ میں سخت سے سخت ترین وعیدیں آئی ہیں۔ یہاں تک کہا گیا ہے کہ قیامت کے دن شدید ترین عذاب عالم بے عمل پر ہوگا۔ قرآن کریم نے اسکو بہت بڑا گناہ قرار دیا ہے کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون جسکو تم خود ادا نہیں کرتے اس پر دوسروں کو عمل کی تلقین کرنا گناہِ کبیرہ ہے۔

حدیث شریف ناطق ہے کہ ان اشد الناس عذاباً یوم القیامت عالم لم ینفعہ اللہ بعلمہ شدید ترین و ہولناک عذاب قیامت کے دن عالم بے عمل پر ہوگا۔ اور تو وہ بالفاظ حدیث (لا یکون المرء عالماً حتی یکون بعلمہٖ عاملاً) عالم کہلانے کا مستحق نہیں ہوگا، ہاں اگر دنیا طلبی اور عوام کو دکھلانے کے لئے کہ میں عالم ہوں اور لوگوں کی توجہات کو اپنی طرف مبذول کرنے کی غرض سے کیا ہو تو ایسے سخت ترین عذاب سے دوچار ہونا پڑے گا کیونکہ وہ تحصیل علم خالصتہً لوجہ اللہ نہیں کیا بلکہ تن پروری اور شکم پری کے خاطر۔ لہٰذا اس صورت میں اس شعر کے مصداق ہوگا ؎

عالم کہ کامرانی و تن پروری کند
او خویشتن گم است کرا رہبری کند

جب اسکی خود غرضی و مفاد پرستی اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان حائل ہوگئی تو پھر اس کے اندر ادراکِ حقیقت کی قوت کہاں سے آسکتی ہے جب خود گمراہ کتاب اللہ و سنت رسولؐ کے فیوضات و برکات سے محروم اور اس کا سینہ حقائق سے بے نور ہے تو بھلا اس سے

دوسروں کو کیا فیض پہنچیگا۔ اور عوام کی نیک تمنائیں کیسے وابستہ ہوسکتی ہیں۔ بہرکیف وہ جس کو موجبِ نجات سمجھ رہا تھا وہی اس کے لئے وبالِ جان ثابت ہوا اور جان کر انجان بننے کی بناپر دوگنا عذاب میں مبتلا ہوجائے گا۔ کسی شاعر کا کہنا ہے ؎

ان کنت لا تدری فتلک مصیبۃ
ان کنت تدری فالمصیبۃ اعظم

چنانچہ قرآن کریم گذشتہ امتوں کے نااہل اور دنیا پرست علماء و مصلحین کا تذکرہ کرتے ہوئے علمائے امتِ مسلمہ کو متنبہ کر رہا ہے کہ اے امتِ مرحوم تم ان کا طریقہ اختیار نہ کرو' ورنہ تم بھی اسی دردناک عذاب میں جھونک دئے جاؤگے واذ اخذ اللہ میثاق الذین اوتوا الکتاب لتبیننہ للناس ولا تکتمونہ فنبذوہ وراء ظھورھم واشتروا بہ ثمنا قلیلا فبئس ما یشترون یعنی علمائے اہل کتاب سے اللہ نے یہ عہد لیا کہ احکامِ خدا کو بلا کم و کاست راست گوئی اور حق بیانی کے ساتھ بغیر کسی ملمع سازی کے لوگوں کو سنائیں اور کسی بھی چیز کو پردۂ خفا میں نہ رکھیں لیکن انہوں نے دولتِ دنیا کی حرص میں عہدِ الٰہی کو پسِ پشت ڈال دیا! و راپنی عقلی و ذہنی پرواز کے بل بوتے پر احکام شریعت میں ہیر پھیر اور کلام خداوندی میں لفظی و معنوی تحریفات کیں۔ جس قانون سے لوگوں کو الجھن ہوتی اس کو چھوڑ کر اس مقام پر وہ قانون اختیار کیا جاتا جس سے عوام خوش ہو کر مال و دولت سے اس کو نوازتے جس سے وہ اپنا پیٹ پالتے۔ لیکن یاد رکھو یہ جو کچھ کرتے ہیں بہت برا کرتے ہیں۔ اس آیت کریمہ میں دو چیزیں قابل غور ہیں:-

(۱) جو کچھ اللہ کی طرف سے دی گئی ہیں انہیں عوام تک پہنچانا (لتبیننہ للناس)

(۲) کسی چیز کو پردۂ خفا میں نہ رکھنا اسی طرح گذشتہ آیات و احادیث سے بھی واضح ہوچکا کہ راہِ خدا میں جہاد باللسان اور جہاد بالقلم' احکام کی اشاعت اور حفاظتِ دینِ محمدیؐ، عالم کا فرض اولین ہے۔ اگر عالم کی قوتِ گویائی و طاقتِ تحریر اس کارنامہ کو انجام نہ دے تو پھر وہ ان درجاتِ عالیہ سے محروم ہوگا اور صفِ علماء سے مستثنیٰ قرار پائے گا۔ لہٰذا ان مذکورہ فرائض کو انجام دینا عالم کیلئے ناگزیر ہے کیونکہ وارثِ انبیاء و نائبِ رسولؐ کے القاب جب مل چکے ہیں تو اس کا صحیح معنوں میں مستحق اور قابل بننا ضروری ہوگا۔ چونکہ نائب کا کام ہی یہ ہوتا ہے کہ اسکے آقا کی غیر موجودگی میں جو خدمت آقا کے سپرد تھی اس کو بعینہٖ انجام دے ورنہ نائب نااہل ثابت ہوجائے گا اور اس سے یہ منصبِ نیابت چھین لیا جائے گا۔

اس تحقیق کے پیش نظر مخلوقِ خدا کی ہدایت و رہنمائی ان کے حق میں فرضِ عین ہوجائیگی۔ تاریخ اسلام کی اوراق گردانی سے یہ حقیقت بے نقاب ہوجاتی ہے کہ سلفِ صالحین و علمائے دین نے کن کن طریقوں سے ان خدمات کو انجام دیا ہے اور اپنے فرض سے کس طرح سبکدوشی حاصل کی ہے اور دین اسلام کی خدمت و شریعت محمدیؐ کی حفاظت کی خاطر کسی نے ساری زندگی صرف کی تو کسی نے اپنی پوری دولت کو

لٹا دیا، کوئی تختہ دار پر قید سے دوچار ہوا تو کسی نے اپنی جان کی قربانی دی۔ چنانچہ ان تربیت آفرین و نصیحت آموز واقعات سے ہمیں سبق سیکھنا چاہئے اور صالحین کے نقوشِ قدسیہ کو مشعلِ ہدایت سمجھ کر آگے بڑھیں اور خود بھی خدمتِ دین کے لئے کمربستہ ہو جائیں۔ بالخصوص اس پُرآشوب دور خرافات و مادیت کے ان ہوش ربا ہنگاموں میں جبکہ انسانیت پہ نزع کا عالم طاری ہے، تہذیبِ تمدن، تعلیمات اسلام و معاشرۂ اسلامی سے بے رغبتی بڑھتی جا رہی ہے اور ہر طرف مکاری و فریب کاری کا بازار گرم ہے۔ سیاسی دھوکہ بازی دورِ حاضرہ کے افراد کا شیوہ، مردم آزاری و رشوت ستانی ان کا کردار، تن پروری و شکم پُری ان کا مشغلہ ہو چکا ہے، نہ انہیں اپنی کجروی کا احساس ہے، نہ خدائے وحدہٗ لا شریک کا کوئی خوف، قوانین خداوندی کا کوئی احترام، نہ تعلیمات رسولؐ کا کوئی پاس بلکہ ان تمام کو پس پشت ڈال کر بہیمانہ زندگی بسر کی جا رہی ہے۔ لہٰذا رہنمایانِ ملت و محافظانِ شریعت کو چاہئے کہ متحد ہو کر اپنے دین و ایمان کی حفاظت کریں۔ خصوصاً اس سائنٹفک دور میں جبکہ انسان کی ذہنی پرواز فضاؤں میں ہو رہی ہے اور ہر میدان عمل میں عقل کی رہنمائی دنیوی معاملات ہی تک محدود نہیں رہی ہے بلکہ دینی معاملات، مذہبیات و اسلامیات میں بھی دخل اندازی کی جرأت کر رہی ہے۔ ایسے نازک مواقع پر یہ دیکھنا چاہئے کہ ہمارے اسلاف و رشیدانِ اسلام نے کس طریقہ سے ان باطل قوتوں کا قلع قمع کیا، اور کس طرح اس کا سدِّباب کیا۔ چنانچہ انہیں اپناتے ہوئے دنیا کے سامنے یہ ظاہر کر دیں کہ ہم رہنمایانِ شریعت ہیں، ہمارا کیش ہے حفاظتِ دین اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے اس واقعہ کو ہمیشہ اپنے ذہن میں رکھیں کہ آپؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مرتدین و منکرینِ زکوٰۃ کے ساتھ کیا رویہ اختیار کیا اور کس طریقہ سے اپنے ایمانی جوش و جذبہ اور استحکام و استقلال سے ایک رکن اسلام کو منہدم ہونے سے بچا لیا اور کس طرح دین کی حفاظت کی۔

مولیٰ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں عالم باعمل بنائے اور صحیح معنوں میں خدمتِ دین کی ہدایت عطا فرمائے آمین ثم آمین۔ احب الصالحین ولست منهم

لعل اللہ یرزقنی صلاحا

۱۵/۲

راز حقیقت

از
جناب خطیب عبدالکریم صاحب
سابق میونسپل چیرمین
وانمباڑی و سابق
ممبر وقف بورڈ مدراس

نہ دیکھا تو ڈھونڈا، جو دیکھا تو میں چپ
نہ پایا پکارا، ملا جب زباں چپ

تو کر دور پہلے خودی کو ترے سے
رہا کون باقی مکیں چپ مکاں چپ

سراپا تو اکسیر بن کر لے ناداں!
تماشا تو تب دیکھ زمیں چپ زماں چپ

بشیر اور بشر میں فرق کب رہیگا
خودی گئی خدا ہے بشر کا عیاں چپ

نہاں تجھ میں تھا اور تو بے خبر تھا
کھلا جب یہ عقدہ تو تیرا گماں چپ

نہاں ذرّہ ذرّہ میں وہ کب سے پایا ہے
سکت گر ہے خود دیکھ نہاں کا گماں چپ

نہ ہو غیرِ حق کا نشاں دل میں تیرے
رہے حق ہی حق اور تیرا نشاں چپ

اگر بے خودی کی تو منزل پہ پہنچے
حقیقت عیاں ہو یہ سارا جہاں چپ

یہ ہوشیاری اور عقل و دانائی تیری
نہ اس رہ میں کام آوے سب بے گماں چپ

اگر پیرِ کامل بنے تیرا رہبر
ملے حق تجھے اور تیرا نشاں چپ

سفیر اس جہاں میں ترا کیا ٹھکانا
تو اک بلبلہ ہے وہاں گھٹ یہاں چپ

حضرت بابا تاج الدین رحمۃ اللہ علیہ

از
بیچگری سید عشاق محمد قادری
آستانۂ قادریہ
قریب روضہ مسجد تاڑ پتری
متعلم
دار العلوم لطیفیہ حضرت مکان ویلور

آسرا جب تک نہ لینگے اولیاء اللہ کا
سخت مشکل ہے پتہ ملنا رسول اللہ کا

حضرت بابا تاج الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بتاریخ ۷ ارجنوری ۱۸۶۱ء مطابق ۵ رجب المرجب ۱۲۷۷ھ روز پنجشنبہ بوقت فجر ۵½ بجے پیدا ہوئے۔ یہ عام بات ہے کہ بچہ پیدا ہوتے ہی رونے لگتا ہے لیکن آپ کی ذات بابرکت اس کے برخلاف رہی۔ آپ بالکل نہیں روئے۔ خویش و اقارب کو گمان ہوا کہ بچہ بے جان پیدا ہوا ہے، چنانچہ آپ کی پیشانی و تالو مبارک کو داغا گیا تو اس وقت آپکے رونے کی آواز آئی اور یہ داغ تاحین حیات جسم اطہر پہ نمایاں تھے۔

آپ کم عمری ہی میں یتیم و یسیر ہو گئے۔ ایک سال کی عمر تھی کہ والدِ ماجد کا سایہ سر سے اُٹھ گیا۔ ۹ سال کی عمر میں والدہ صاحبہ انتقال کر گئیں۔ آپ نے نانی صاحبہ کے زیرنگرانی تربیت پائی۔ ۶ سال کی عمر سے آپ تحصیل علم میں کوشاں رہے۔ عربی، فارسی، اردو، اور تھوڑی انگریزی بھی سیکھی۔ اٹھارہ سال کے اس مختصر سے عرصہ میں آپ نے علوم ظاہری و باطنی میں کمال حاصل کر لیا۔

آپ کے زمانۂ طالب العلمی کا واقعہ ہے کہ ایکدن اچانک ایک فقیر شاہ عبداللہ علیہ الرحمہ مدرسے میں چلے آئے۔ آپ اس وقت استاد سے سبق پڑھ رہے تھے۔ فقیر شاہ عبداللہ علیہ الرحمہ نے مدرس کی جانب مخاطب ہو کر کہا کہ تم انہیں کیا پڑھاتے ہو۔ یہ پڑھے لکھے ہیں۔

حضرت شاہ عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ ایک کامل بزرگ تھے اور ان کا مزار کامٹی اسٹیشن کے پاس آج بھی مرجع خاص و عام ہے۔ حضرت بابا تاج الدین رحمۃ اللہ علیہ عام بچوں کی طرح کھیل کود میں حصہ نہیں لیتے تھے۔ سنجیدہ طبیعت کے مالک تھے، نیز آپ کو فارسی اشعار سے زیادہ دلچسپی تھی۔ اکثر و بیشتر اوقات یہ شعر پڑھا کرتے تھے ؎

مئی خور و مصحف بسوز و آتش اندر کعبہ زن
ساکنِ بت خانہ باش و مردم آزاری مکن

جب سے آپ سنِ شعور کو پہنچے کبھی آپ نے ادائے نماز میں کوتاہی نہ کی۔ کبھی کبھی آپ حضرت شاہ عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری دیا کرتے تھے جس سے آپ میں نمایاں تبدیلی آ گئی۔

آپ حضرت امام عسکریؒ کی اولاد سے ہیں۔ حضرت امام عسکری کے پوتے سید عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ شہر عرب سے مدراس آئے اور یہیں مقیم ہو گئے۔ آپ کی اولاد کثیر مدراس میں پھیلی اور مدراس سے ملازمت کے سلسلہ میں حضرت کا خاندان کامٹی آیا۔ اور آپ کے پدر بزرگوار حضرت سید بدرالدین صاحبؒ قبلہ صوبیدار تھے۔ آپ کی والدہ مریم بی صاحبہ حضرت شیخ میراں صاحب صوبیدار کی دختر تھیں اور آپ کے خاندان میں کئی اولیائے کرام ہوئے جن کے مزارات مدراس اور دیگر مقامات میں موجود ہیں۔

آپ کا قد اونچا گندمی رنگ قدرے سیاہی مائل پیشانی فراخ تھی۔ حالت جمال و جلال میں یکساں خوش مزاج نہایت سادگی و سنجیدگی کے ساتھ دل کو لبھانے والے الفاظ میں گفتگو کرتے تھے۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ آپ سینکڑوں آدمیوں کے مجمع میں تمام قد آوروں سے بھی بلند و بالا نظر آتے گویا یہ آپ کی سرداری کی علامت تھی۔

جب آپ مقام شکر دہ میں مقیم تھے، ایک شخص "محبوب" نامی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان کی آنکھیں کمزور تھیں، یہ ریلوے گارڈ بننے کی تمنا رکھتے تھے لیکن اپنی کمزوری کے باعث یہ بہت متفکر و پریشان تھے۔ ان کے ایک دوست نے ان کو حضرت بابا تاج الدین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہونے کی رائے دی۔ چنانچہ حاضر ہو کر گذارش کی تو آپ نے فرمایا "کیوں ڈرتا ہے رے جا" بس چلے گئے۔ امتحان ہوا میڈیکل امتحان میں بھی کامیابی ہوی۔ دعا کی برکت سے چند ہی دنوں میں نوکری بھی مل گئی۔

رام غلام پانڈے نامی شخص پنجاب سے ایک بھینس لائے، بہت خوبصورت اور بہت زیادہ دودھ دیتی تھی۔ اس کا بچھڑا مر گیا۔ ان کو بہت رنج ہوا لوگ جمع ہوئے، تمام نے حضرت بابا رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہونے کی رائے دی۔ عین اسی وقت حضرت بابا تاج الدین رحمۃ اللہ علیہ کی سواری ادھر سے گذری۔ آپ نے تانگہ سے اتر کر بچھڑے کو لات سے مارا بس وہ آواز کرتا ہوا چلا گیا۔

ایک دن کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت بابا تاج الدین رحمۃ اللہ علیہ ایک زرگر کے گھر کے پاس سے گذر رہے تھے۔ زرگر کو گھر پہ پایا۔ آپ اس سے مخاطب ہوے کہ ابے زرگر تو فوراً اپنا مکان خالی کر دے اور اپنے اسباب گھر سے نکال لے۔ اتنا کہہ کر آپ وہاں سے چلے گئے۔ حضرت بابا رحمۃ اللہ علیہ کے ان باتوں کو زرگر حیرانی سے سنتا رہا، کچھ دیر بعد سوچا شاید یہ کوئی بزرگ ہیں، اس نے آپکے قول پہ عمل کرنا چاہئے چنانچہ کچھ دیر میں سارا مکان خالی کیا اور دوسرے مکان میں جا بسا۔ نصف رات کے قریب دھڑام سی ایک آواز سنائی دی۔ کیا دیکھتا ہے کہ سارا مکان آن واحد میں

ڈھیر بن گیا ہے۔ زرگر اپنی جان و اسباب کی حفاظت پر شکر ادا کیا۔ واقعی آج بھی دنیا میں ایسے بزرگوں کی زندگی ہی سے امن و سلامتی قائم ہے۔

اس طرح بابا تاج الدین رحمۃ اللہ علیہ کا مٹی میں فیض پہنچاتے رہے۔

۱۹ اگست ۱۹۲۵ء کو آپ میں ضعف و ناتوانی حد سے زیادہ ہونے لگی تو آپ نے تمام احباب کو برائے ملاقات طلب فرمایا۔ پھر ۱۷ اگست بمطابق محرم الحرام ۲۶ / ۱۳۴۴ھ یوم دوشنبہ مغرب کے وقت اپنے تمام احباب کے لئے دعائے رحمت و مغفرت کی اور پلنگ سے اٹھ کر اپنے آشیانے میں ہر سو ایک بار نظر رحمت فرمائی۔ بعد ازاں ایک کھنکار کے ساتھ آپ کی روح پر فتوح پرواز کر گئی انا للہ وانا الیہ راجعون۔

روایت ہے کہ نماز جنازہ کے موقع پر دُور جنگل سے ایک نقاب پوش جوان سیدھا جنازے کے پاس آیا اور نماز جنازہ پڑھائی۔

کہا جاتا ہے کہ اللہ تبارک و تعالےٰ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں، اور اپنے نیک بندوں کے طفیل میں دین و دنیا کی، سرخروئی عطا فرمائے۔ شہدا و صالحین کے ساتھ ہمارا حشر فرمائے۔ اور قیامت کی ساری سختیوں اور مصیبتوں سے بچائے۔

آمین، ثم آمین۔

غزل

حافظ سید محمد اللہ بختیاری ضیاؔ لطیفی

زندگی کا فلسفہ آسان ہے
موت اس کا آخری عنوان ہے

آدمی سرتا بپا اخلاق ہو
آدمیت کی یہی پہچان ہے

جو رموزِ عشق سے واقف نہیں
درحقیقت وہ بڑا نادان ہے

ہے محبت آخری معراجِ دل
عشق تنویرِ رخِ ایمان ہے

بے سروسامانی اہلِ وفا
اہلِ دل کا مستقل سامان ہے

وہ کبھی میرا نہیں ہوتا ضیاؔ
میرا دل جس شوخ پر قربان ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسائل و فضائل قربانی

از: مولانا مولوی عبد العزیز صاحب رضوی مبارکپوری یو.پی
مُدرّس دار العلوم لطیفیہ حضرت مکان ویلور

چل جائے گلے پر جو چھری شکر کی جا ہے
معشوق جو چاہے وہی عاشق کی رضا ہے

منازلِ عشق میں سب سے زیادہ کٹھن اور اہم منزل منزلِ تسلیم و رضا ہے۔ یہ وہ منزل ہے جس کا طے کرنا ہر عاشق کا کام نہیں۔ یہ وہ منزل ہے جس میں عاشق ہر چیز کو راہِ معشوق میں قربان کر دیتا ہے اور اس قربانی میں اس کو جو مزہ آتا ہے اس کا اندازہ بھی صرف وہی کر سکتا ہے۔ سب سے بڑی عید اور عید کی مسرت و خوشی صرف رضائے معشوق کے لئے سرِ تسلیم خم کر دینے میں پنہاں ہوتی ہے۔ اسی منزل پر پہنچکر عاشق کی محبت کا سخت امتحان ہوتا ہے اور اسی کامیابی پر اس کے درجات تقرب کا دار و مدار ہے۔ میں صرف ایک عاشق صادق اور خدا کے برگزیدہ اور محبوب صادق حضرت خلیل اللہ علیہ السلام ہی کی مثال پیش کرتا ہوں۔ یہ وہ عاشق صادق ہیں جن کی نسبت ایکبار ملائکہ نے دربارِ خداوندی میں عرض کیا کہ اے بارالٰہی تو نے ابراہیم (علیہ السلام) کو اپنا خلیل کیوں بنایا؟ ارشاد باری ہوا، اس لئے کہ وہ مجھکو سب سے زیادہ اپنا محبوب رکھتا ہے، اور صرف میری رضا کا خواہاں و جویاں ہے۔ فرشتے عرض کرتے ہیں، اے باری تعالیٰ ہم ان کی تسلیم و رضا سے اپنے عرفان میں اضافہ اور ان کی محبت کی ادنیٰ جھلک دیکھنے کی آرزو رکھتے ہیں۔ فرشتوں کی درخواست قبول ہو جاتی ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آزمائش کا سلسلۂ امتحان شروع ہوتا ہے۔

امتحان مال

ملکِ شام کی ایک سنسان وادی ہے۔ صبح کا سہانا وقت ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام یادِ الٰہی میں مستغرق ہیں۔ جنگل کی بوٹی بوٹی آپ کی ہمنوا ہے کہ اتنے میں کان میں آواز آتی ہے۔ سبّوحٌ قدّوسٌ ربّنا و ربّ الملائکة والرّوح کان میں یہ آواز پہنچتی ہے، آپ سر اٹھا کر دیکھتے ہیں تو ایک بزرگ سفید ریش کو اپنے قریب پاتے ہیں، فرماتے ہیں کہ اے بندۂ خدا ایکبار پھر وہی تسبیح سنا، وہ کہتے ہیں کہ کچھ دیجئے تو پھر سناؤں، مفت میں نہیں۔ فرمایا کیا چاہتے ہو۔ اس نے کہا تمہاری نصف دولت جو کروڑوں روپئے کا مال ہے مجھے دیدو۔ آپ نے فرمایا یہ تو معمولی دولت ہے

اور یہ سب کچھ تو اسی رب کی دین ہے جاؤ اسی کے نام پہ دے دی۔ اس بزرگ نے پھر وہی تسبیح سنائی۔ آپ پر وجدانی کیفیت طاری ہوگئی۔ ذرا دیر کے بعد فرمایا کہ ہاں بھائی ایک اور۔ بزرگ والا تبار کہتے ہیں۔ باقی مال بھی مجھے دے ڈالئے اور سن لیجئے۔ حضرت ابراہیم نے بخوشی قبول فرمالیا اور اس بزرگ نے پھر ایک بار وہی صدا بلند فرمائی۔ سنتے ہی آپ وجد میں آگئے۔ بے خودی طاری ہوگئی۔ کچھ عرصہ کے بعد پھر وہی آرزو اور وہی مطالبہ اور تمنا کا اظہار کیا۔ ہاں ایک بار اور۔ اس بزرگ نے فرمایا کہ اب تمہارے پاس کیا رہا ہے جو دے کر سننے کی آرزو کر رہے ہو۔ فرمایا اے پیارے ذاکر کچھ نہیں تو کیا ابراہیم تو ہے خود کو آپ کی غلامی میں پیش کرتا ہوں۔ مگر ہاں ایک بار اور۔ ذرا جلدی اس بزرگ کو اس حیرت انگیز ذکر خدا کی محبت پر سخت تعجب ہوا۔ ایک بار پھر سنایا۔ ادھر سیدنا خلیل علیہ السلام پر وجد خیز تسبیح و تہلیل کی سماعت سے رقت طاری ہوگئی۔ ادھر اس بزرگ نے عالم بالا کا راستہ لیا اور نظروں سے غائب ہوگئے۔ اللہ اللہ۔ سبحان اللہ! ایک بار خداوند قدوس کا ذکر سننے کے لئے حضرت خلیل علیہ السلام کتنی بڑی مالی قربانی پیش فرماتے ہیں بلکہ اپنے کو تک پیش کر دیتے ہیں۔

امتحان جان

ہم سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے کارناموں کو فراموش نہیں کرسکتے۔ نمرود اور اس کے ماننے والوں کے سامنے اثباتِ حق اور ابطالِ باطل کا جو طریقہ اختیار کیا۔ اس نے کواکب پرستوں کو غور و فکر کی طرف متوجہ کیا۔ نہایت اور دلنشین پیرایہ میں آپ نے لوگوں کو نظر و استدلال کی طرف توجہ دلائی۔ نمرودیوں کو ماننا پڑا کہ عالم بتمامہ حادث ہے معبود نہیں ہوسکتا۔ اس لئے کہ عالم کے واسطے موجد اور مدبر کا ہونا لازمی ہے جس کے دستِ قدرت سے عالم میں تغیر ہوتا رہتا ہے۔ ہمارا مقدس قرآن اس مضمون کو اپنی زبان میں یوں فرماتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جس تہ خانہ کی ایک سوراخ سے رات کے اندھیرے میں ایک تارا دیکھا تو بطور تعریض فرمایا ' یہ میرا رب ہے '۔ جب وہ تارہ ڈوب گیا تو آپ نے اعلان کردیا کہ ڈوبنے والا مجھے پسند نہیں ' اسی طرح قمر و شمس کی ربوبیت سے انکار فرما کر آپ نے اپنے دینِ متین کا اعلان فرمایا ' انی وجهت وجهی للذی فطر السموات الخ ' میں نے اپنا رخ اس ذات کی طرف کرلیا ہے جس نے زمین و آسمان بنائے ' اور میں مشرکوں میں نہیں۔

بت شکنی کا منظر

نمرود بادشاہ اپنے آپ کو سلطنت کے غرور سے سجدہ کرواتا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس کے سامنے آئے تو سجدہ نہ کیا نمرود نے دریافت کیا تو فرمایا کہ میں اپنے رب کے سوا کسی کو سجدہ نہیں کرتا۔ اس نے کہا رب تو میں ہوں۔ انہوں نے کہا کہ میں عالم کو رب نہیں مانتا۔ رب وہ ہے جو جلاتا ہے مارتا ہے۔ نمرود نے دو قیدی منگا کر بے قصور کو مار ڈالا اور قصوروار کو چھوڑ دیا۔

اور کہا کہ دیکھا میں جسکو چاہتا ہوں مارتا ہوں اور جسے چاہتا ہوں نہیں مارتا۔ اس پر حضرت ابراھیم علیہ السلام نے آفتاب کی دلیل پیش فرما کر اس مغرور احمق کو لاجواب کیا۔ اور اس کو ہدایت نہ ہوئی یعنی لاجواب ہو کر بھی ارشادِ ابراھیم پر ایمان نہ لایا یا یوں کہو کہ حضرت ابراھیم علیہ السلام کی دوسری بات کا کچھ جواب نہ دے سکا حالانکہ جیسا جواب پہلے ارشاد کا دیا تھا ویسا جواب دینے کی یہاں کوئی گنجائش نہ تھی۔ سیدنا ابراھیم علیہ السلام تبلیغ اسلام فرماتے رہے۔ تمام قوم کے عقیدے کے خلاف ابراھیم علیہ السلام کی ایسی سخت گفتگو سن کر ساری قوم میں اضطراب پیدا ہوگیا۔ کہنے لگے کیا یہ تیرا خیال و عقیدہ صحیح ہے یا محض ہنسی اور دل لگی کرتا ہے۔ حضرت ابراھیم علیہ السلام کہنے لگے میرا عقیدہ یہی ہے اور میں پورے یقین اور بصیرت سے اس کی شہادت دیتا ہوں کہ میرا تمہارا سب کا رب وہی ایک خدا ہے جس نے آسمان زمین پیدا کئے اور ان کی دیکھ بھال رکھی۔ کوئی چیز اس کی خدائی میں شریک نہیں ہوسکتی۔ یہ بات ذرا آہستہ کہی کہ بعض نے سنی اور بہتوں نے نہ سنی جنہوں نے سنی اس کی کچھ پروا نہ کی۔ کیونکہ وہ سمجھ رہے تھے کہ تنہا ایک نوجوان ساری قوم کے معبودوں کا کیا بگاڑ سکتا ہے۔

ایک مرتبہ جب ساری قوم شہر سے باہر ایک میلہ میں گئی تو ابراھیم علیہ السلام نے بتخانہ میں جاکر بتوں کو توڑ ڈالا اور صرف ایک بت کو باقی رکھا جو باعتبار جثہ کہ یا تعظیم و تکریم کہ ان کے نزدیک سب سے بڑا تھا، اور جس کلہاڑی سے توڑا تھا اس بڑے بت کے گلے میں لٹکا دی تاکہ وہ لوگ جب واپس آکر یہ صورتِ حال دیکھیں تو قدرتی طور پر ان کا خیال اس بڑے بت کی طرف ہو یا بطور الزام اس کی طرف رجوع کرایا جاسکے۔ جب قوم واپس آئی اور اپنے بتوں کی یہ گستاخی اور بے ادبی کا مشاہدہ کی تو آگ بگولہ ہو کر کہنے لگی جس نے یہ کیا بڑا ظالم اور شریر ہے (استغفر اللہ) یہ شاید ان لوگوں نے کیا ہوگا جن کے کان تک واللہ لاکیدن اصنامکم کی آواز پہنچی تھی۔ یہ کہنے والے یہ لوگ ہونگے جو حضرت ابراھیم علیہ السلام کے جملے سن چکے تھے۔ یعنی وہی ایک شخص ہے جو ہمارے معبودوں کا ذکر برائی سے کیا کرتا ہے۔ یقیناً یہ کام اسی نے کیا ہوگا۔ اس کو بلوا کر برملا مجمع عام میں بیان لیا جائے تاکہ معاملہ کو سب لوگ دیکھ کر اور خود اس کی باتیں سن کر گواہ رہیں۔ اور جو سزا اس کو قوم کی طرف سے دی جائے گی، بے شک وہ اس کا مستحق ہوگا۔

یہ تو ان کی غرض تھی اور حضرت ابراھیم علیہ السلام کا مقصود بھی یہی ہوگا کہ مجمع عام میں ان کو موقع ملے تاکہ مشرکین کو عاجز و مبہوت کریں اور علی رؤس الاشہاد غلبۂ حق کا اظہار ہو۔ چنانچہ آپ نے ارشاد فرمایا مجھ سے دریافت کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ اس گرو گھنٹال کی طرف دیکھو جو صحیح سالم کھڑا ہے اور اس کے نزدیک توڑنے کا آلہ (کلہاڑی) بھی موجود ہے، ضرور اسی کی یہ حرکت ہوگی۔ لیجئے بحث و تحقیق کے وقت بطور

الزام وتبکیت میں یہ دعویٰ کئے لیتا ہوں کہ بڑے بت نے سب چھوٹوں کو توڑ ڈالا۔ اب آپ کے پاس کیا دلیل ہے؟ کیا دنیا میں ایسا نہیں ہوتا کہ بڑے سانپ چھوٹے سانپوں کو، بڑی مچھلی چھوٹی مچھلیوں کو نگل جاتی ہے اور اسی طرح بڑے بادشاہ چھوٹی سلطنتوں کو تباہ وبرباد کر ڈالتے ہیں۔ اس لئے بہترین صورت میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ کن بات یہ ہے کہ تم خود اپنے معبودوں ہی سے دریافت کر لو کہ، یہ ماجرا کس طرح ہوا؟ اگر یہ کچھ بول سکتے ہیں تو کیا ایسے اہم معاملہ میں بول کر میرے جھوٹ سچ کا فیصلہ نہ کر دیں گے۔

(تنبیہ) ہماری تقریر سے ظاہر ہو گیا، کہ بل فعلہ کبیرھم ھذا کہنا خلاف واقعہ خبر دینے کے مترادف نہ تھا جسے حقیقتاً جھوٹ کہا جائے بلکہ انکی تحمیق وتجہیل کیلئے ایک فرضی احتمال کو بصورت دعویٰ لیکر بطور تعریض والزام کلام کیا گیا تھا جیسا کہ بحث ومناظرہ میں ہوا کرتا ہے، اس کو جھوٹ نہیں کہہ سکتے۔ ہاں بظاہر صورت جھوٹ کی معلوم ہوتی ہے، اسی لئے بعض احادیث میں اس پر لفظ کذب کا اطلاق صورتاً کیا گیا ہے۔ مفسرین کرام نے اس کی توجیہ میں اور بھی کئی محمل بیان کئے ہیں، لیکن ہمارے نزدیک یہی تقریر زیادہ صاف بے تکلف اور اقرب الی الروایت ہے۔ واللہ اعلم۔

بحث ومناظرہ میں تو اس سے جیت نہیں سکتے، اب صرف ایک ہی صورت ہے کہ (جو معبود ہماری بلکہ خود اپنی مدد نہیں کر سکتے) ہم ان کی مدد کریں اور ان کے دشمن کو سخت ترین سزا دیں۔ اگر ایسا نہ کر سکتے تو ہم نے کچھ کام نہ کیا چنانچہ اس مشورہ کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں جلانے کی سزا تجویز ہوئی۔ گویا جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بت توڑ کر ان کے دل جلائے تھے، یہ ان کو آگ میں جلا ڈالیں۔

آخر کار ظالموں نے جمع ہو کر نہایت اہتمام، اور بے رحمی کے آگ کے سربفلک شعلے بلند کئے اور نمرودی حکم پر تین میل کی دوری سے بذریعہ منجنیق آگ میں ڈال دیا جائے۔ عنقریب اللہ کے پیارے حضرت خلیل علیہ السلام آگ میں ڈالے جانیوالے ہیں عین اسی وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام مقام سدرہ چھوڑ کر قریہ کوثیٰ میں تشریف لائے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے سوال کرنے لگے ھل لک حاجۃ اے پیارے خلیل کچھ کام ہو تو بتائیے؟ اس پیکر صبر وثبات نے اس جملہ کو سن کر فرمایا واما الیک فلا جبرئیل علیہ السلام تم سے سروکار نہیں اس جواب پر حضرت جبرئیلؑ پھر عرض کرنے لگے ہیں، "جس سے حاجت ہے اسی سے مدد طلب کیجئے"۔ آپ نے فرمایا اے جبرئیل سوال میں اپنی غرض کا شائبہ ہوتا ہے، وہ میری کس مپرسی کی حالت کا خود ہی نظارہ فرما رہا ہے، ضرور میری مدد فرمائے گا۔ غور کا مقام ہے، یہ ایسی

کٹھن منزل ہے جس میں اچھے اچھے اولوالعزم کے پائے استقامت میں لغزش آجاتی ہے لیکن صاحب صبر و تحمل پہ صد ہا تحسین و آفرین ہے جس نے امداد و استعانت کیلئے اپنے لب پاک کو خفیف جنبش تک نہ دی۔ اسی اثنا میں رب کی مدد "یا نار کونی بردًا وسلامًا علیٰ ابراھیم" آپہنچی۔ جس نے آتش کدہ نمرود کو گلزار بنا دیا اور حضرت ابراھیمؑ بفضل رب کریم آتش نمرود سے نجات پائے۔ بزرگان دین فرماتے ہیں کہ اس جلالی حکم کو سنتے ہی ساری دنیا کی آگ سرد ہو گئی کہ شاید یہ ارشاد ہم ہی سے ہو۔

جبینِ پاکِ ابراھیمؑ پہ نور محمدؐ تھا
عمر جلتے وہ کیونکر نار میں کب نور جلتا ہے

افسوس آج کل کے بد مذہب کہتے ہیں کہ دیکھو حضرت ابراھیم علیہ السلام نے جبرئیل سے بھی مدد نہیں طلب کی۔ ہمکو بھی غیر خدا سے مدد نہ مانگنی چاہئے لیکن وہ یہ نہیں سمجھتے کہ آپ نے تو خدا سے بھی مدد نہیں مانگی تو کیا ہم کو خدا سے بھی مدد نہ مانگنی چاہئے۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

شبہ کا ازالہ

اہلِ فلاسفہ اس بات کی طرف گئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے لئے ایک خاصیت پیدا کی ہے۔ وہ اسکی خاصیت اور فطرۃ میں تبدیلی نہیں آسکتی جیسے آگ کی خاصیت احراق (جلانا) ہے کبھی نہیں بدل سکتی۔ جو چیز جلنے کے قابل ہے مثلاً اجسام جب آگ میں ڈالے جائیں گے جل جائیں گے۔

صاحب فتوحات نے ۵۸۶ھ کا واقعہ نقل کیا ہے۔ کہ ہماری مجلس میں ایک فلسفی آکر بیٹھا جو انبیاء علیہم السلام کے معجزات وخوارق عادات کا منکر تھا۔ یہ جاڑے کا موسم تھا اور مجلس میں آگ کی انگیٹھی روشن تھی۔ اس فلسفی نے کہا حضرت ابراھیم علیہ السلام آگ میں ڈالے گئے اور جلے نہیں۔ محض یہ عوام اور جہلاء کا کہنا ہے آگ میں نہ جلنا یہ بات ناممکن اور محال ہے۔ اس لئے کہ آگ اپنی طبعی صفت کے اعتبار سے اُن اجسام کو جلا دینے والی ہے جو اجسام کے جلنے کے قابل ہیں۔ پس فلسفی نے تاویل کی بنیاد رکھی۔ اور کہا کہ حضرت ابراھیم علیہ السلام کے واقعہ میں آگ جس کا مذکور قرآن میں ہے اس سے نمرود کے غصہ وغضب کی آگ مراد ہے۔ اور حضرت ابراھیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنا یہی تھا کہ نمرود کا غضب و غصہ ان پر اترا اور اس غصہ کی آگ نے ان کو نہیں جلایا۔ اس لئے کہ حضرت ابراھیم علیہ السلام حجت اور دلیل سے نمرود پر غالب آگئے۔ اور نمرود کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا۔ جب فلسفی اپنے کلام سے فارغ ہو گیا تو حاضرین مجلس میں سے ایک بزرگ نے کہا اے حاضرین مجلس کیا کہتے ہو اگر خدا کی بات کا سچ ہونا میں تم کو دکھا دوں جیسا کہ رب العزۃ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ہے یا نار کونی بردا وسلاما علےٰ ابراھیم اے آگ ٹھنڈک اور سلامتی ہو جا ابراھیم کے لئے اور اس بات سے میرا مقصود حضرت ابراھیم کے معجزہ کے انکار کا دفع کر دینا ہے نہ کہ اپنی کرامت کا اظہار۔ اس منکر نے کہا کہ یہ ہو نہیں سکتا کہ آگ نہ جلائے۔ اس مردِ باصفا نے

کہا کہ اس انگیٹھی میں جو آگ روشن ہے یہ وہی تو آگ ہے جیسے تم کہتے ہو کہ بالطبع محرق ہے اپنی طبعی خاصیت سے جلا دینے والی ہے۔ اس فلسفی نے کہا ہاں یہ وہی آگ ہے

اس روشن ضمیر بزرگ نے انگیٹھی کو اٹھایا اور اس میں جو آگ تھی اس منکر کے دامن پر اُلٹ دیا اور کافی دیر تک آگ کو یونہی پڑا رہنے دیا۔ پھر آگ کو اپنے ہاتھ سے ادھر ادھر پھیرتے اور الٹتے پلٹتے رہے۔ اس کے باوجود اس کا کپڑا نہیں جلا اور نہ اس بزرگ کا ہاتھ جلا۔ اس کے بعد پھر اسی آگ کو انگیٹھی میں ڈال دیا اور منکر سے کہا اب اپنا ہاتھ قریب لا۔ اب جو اس کا ہاتھ آگ کے قریب پہنچا تو جل گیا۔ یہ منکر تسلیم کر لیا اور کہا کہ روشن ہو گیا بے شک آگ سے جلنا یا نہ جلنا اس کا انحصار محض خدائے تعالیٰ کے حکم سے ہے نہ کہ آگ کی طبعی خاصیت پر۔ پس منکر معجزہ نے خرق کا اقرار کیا اور ایمان سے مشرف ہوا۔

بے حکم خدا کبھی ذرّہ نہیں ہلتا
ہوتی ہے ہوا بند تو پتہ نہیں ہلتا

امتحانِ اولاد

امتحانِ مال اور امتحانِ جان کے بعد تیسری آزمائش

قربانی اولاد کی جان۔ سچ تو یہ ہے کہ یہ امتحان تمام قربانیوں سے زیادہ سخت اور اہم ہے۔ اس کا مرتبہ سب سے زیادہ اور سب سے افضل ہے۔ لیکن دیکھئے اس میں بھی حضرت ابراہیمؑ کس طرح اپنی کامیابی اور ثابت قدمی کا ثبوت دیتے ہیں۔ ذی الحجہ کی آٹھویں شب ہے۔ عالمِ خواب میں ارشاد ہوتا ہے "اے ابراہیم اٹھو اور ہماری راہ میں قربانی کرو"۔ آنکھ کھلی اور خدا کی راہ میں ایک سَو اونٹ قربان کر دیا۔ نویں شب پھر حالت نوم میں ارشاد باری ہوتا ہے کہ ہماری راہ میں قربانی کرو۔ آج پھر اٹھے، اور دو سَو اونٹ قربان کر دئے۔ دسویں شب صاف لفظوں میں فرمایا جاتا ہے کہ اے ابراہیم اٹھو اور ہماری راہ میں اپنے پیارے لختِ جگر نورِ نظر کو قربان کرو!

حضرت ابراہیم علیہ السلام خواب سے بیدار ہوتے ہیں، دل باغ باغ ہے۔ چہرے پر آثارِ مسرت نمایاں ہیں کہ میرے پروردگار نے میرے بچّے کی قربانی کا حکم دیا ہے فوراً اٹھا کچھ کھایا نہ پیا۔ حضرت اسماعیل کی والدہ کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ میں اپنے فرزند کو محبوبِ خاص کی دعوت میں لے جاؤں گا۔ ذرا اس کو بنا سنوار کر فوراً تیار کر دو۔ والدہ نے فوراً تعمیل ارشاد کی۔ کسی شاعر نے تزئین و آرائش اور بناؤ سنگار کی تصویر کشی ان الفاظ میں کھینچی ہے :۔

نہلا دُھلا ماں نے جامۂ اطہر پہنا دیا
بالوں میں تیل، آنکھوں میں سرمہ لگا دیا

شانہ کیا سنوار کے دُولہا بنا دیا
آغوش میں خلیلؑ کے لاکر بٹھا دیا،

مانگی دُعا یہ رو کر اے ربِّ ذو الجلال
پھولے پھلے یہ باغِ نبوت کا نونہال

حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے ایک رسی اور چھری مخفی طور پر ساتھ رکھ لی اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ساتھ لیا اور منزلِ مقصود کو روانہ ہوئے۔

صلّ علےٰ وہ حسن وہ عالم شباب کا
روشن جبیں پہ نورِ رسالت مآب کا

کیا منہ تھا آفتاب کا یا مہتاب کا
کرتا جو سامنا بھی رخِ لاجواب کا

زلفِ سیہ میں عارضِ روشن کا نور تھا
ایک جا پہ صبح و شام کا گویا ظہور تھا

رخ کی چمک سے راستہ پُر نور ہو گیا
ہر کوچہ بوئے زلف سے معمور ہو گیا

ہر نخلِ رہ گذر شجرِ طور ہو گیا
ہر ہر مقام نورٌ علیٰ نور ہو گیا

ذرّے سب آفتاب کی صورت چمکتے تھے
حیرت کی نظروں سے رخِ روشن کو تکتے تھے

ادھر حضرت ابراہیم علیہ السلام فرزندِ دلبند کو لے کر روانہ ہو گئے ادھر شیخ نجدی نابکار شیطان ملعون جس کا کام ہی راہِ خدا میں ہر شئے کی قربانی اور ہر کارِ خیر سے روکنے کی کوشش کرنا ہے۔ فوراً والدہ ماجدہ اسماعیل علیہ السلام کے پاس پہنچتا ہے اور کہتا ہے کہ ہوشیار ہو جاؤ تمہارے شوہر تمہارے لڑکے اسمٰعیل کو راہِ خدا میں ذبح کرنے لیگئے ہیں۔ کیونکہ ان کو خواب میں یہ حکم دیا گیا ہے۔

بولیں وہ لاحول پڑھ کر دُور ہو شیطان نابکار
تیری کیا قوت مجھے بہکا سکے اے بد شعار

حق تو یہ ہے گر یہی ہے مرضی پروردگار
دل سے حاضر ہوں پئے تعمیلِ حکم کردگار

یک اسمٰعیل کیا ہوتے جو سَو ایسے پسر
سب کو میں قربان کر دیتی خدا کی راہ پر

شیخ نجدی یہاں سے خائب و خاسر ہو کر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے پاس پہنچا۔ آپ نے بھی یہی جواب دیا کہ ایک جان کیا اگر ہزار جانیں بھی ہوتیں تو میں راہِ خدا میں قربان کر دیتا۔ آخر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نزدیک آیا۔ آپ نے بھی ایسا ہی دھتکارا پھر سیدھا نجد میں جا کر دم لیا۔

دیکھو مسلمانو! ملتِ ابراہیمؑ کے پروانو! خدا کے پیارے خلیلؑ اور ان کے فرزندِ ارجمند اور ان کی والدہ ماجدہ نے شیخ نجدی کو جو کارِ خیر سے روکنے کیلئے آیا تھا کس بری طرح بھگایا اور ذلیل و خوار کیا۔ ایک تم ہو جو اسکی ذریت نجدی ملاؤں کو بلاتے ہو اور ان سے وعظ کہلواتے ہو، انکی خاطر تواضع بھی کرتے ہو اور یہی نہیں بلکہ ان کے بہکانے سے بعض اوقات فاتحہ درود۔ نذر و نیاز اور دوسرے نیک کاموں سے رک جاتے ہو۔ تم خود ہی فیصلہ کر لو کہ کیا یہ سب سنتِ ابراہیمیؑ اور

شیوۂ اسماعیلی نہیں ہے۔

قربانی کا منظر سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے دربارِ خداوندی میں التجا کی
اور اپنی تمناؤں کا اظہار کیا اور دربارِ الٰہی میں دُعا
کی کہ اے معبودِ حقیقی میں اپنی عمرِ طبعی کو پہنچ گیا ہوں
مگر تو نے کوئی اولاد عطا نہ کی۔ اے ربِ جلیل اولاد
صالح اور نیک بیٹا مجھ کو بخش دے۔ خدا نے آپ کی
دُعا سُن لی اور ایک لڑکے کی بشارت دی فبشرنٰہ
بغلٰم حلیم پھر ہم نے خوشخبری دی کہ وہ لڑکا
تحمل والا اور صبر والا ہے۔ موجودہ تورات سے
ثابت ہے کہ جو لڑکا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا
سے پیدا ہوا وہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ہیں اور اسی
لئے ان کا نام اسمٰعیل رکھا۔ کیونکہ اسماعیل دو لفظوں
سے مرکب ہے۔ سماع۔ ایل۔ سماع یہ سمع سے ہے
جس کا معنیٰ ہے سننا اور ایل کے معنی خدا کے ہیں۔
یعنی خدا نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دُعا سُن
لی۔ توریت میں ہے کہ خدا نے حضرت ابراہیم علیہ السلام
سے کہا کہ اسماعیل کے بارے میں میں نے تیری سُن لی
قربانی کا منظر بھی بڑا ہی عجیب غریب تھا کہ جب اللہ
کے خلیل اپنے معشوق حقیقی کی راہ میں اپنے فرزند کو
ذبح کرنے کے لئے مقام منیٰ میں پہنچے ہیں اور اپنے
صاحبزادے سے فرماتے ہیں یا بنی انی اری
فی المنام انی اذبحک فانظر ماذا تری" اے
بیٹے میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تجھکو ذبح کر رہا ہوں
پھر دیکھ تو، تو کیا دیکھتا ہے قال یا ابت افعل ما تؤمر
ستجدنی ان شاء اللہ من الصابرین بولا اے باپ
کر ڈال جو تجھ کو حکم ہوتا ہے تو مجھکو پائے گا اگر اللہ چاہے،
تو صبر کرنے والوں میں سے۔

تفسیر: جب اسمٰعیل علیہ السلام بڑے ہو کر اس قابل
ہو گئے کہ اپنے باپ کے ساتھ دوڑ سکیں اور اس کے کام آسکیں
اس وقت ابراہیم علیہ السلام نے اپنا خواب بیٹے کو سُنایا تاکہ
اس کا خیال معلوم کریں کہ خوشی سے آمادہ ہے یا زبردستی،
کرنی پڑے گی۔

کہتے ہیں کہ تین رات مسلسل یہی خواب دیکھتے رہے
تیسرے روز بیٹے کو اطلاع کی تو بیٹے نے بلا توقف قبول کیا
کہنے لگا اے ابا جان دیر کیا ہے، مالک کا جو حکم ہو کر ڈالئے
ایسے کام میں مشورہ کی ضرورت نہیں، امرِ الٰہی کے امتثال
میں شفقتِ پدری مانع نہ ہونی چاہیئے۔ انشاءاللہ آپ
دیکھ لیں گے کہ میں کس صبر و تحمل سے اللہ کے حکم کی
تعمیل کرتا ہوں۔ ہزار ہزار رحمتیں نازل ہوں اس کے
بیٹے اور باپ پر۔

حاضر ہوں دل و جان سے خالق کی رضا میں
ایک عید ہو جو قربان ہوں گر راہِ خدا میں

فلما اسلما وتلہ للجبین پھر جب دونوں نے

حکم مانا اور لٹایا اس کو ماتھے کے بل، البتہ اس آخری وقت میں میری تین آرزوئیں ہیں۔ اول آپ ذبح کرنے سے قبل اپنی آنکھوں پر پٹی باندھ لیں تاکہ ذبح کے وقت محبت پدری جوش زن نہ ہو جائے جو امر الٰہی کی تعمیل میں توقف کا باعث بنے۔ دوسری میرے ہاتھ پیر باندھ دیجیے گا تاکہ میں تڑپ نہ سکوں جو میرے خون کے قطرے آپ کے دامن اقدس پر پڑیں اور میرا شمار بے دینوں میں ہو۔ تیسری میرا کپڑا خون آلودہ کر کے میری ماں کو دیجئے گا تاکہ ان کو جب میری یاد آجائے تو اس نشانی کو دیکھ کر اپنے دل کو تسکین دے سکیں۔

آپ نے تینوں وصیتیں منظور فرمالیں۔ چھری تیز کی آنکھوں پر پٹی باندھ لی اور فرزند ارجمند کو پیشانی کے بل لٹایا، اور چھری گلوئے مبارک پر پوری طاقت اور قوت کے ساتھ چلائی بار بار چلاتے رہے لیکن چھری اپنا کام نہیں کرتی تھی۔

تفسیر حسینی میں ہے کہ سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام جب چھری چلاتے تو گردن کٹ جاتی اور فوراً جٹ جاتی تھی۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے تانبے کا ایک پتر گلوئے مبارک میں پیدا فرمادیا جس کی وجہ سے چھری اپنا کام نہ کر سکی۔ آپ کی جانب سے کوئی کوتاہی اور سستی نہ ہوئی۔ اس منظر کو زمین اور آسمان نے دیکھا۔ زمین تھرا اٹھی آسمان لرز گیا۔ ملائکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی محبت دیکھ کر حیران رہ گئے۔ مٹی کا ذرہ ذرہ تڑپ اٹھا۔ دنیا چیخ اٹھی، بارالٰہی اب ہم امتحان محبت کا تماشا دیکھ چکے۔ پس اب کرم فرما۔ دریائے رحمت الٰہی جوش میں آیا اور ارشاد ہوا وناديناه ان يا ابراهيم قد صدقت الرؤيا انا كذلك نجزي المحسنين یعنی ہم نے ندا دی، اے ابراہیم تم نے خواب کو سچ کر دکھایا ہم یوں ہی نیکی کرنے والوں کو بدلہ دیا کرتے ہیں۔ ان هذا لهو البلاء المبين بے شک یہ ہماری آزمائش تھی، جس میں تم پورے اترے۔

اسی وقت رحمت خداوندی کو جوش آجاتا ہے حضرت جبرئیل بحکم رب جلیل فوراً ایک دنبہ جنت سے لاتے ہیں اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی جگہ لٹا دیتے ہیں۔ چھری دنبہ کی گردن پر چل جاتی ہے اور وہ آواز دے کر تڑپنے لگتا ہے۔ اس آواز کو سن کر آپ جب پٹی کھول کر دیکھتے ہیں تو ایک ذبح کیا ہوا دنبہ پڑا ہوا ہے۔ اسی وقت دونوں باپ بیٹے بارگاہ ایزدی میں سجدہ ریز ہو جاتے ہیں، اور رب عالم کی جانب سے یہ مژدہ جاں فزا ملتا ہے کہ تمہاری قربانی مقبول بارگاہ ہو چکی ہے۔ یہ تو محض تمہارا امتحان مقصود تھا اور جو تمہاری اس سنت پر چلے گا وہ بھی مقبول ہے۔

چند خصوصی مسائل

مخصوص جانور کو مخصوص دن میں بہ نیت تقرب ذبح کرنا قربانی ہے۔

قربانی حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے، جو اس امت کے لئے باقی رکھی گئی۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قربانی کا حکم دیا گیا۔ ارشاد فرمایا:۔

فصل لربك وانحر تم اپنے رب کے لئے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔ اس کے متعلق پہلے چند احادیث

ذکر کی جاتی ہیں۔ پھر فقہی مسائل بیان ہوں گے۔

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یوم النحر (دسویں ذی الحجہ) میں ابن آدم کا کوئی عمل خدا کے نزدیک خون بہانے (قربانی کرنے سے) زیادہ پیارا نہیں اور وہ جانور قیامت کے دن اپنے سینگ اور بال اور کھروں کے ساتھ آئے گا اور قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے خدا کے نزدیک مقام قبول میں پہنچ جاتا ہے۔ لہٰذا اس کو خوشی دل سے کرو۔ حدیث شریف میں آیا ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس میں وسعت ہو اور قربانی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ کے قریب نہ آئے۔

حدیث زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ قربانیاں کیا ہیں؟ فرمایا تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ، ہمارے لئے اس میں کیا ثواب ہے۔ فرمایا ہر ایک بال کے مقابل نیکی۔ پھر لوگوں نے عرض کیا، اُون کا کیا حکم ہے۔ فرمایا اُون کے ہر بال کے بدلہ میں نیکی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا سینگ والا مینڈھا لایا جائے جو سیاہی میں چلتا ہو اور سیاہی میں بیٹھتا ہو اور سیاہی میں نظر کرتا ہو۔ یعنے اس کے پاؤں سیاہ ہوں اور پیٹ سیاہ ہو اور آنکھیں سیاہ ہوں۔ قربانی کے لئے حاضر کیا گیا۔ حضورؐ نے فرمایا، عائشہ چھری لاؤ، پھر فرمایا اسے پتھر سے تیز کر لو۔ پھر حضورؐ نے چھری لی اور مینڈھے کو لٹایا اور اسے ذبح کیا، پھر فرمایا بسم اللہ اللھم تقبل من محمد وآل محمد ومن امت محمد الٰہی تو اس کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اور ان کی آل اور امت کی طرف سے قبول فرما۔

مسائل فقہیہ

قربانی واجب ہونے کی شرائط یہ ہیں: اسلام یعنی غیر مسلم پر قربانی واجب نہیں۔ اقامت یعنی مقیم ہونا۔ مسافر پر واجب نہیں۔ تونگری یعنی مالک نصاب ہونا۔ یہاں مالداری سے مراد وہی ہے جس سے صدقہ فطر واجب ہوتا ہے۔ وہ مراد نہیں جس سے زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔ حریت یعنی آزاد ہونا، جو آزاد نہ ہو اس پر قربانی واجب نہیں کہ غلام کے پاس مال ہی نہیں، لہٰذا عبادت مالیہ اس پر واجب نہیں۔ مرد ہونا اس کے لئے شرط نہیں۔ عورتوں پر واجب ہوتی ہے۔ مسئلہ: مسافر پر قربانی واجب نہیں۔ اگر مسافر نے قربانی کی تو یہ تطوع (نفل) ہے۔

مسئلہ: قربانی مسافر پر اگرچہ کہ واجب نہیں مگر نفل کے طور پر کرے تو کر سکتا ہے ثواب پائے گا۔

مسئلہ: قربانی واجب ہونے کا سبب وقت ہے۔ جب وہ وقت آیا اور شرائط وجوب پائے گئے قربانی واجب ہو گئی اور اس کا رکن ان مخصوص جانوروں میں کسی کو قربانی کی نیت سے ذبح کرنا ہے۔ قربانی کی نیت سے دوسرے جانور مثلاً مرغ کو ذبح کرنا ناجائز ہے۔ قربانی

کا حکم یہ ہے کہ اس کے ذمہ جو قربانی واجب ہے، کر لینے سے بری الذمہ ہو گیا اور اچھی نیت سے کی ہے، ریا وغیرہ کی مداخلت نہیں تو اللہ کے فضل سے امید ہے کہ آخرت میں اس کا ثواب ملے۔

مسئلہ قربانی کے وقت میں قربانی ہی کرنا لازم ہے کوئی دوسری چیز اس کے قائم مقام نہیں ہو سکتی مثلاً قربانی کے بجائے اس نے بکری یا اس کی قیمت صدقہ کر دی یہ ناکافی ہے۔ اس میں نیابت ہو سکتی ہے یعنی خود کرنا ضرور نہیں بلکہ دوسرے کو اجازت دیدی۔ اس نے کر دی۔ یہ ہو سکتا ہے۔

مسئلہ قربانی کے دن گذر گئے اور اس نے قربانی نہیں کی اور جانور یا اس کی قیمت کو صدقہ بھی نہیں کیا، یہاں تک کہ دوسری بقرعید آگئی۔ اب یہ چاہتا ہے کہ سال گزشتہ کی قربانی کی قضا اس سال کرے، یہ نہیں ہو سکتا بلکہ اب بھی وہی حکم ہے کہ جانور یا اس کی قیمت صدقہ کرے۔

مسئلہ قربانی کے جانور تین قسم کے ہیں۔ اونٹ گائے۔ بکری۔ ہر قسم میں اس کی جتنی نوعیں ہیں۔ سب داخل ہیں۔ نر اور مادہ خصی، اور غیر خصی سب کا ایک حکم ہے یعنی سب کی قربانی ہو سکتی ہے۔

مسئلہ وحشی جانور جیسے نیل گائے اور ہرن ان کی قربانی نہیں ہو سکتی۔ وحشی اور گھریلو جانور سے مل کر بچہ پیدا ہوا ہے تو ناجائز ہے۔

مسئلہ قربانی کے جانور میں عقیقہ ہو سکتا ہے۔ کیونکہ عقیقہ بھی تقرب کی ایک صورت ہے۔

قربانی کے جانور

اونٹ بکری، بھینس، بھیڑ دنبہ (نر، مادہ) کی قربانی جائز ہے۔ اونٹ بھینس وغیرہ بڑے جانور میں سات افراد شریک ہو سکتے ہیں۔ باقی صرف ایک ہی شخص کی طرف سے ہوں گے۔ اونٹ پانچ سال سے کم کا، بھینس دو سال سے کم کی اور بکری، بھیڑ، دنبہ ایک سال سے کم کے جائز نہیں۔ البتہ بھیڑ، دنبہ کا چھ ماہہ اگر اتنا فربہ ہو کہ دور سے دیکھنے میں سال بھر کا معلوم ہوتا ہو تو اس کی قربانی جائز ہے۔ قربانی کا جانور خوب فربہ، بے عیب ہو۔ بیمار یا اتنا لاغر ہو جو قربان گاہ تک نہ جا سکے جائز نہیں۔ اندھا، کانا، لنگڑا، دم کٹا۔ سینگ ٹوٹا، جبکہ تہائی عضو سے زائد کٹا ہو تو جائز نہیں۔ خصی بکرا جائز ہے۔ اس لئے کہ یہ عیب نہیں۔

قربانی کا طریقہ

قربانی کرنے والا اگر اچھی طرح ذبح کر سکتا ہے تو بہتر ہے کہ یہ خود ذبح کرے۔ قبل ذبح یہ دعا پڑھے انی وجهت وجهی للذی فطر السموات والارض حنیفا وما انا من المشرکین ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی لله رب العالمین لاشریک له وبذالك امرت وانا من المسلمین۔

جانور کو قبلہ رخ بائیں پہلو پر لٹا کر اور اپنا داہنا

بیراس کے شانے پر رکھ کر بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر تیز چھری سے جلد ذبح کرے اور یہ دعا پڑھے اللّٰھم تقبل منی کما تقبلت من خلیلک ابراھیم علیہ السلام وحبیبک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اگر دوسرے کی طرف سے قربانی ہو تو منی کی جگہ فلان بن فلان یعنی جتنے شریک ہوں سب کا نام لے۔

مسئلہ جس پر قربانی واجب ہے وہ اگر ایام تشریق قربانی میں بجائے قربانی کے دس لاکھ اشرفیاں بھی صدقہ کرے قربانی ادا نہ ہوگی، واجب نہ اترے گا گنہگار و مستحق عذاب رہے گا۔

الغرض قربانی ایک اہم فریضہ ہے جس سے صاحب نصاب کو مفر ممکن نہیں۔ اس کی ادائیگی سے جو فوائد اور عدم ادائیگی سے جو خسارہ اور نقصان ہے اس کو ناظرین کرام خوب اندازہ لگا چکے ہیں۔ لہٰذا ان ہی کلما خیر پہ مضمون کا اختتام کرتا ہوں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو صحت ایمان و عقیدہ نصیب فرمائے اور شعائر اسلام کی عظمت سے ان کے قلوب بھر دے۔ آمین

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

بقیہ صفحہ ۱۰۰ رہتے تو اسی عہد میں شاید ساری دنیا مسلمانوں کے ماتحت ہوتی۔ اگر مسلمان خلافت راشدہ ہی کے جمہوری اصولوں پر قائم رہتے تو نہ یہ فتنے پیدا ہوتے اور نہ اسلام کے ترقی کے قدم رکتے۔ پھر بھی اتنا اثر تو باقی رہا کہ اموی یا عباسی خلفاء جب کسی کو اپنا ولی عہد مقرر کرتے تو لوگوں سے ضرور بیعت لیتے لیکن یہاں پہ وشاورھم فی الامر کے احکام بالکل مفقود تھے اور اس کی ظاہری صورت اور باطنی اثرات متغیر ہو چکے تھے۔ پھر بھی جمہوریت کا ایک ہلکا سا تخیل تو ضرور موجود تھا۔ اور آج جس جمہوریت پر یورپ ناز کر رہا ہے وہ دراصل قرآن کریم اور آنحضورؐ اور صحابۂ عظام و اسلاف کرام کا مرہون منت ہے کہ انہوں نے دنیا کو جمہوریت سے روشناس کرایا۔

ان متذکرہ حقائق نے یہ بات ثابت کر دی ہے قرآن کی روشنی میں اور سرور کائنات کے سایۂ تربیت و تعلیم میں دولت اسلامیہ کی تاسیس ہوئی اور نظم و نسق کے نقوش قائم ہوئے اور پھر خلافت راشدہ کے مبارک عہد میں اپنی نوعیت کا یہ عدیم المثال سیاسی نظام ذیشان انداز سے عرب کی وسیع و عریض سلطنت میں قائم ہوا۔ اور اسطرح قائم ہوا کہ آج بھی اسے خراج تحسین و عقیدت پیش کرنے کے لئے ماہرین سیاست مجبور ہیں۔

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلام میں جمہوریت کا تصور

از: سید دستگیر پاشاہ عیدروس
منگولی (ضلع بیجاپور)
متعلم دار العلوم لطیفیہ
مکان حضرت قطب ویلور قدس سرہ العزیز

یہ ایک مسلم حقیقت ہے کہ جب کسی بادشاہ کو اپنے اقتدار اور دولت کا نشہ چڑھ جاتا ہے تو وہ اپنے اقتدار اور دولت کے سہارے لوگوں پر ظلم و ستم کرتا ہے۔ اور روئے زمین پر فتنہ و فساد کو پھیلا دیتا ہے۔ اور کبھی تو وہ اقتدار اور دولت کے نشہ میں چنگیز اور ہلاکو بن جاتا ہے اور کبھی یہ نشہ اس کو فرعون بنا کر خدائی دعویٰ کرنے پر مجبور کر دیتا ہے اور کبھی اس نشہ میں چور، وہ روئے زمین پر جنت بناتا ہے، اور کبھی تو اس کا خمار اس کو بخت نصر، ٹیٹس اور خسرو پرویز جیسا سفاک بناتا ہے۔ یہ اقتدار اور دولت کا نشہ اتنا دلفریب ہے کہ اس نشہ میں کسی کو مخمور دیکھ کر کبھی مقتدر امراء اور اولو العزم شہزادے بھی اس کے حصول کے لئے غارت گیرانہ یلغاریں مچا جاتے ہیں اور ان کے ان حریصانہ یا اولو العزمانہ حرکات میں ہمیشہ غریب رعایا کا چین و سکون ان شہزادوں اور امیروں کے سازشوں کی نذر ہوتا رہا۔

انہی برائیوں کی وجہ رب قدیر نے فرماں رواؤں کو حکم دیا کہ وہ کوئی عمل ان سے مشورہ کے بغیر نہ کریں۔ کیونکہ آپسی صلاح و مشورہ سے جو بات طے ہوتی اور ہو سکتی ہے اس پر تمام متفق ہوتے ہیں اور صدور احکام میں کسی قسم کے معارضات درپیش نہیں آتے۔ اور اگر صلاح و مشورہ سے کسی کو فرماں روا مقرر کریں تو وہ ضرور ہمدرد اور خدا ترس ہوگا۔ کیونکہ عوام کا انتخاب ہی ایسا ہوتا ہے کہ وہ اپنے استفادہ کے خاطر ضرور بالضرور کسی نیک اور عادل شخص کو ہی منتخب کرتے ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ ان خود مختار اور مطلق العنان حکومتوں میں اگر کوئی خدا ترس اور ہمدرد بادشاہ تخت پر متمکن ہو گیا تو وہ ان جمہوری حکومتوں سے کہیں زیادہ عوام کو فائدہ پہنچاتا ہے۔ جیسے عمر بن عبد العزیزؒ، ہارون رشیدؒ، سلطان صلاح الدین ایوبیؒ اور شمس الدین التمشؒ، اورنگ زیبؒ اور ٹیپو سلطانؒ وغیرہ کہ ان کی حکومتیں استفادۂ عوام کے لئے کسی طرح بھی جمہوریت سے کم نہ تھیں۔

یہ اتفاق کی بات ہے کہ ایسے ہمدرد فرماں روا تختۂ حکومت پر وقتاً فوقتاً رونما ہوتے رہے لیکن رعایا کو تو ہر دور میں ایسے ہی خدا ترس اور ہمدرد فرماں رواؤں کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور شخصی اور مطلق العنان حکومتوں میں تمام فرماں رواؤں کا ہمدردِ مخلوق ہونا ناممکن تو نہیں لیکن دشوار ضرور ہے۔ اسی لئے قرآن کریم نے دنیا کے سامنے فرماں روائی کی ایک جدید صورت پیش کی۔ ایک ایسی صورت کہ جس سے پیشتر دنیا اس سے بالکل ناواقف تھی۔ اس نے حکم دیا کہ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ اور مشورہ کر لیا کرو تم ان سے صدور احکام میں۔

یہ ایک تسلیم شدہ بات ہے کہ مشورہ سے اتفاق مضبوط ہوتا ہے۔

کیونکہ حکام وزراء اور دیگر سرکاری افسروں میں تعارضات پیدا نہیں ہوتے۔ تو ان سب کا لازمی نتیجہ رعایا کی ترقی، اور ان کا امن وسکون ہوتا ہے۔ اور پھر قرآن کریم۔ ان خود مختار اور مطلق العنان حکومتوں کی خرابیوں کو صاف طور پر واضح کرتا ہے کہ ان الملوك اذا دخلوا قرية افسدوها وجعلوا اعزة اهلها اذلة وكذالك يفعلون

"اور جب بادشاہ کسی قریہ میں داخل ہوتے ہیں، تو فساد وبربادی پھیلا دیتے ہیں اور اس کے معزز اور مقتدر افراد کو ذلیل کرتے ہیں اور یہی ان کا عمل ہے"۔

کتنی لبریز حقیقت بات بتاتی ہے قرآن کریم نے کہ وہ فتنہ وفساد کو زمین پر عام کر دیتے ہیں۔ پھر بھی ان عمائد کی تذلیل سے غرباء تو بچ جاتے ہیں لیکن رفتہ رفتہ جب یہ عام بن جاتا ہے تو ملک میں انقلاب برپا ہوتا ہے اور انقلاب گویا غریب رعایا کے لئے قیامت سے کم نہیں ہوتا۔ اور بے کس رعایا ان انقلاب زمانہ سے پسپا ہو کر رہ جاتی ہے۔

اسی لئے خداوند قدوس نے ایک اور جگہ یہ حکم صادر فرمایا کہ ان الله يأمركم ان تؤدوا الامانات الى اهلها واذا حكمتم بين الناس ان تحكموا بالعدل ان الله نعما يعظكم ان الله كان سميعا بصيرا۔ اور اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ حکومت اور فرمانروائی کی عنان ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں دو کہ جو اس کے ہر طرح اہل ہوں اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو یا کوئی حکم دو تو انصاف اور عدل کے مقتضیات کو مدنظر رکھو اور تحقیق اللہ تعالیٰ تمہیں اچھے کام کی نصیحت کرتا ہے اور وہ سب کچھ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔

قرآن کریم نے اس حقیقت کو بھی ہم پر منکشف کر دیا کہ حکومت کے معاملہ میں وراثت کوئی چیز نہیں اور اس بات کا بھی حکم دیا کہ جو شخص اس کا اہل و لائق ہو اسی کے سپرد کی جائے، اور پھر یہاں پر وامرهم شورى بينهم، وشاورهم في الامر کے احکام کو بھی مدنظر رکھنے ہوں گے جس سے بین طور پر یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ تفویض حکومت کے وقت باہمی مشورہ کرنا ضروری بلکہ لازمی ہے تاکہ حکومت کسی نااہل کے ہاتھ میں نہ پہنچ جائے! اور پھر اقتدار کے نشہ میں بستیوں کو خراب اور اس کے معززین کو ذلیل نہ کریں۔

آج زمانہ جیسے جیسے ترقی کے منازل طے کر رہا ہے، اور جس طرح فطرت کے رازہائے سربستہ واشگاف ہوتے جا رہے ہیں اسی طرح اسلام کی حقانیت بھی واضح تر ہوتی جا رہی ہے۔ جمہوریت کا شاندار مظاہرہ اگر کہیں ہے تو، وہ صرف اسلامی تعلیمات میں ہے۔ جمہوریت اور جمہوری مساوات کی سچی شکل جس طرح اسلام نے پیش کی ہے، وہ زمانہ نہ اب تک پیش کر سکا ہے اور اس وقت تک پیش کر سکے گا جب تک کہ وہ پورے طور پر اسلامی ہدایات پر عمل پیرا نہ ہو جائے۔

آپسی مشورہ اسلامی معاشرے کی امتیازی شان ہے اور اس مشورے میں بھی آزادیٔ رائے کا جو حق ہر فرد کو حاصل ہے اور عوام کی رائے کا جو احترام اسلام نے کیا ہے، وہ اور کہیں نہیں ملتا۔ بعض اوقات تو کثرت رائے کے احترام کی

درجہ سے خود رسول اللہؐ نے ایسی تجویز کو بھی مان لیا ہے، جو بعد میں وحی الٰہی سے غلط قرار دی گئی۔ ہر نئے موڑ پر آپؐ نے صحابۂ کرام سے مشورہ کئے بغیر کوئی قدم نہیں اٹھایا۔ جنگ بدر کے لئے جب نکلنا چاہا پہلے تو آپ نے اپنے اصحاب کرام سے مشورہ کر لیا اور جب انصار نے کہہ دیا کہ یا رسول اللہؐ آپ حکم دیں تو سمندر میں بھی کود پڑنے کے لئے تیار ہیں۔ جب آپ یہ بات سنتے ہیں تو جنگ کے لئے آگے بڑھتے ہیں۔ بدر کے میدان سے پہلے چشمہ پر پڑاؤ ڈالنا چاہا، صحابۂ کرامؓ نے اس کو نامناسب قرار دیا تو اسے بلا پس و پیش مان لیا اور پھر جب اس جنگ میں فتح حاصل ہوئی تو آپ اسیران جنگ کو لے کر مدینہ پہنچے، اور پھر ان اسیران جنگ کے متعلق صحابہؓ سے مشورہ کیا تو حضرت عمر فاروقؓ اور دیگر چند صحابۂ کرام ان کو قتل کرنے کے مشورہ دیے لیکن اکثر نے فدیہ لیکر چھوڑ دینے کی رائے دی تو آپ نے اکثریت کی رائے مان لی۔ حالانکہ یہ رائے بعد میں غلط ثابت ہوئی۔ اسی طرح اس قسم کے واقعات تاریخ اسلام میں کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ ان تمام واقعات پر روشنی ڈالنے کے بعد بات واضح طور پر سامنے آتی ہے کہ خود حضور اکرمؐ نے جمہوریت کو کتنا افضل مقام عطا کیا۔ اور آپ حجۃ الوداع کے بعد اپنے کسی عزیز کو یا اپنے داماد حضرت علیؓ کو خلیفہ منتخب نہیں کیا بلکہ آپ کی وفات کے بعد ثقیفۂ بنی ساعدہ میں رؤسائے امت بحث مباحثہ کے بعد ابو بکرؓ کو خلیفہ منتخب کیا اور پھر حضرت ابو بکرؓ نے بھی اپنے بعد اپنے فرزند کو یا اپنے کسی رشتہ دار کو خلیفہ نہیں بنایا بلکہ عمر فاروقؓ کو خلیفہ بنایا اور حضرت عمر فاروقؓ نے آپ پر قاتلانہ حملہ کے بعد مجروح ہونے کے بعد چند اکابر صحابہ کی ایک جماعت بنائی اور ان کو حکم دیا کہ وہ میری موت کے بعد تین دن کے اندر باہمی صلاح و مشورہ سے کسی ایک کو خلیفہ منتخب کر لیں، تو آپ کے حکم کے مطابق باہمی صلاح مشورہ سے حضرت عثمانؓ خلیفہ منتخب ہوئے اور پھر حضرت عثمانؓ کے بعد رائے عامہ سے حضرت علیؓ خلیفہ منتخب ہوئے۔ یہاں تک تو یہ جمہوریت کی رسم بڑے ہی عمدہ طریقہ سے چلتی آئی لیکن حضرت امیر معاویہ نے اس متبرک رسم و طریق خلافت و جمہوریت کو توڑ دیا اور یزید کو جو ان کا فرزند تھا اپنے بعد خلیفہ بنایا۔ اور یہاں سے تاریخ اسلام میں خلافت ملوکیت کے باب میں تبدیل ہو کر رہ گئی اور یزید عیاش اور نالائق ثابت ہوا۔ اس کی بدکاریوں ہی کی بنا پر حضرت امام حسینؓ نے اس کی بیعت سے انکار کر دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کربلائے معلیٰ کا لرزہ خیز و المناک واقعہ ظہور پذیر ہوا اور مسلمانوں ہی کے ہاتھوں پیشوائے مسلمین صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے و اہل خاندان نہایت بیدردی کے ساتھ بے آب و گیاہ میدان میں شہید کر دئے گئے۔ اور کربلا کی دل ہلا دینے والی داستان وجود میں آئی جسے دنیا آج تک بھلا نہ سکی۔

اور پھر خلیفہ ہشام بن عبدالملک نے محض معمولی اختلافات کی بنا قتیبہؒ، محمد بن قاسم اور طارقؒ جیسے کشور کشا عظیم سپہ سالاروں کو شہید کر کے ترقی و فتوحات اسلام میں ایک عظیم خلا پیدا کر دی۔ اگر یہ اولو العزم زندہ

بر صفحہ ۹۷

اقبالؔ اور دورِ حاضر کے مسلمان

پیشکش:
محمد علیم الدین
(منی پوری)
متعلم دارالعلوم لطیفیہ
مکانِ حضرت قطبؒ ویلور

از منظر بھاگلپوری

منفعت ایک ہے اس قوم کی نقصان بھی ایک
ایک ہی سب کا نبیؐ، دین بھی ایمان بھی ایک
حرمِ پاک بھی، اللہ بھی، قرآن بھی ایک
کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک

فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں
کیا زمانہ میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں

مسلمانوں کا دین ایک ہے۔ رسولؐ ایک ہے، خانہ کعبہ ایک ہے اور قرآن بھی ایک ہے۔ اندریں حالت اگر سارے مسلمان بھی ایک ہو جاتے تو کتنا اچھا ہوتا۔ اس کے برخلاف ہم مسلمانوں کا حال یہ ہے کہ مختلف فرقوں، ذاتوں اور قبیلوں میں منقسم ہے۔ اتنی تباہی و بربادی کے باوجود بھی ہم مسلمان خوابِ غفلت سے بیدار نہیں ہوتے۔

کون ہے تارکِ آئینِ رسولِؐ مختار
مصلحت وقت کی ہے کس کے عمل کا معیار
کس کی آنکھوں میں سمایا ہے شعارِ اغیار
ہوگئی کس کی نگہ طرزِ سلف سے بیزار

قلب میں سوز نہیں روح میں احساس نہیں
کچھ بھی پیغام محمدؐ کا تمہیں پاس نہیں

حقیقت ہے کہ آج ہم مسلمان شریعتِ اسلامیہ کے منکر ہیں کیوں، صرف علماءِ سُوء کی بدولت دینِ اسلام صرف مصلحتِ وقت بن کر رہ گیا ہے۔ جس بات میں نفع نظر آتا ہے اسے بلا جھجک اختیار کر لیا جاتا ہے۔ ہم غیر مسلمانوں کے رسوم و طرزِ معاشرت کو اپنانے لگے ہیں اور اپنے بزرگوں کے طور و طریق سے بیزار ہو گئے ہیں۔ حقیقتاً میرے دل میں اسلام کی محبت ہے نہ رسولؐ اکرم کے ارشادات کی کوئی وقعت۔ ہم تو مسلمان ہیں صرف نام کے۔

واعظِ قوم کی وہ پختہ خیالی نہ رہی
برقِ طبعی نہ رہی شعلہ مقالی نہ رہی

رہ گئی رسمِ اذاں روحِ بلالی نہ رہی
فلسفہ رہ گیا تلقینِ غزالی نہ رہی
مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے
یعنی وہ صاحبِ اوصافِ حجازی نہ رہے

اس دورِ حاضرہ میں نہ مسلمان واعظین کے وعظ میں نہ کوئی اثر ہے اور نہ انکے دل میں اسلام کی کوئی محبت۔ یہ شکم پرست واعظین صرف اسٹیجوں اور سجے سجائے پنڈالوں پر گلے پھاڑ پھاڑ کر چیخنا۔ بریانی اڑانا اور نذر وصول کرنے کے سوا کچھ نہیں جانتے۔ ان کی اذاں تو اب بھی فضائے بسیط میں گونجتی ہے لیکن اس میں وہ خلوص نہیں اور نہ حضرت بلالؓ جیسی پُرسطوت آواز کہ دشت وجبل دہل جاتے تھے اور نہ اس میں اسلام کی محبت کا حقیقی رنگ جھلکتا ہے۔ مسلمان منطق اور فلسفہ تو پڑھتے ہیں لیکن رسولؐ سے محبت نہیں رکھتے اور نہ ان کی تعلیمات پر عمل کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج مسجدیں ویران ہیں چند نمازی ہیں بھی تو ان کی نماز بھی ایسی ہے جس میں خشوع و خضوع کو ذرا سا بھی دخل نہیں صرف رسماً ہے۔

شور ہے ہو گئے دنیا سے مسلماں نابود
ہم یہ کہتے ہیں کہ تھے بھی کہیں مسلم موجود
وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائے یہود
یوں تو سید بھی ہو مرزا بھی ہو افغان بھی ہو
تم سبھی کچھ ہو بتاؤ تو مسلمان بھی ہو

دنیا میں ایک ہنگامۂ عظیم برپا ہے کہ مسلمان مٹتے جارہے لیکن سچی بات تو یہ ہے کہ مسلمان ہیں کہاں جو ان کے مٹنے کا ماتم کیا جارہا ہے مسلمان اپنے اسلاف کے اسباق فراموش کرچکے ہیں خواہ وہ مملکت اسلامیہ کا ہو، یا ہندوستان کے کہیں اور کے ہوں مسلمان جو اپنے کو مسلمان کہتے ہیں لیکن اپنی وضع قطع کے لحاظ سے تو عیسائی معلوم ہوتے ہیں، اور تمدن کے اعتبار سے ہندو نظر آتے ہیں تو معاملت میں تو یہود سے بدتر ہیں۔ یہودیوں کا جو طرز طریقہ اپنے عزیزوں رشتہ داروں اور پڑوسیوں کے ساتھ تھا آج وہی ہمارا ہے یہود کی احکام خداوندی کے خلاف ورزی کرتے تھے۔ جن امور میں اپنا ذاتی مفاد دیکھتے تھے انہی پر عمل پیرا ہوتے تھے۔ خواہ اس کا انجام کتنا ہی بھیانک کیوں نہ ہو۔ آج یہی کیفیت ہم مسلمانوں کی ہے۔ ہم مسلمان ہیں صرف نام کے ہم میں کوئی سید ہے کوئی مرزا ہے کوئی افغان ہے۔ کوئی شیخ کوئی عثمانی ہے تو کوئی فاروقی اور صدیقی تو کوئی انصاری۔ اگر ہم اپنا بغور تجزیہ کریں تو صحیح معنوں میں ہم کچھ بھی نہیں ہیں۔ صرف اپنے اسلاف سے اپنا نسب وابستہ کرلیا ہے لیکن حق یہ ہے کہ ہم مسلمان نہیں اور نہ مسلمان بننے کی کوشش کرتے ہیں۔

دمِ تقریر تھی مسلم کی صداقت بے باک
عدل اس کا تھا قوی لوثِ مراعات سے پاک
شجرِ فطرتِ مسلم تھا حیا سے نمناک
تھا شجاعت میں وہ اک ہستی فوق الادراک
خود گدازی کیفیت صہبائش بود

خالی از خویش شدن صورت منیائش بود

عہد عتیق کے مسلمان کی حالت تو یہ تھی کہ وہ سچ بولنے سے بالکل نہیں ڈرتے تھے۔ اور ہر شخص سے انصاف کرتے تھے، میزان عدل پر اعلیٰ وادنیٰ کا کوئی امتیاز نہ تھا فیصلہ حقانی کے نزدیک کسی کو دم مارنے کی ہمت نہ ہوتی تھی خواہ وہ حاکم وقت ہی کیوں نہ ہو۔ مسلمان مئے توحید سے سرشار تھے۔ شمع الٰہی ان کے دل میں روشن رہتے تھے۔ اور خداترس تھے اس لئے اسلام کی خاطر ہر قسم کی قربانی کرتے میں انہیں باک نہ تھا۔ دوسروں کی جان بچانے کے لئے اپنی زندگی بخوشی نثار کرتے تھے۔ حق کے لئے مقابلہ میں سینہ سپر ہو جاتے تھے۔ اور اب فی زمانہ کا مسلمان، یا مسلمان کی جان لینے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ ذرا ذرا سی بات پر آپس میں لڑ مرنا معمولی سی بات سمجھتا ہے اور نہ خوفِ خدا کرتا ہے۔

ہر مسلماں رگِ باطل کے لئے نشتر تھا
اس کے آئینۂ ہستی میں عمل جوہر تھا
جو بھروسہ تھا اسے قوتِ بازو پہ تھا
ہے تمہیں موت کا ڈر اس کو خدا کا ڈر تھا

باپ کا علم نہ بیٹے کو اگر ازبر ہو
پھر پسر قابلِ میراثِ پدر کیونکر ہو

یہ وہ دور تھا کہ ہر مسلمان کفر کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار رہتا تھا اور سرگرم عمل تھا۔ اس سے خدا پر اور اس کے بعد اپنے قوت بازو پہ بھروسہ تھا۔ مگر آج کے مسلمان اَشِدَّاءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَاءُ بَیْنَھُمْ کے برخلاف ہیں یعنی کفار کے مقابلہ میں جھک جاؤ اور اپنے کے مقابلہ میں ٹوٹ جاؤ، اور آج یہی ہو رہا ہے، اگر مسلمانوں کا مقابلہ غیر سے ہو تو بھاگتے نظر آئیں گے اور اگر اپنوں سے ٹھن جائے تو پھر خون کی ندیاں بہہ جائینگی۔ کیا یہ غلط ہے کہ آج ہم مسلمان موت سے ڈرتے تھے لیکن وہ مسلمان جو حقیقی معنوں میں مسلمان تھے، وہ خدا سے ڈرتا اور موت سے کھیلتے تھے، یہ سچ ہے کہ ہمارے اندر ہمارے بزرگوں کی کوئی صفت ہے اور نہ ایسی ہمت وجرأت تو پھر وہ مرتبہ کیسے اور کس طرح حاصل ہو سکتا ہے جو ان کو نصیب تھا۔ البتہ ہم گفتار کے غازی تو بن گئے مگر کردار کے غازی بن نہ سکے۔

تم ہو آپس میں غضبناک وہ آپس میں رحیم
تم خطاکار، وہ خطابیں، وہ خطاپوش وکریم
چاہتے سب ہیں کہ ہوں اوجِ ثریا پہ مقیم
پہلے ویسا کوئی پیدا تو کرے قلبِ سلیم

تختِ فغفور بھی ان کا تھا سریرِ کے بھی
یوں ہی باتیں کہ تم میں وہ حمیت ہے بھی

ہم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن ہیں لیکن ہمارے بزرگ آپس میں شیر وشکر تھے، ایک دوسرے پہ مہربان تھے، مددگار تھے، اور آج ہم کیا ہیں، ذرا ہم مسلمان اپنا جائزہ تو لیں، اپنی آنکھوں سے تعصب کی عینک اتار کر ہم اپنے کردار کا، اپنے اعمال کو دیکھیں تو ہم ایک دوسروں کے حق میں درندوں سے بدتر ہیں اور ان سے زیادہ خونخوار ہیں۔ ہم دوسروں کے عیوب ٹٹولتے رہتے ہیں اور ہمارے بزرگ دوسروں کے

عیوب پر پردہ ڈالتے تھے۔ آج ہم مسلمان ان کی جیسی بلندی کے خواہشمند تو ضرور ہیں لیکن ہمارے دلوں میں اسلام کی ایسی اُلفت نہیں جیسی کہ ان کے قلوب میں تھی۔

مثلِ انجم افقِ قوم پہ روشن بھی ہوئے
بُتِ ہندی کی محبت میں برہمن بھی ہوئے
شوقِ پرواز میں مہجورِ نشیمن بھی ہوئے
بے عمل تھے ہی جواں دین سے بدظن بھی ہوئے

ان کو تہذیب نے ہر بند سے آزاد کیا
لا کے کعبہ سے صنم خانہ میں آباد کیا

قیس زحمت کشِ تنہائی صحرا نہ رہے
شہر کی کھائے ہوا بادیہ پیما نہ رہے
وہ تو دیوانہ ہے بستی میں رہے یا نہ رہے
یہ ضروری ہے حجابِ رخِ لیلا نہ رہے

گلۂ جور نہ ہو شکوۂ بیداد نہ ہو
عشق آزاد ہے کیوں حسن بھی آزاد نہ ہو

مسلمان نوجوانوں کی حالت یہ ہے کہ ان کے سینے عشقِ رسولؐ سے خالی ہو چکے ہیں اور مسلمان لڑکیاں پردہ سے بے نیاز ہوتی جا رہی ہیں۔ نوجوان یہ کہتے ہیں کہ جب عشق آزاد ہے تو پھر معشوق پردہ میں رہے تہذیب نو کے فریب خوردہ نوجوان لڑکے اور لڑکیوں کا شغل کیا ہے۔ ناچ ورنگ۔ کلب کی رونق بڑھانا، مقابلۂ حسن کی نمائش میں شرکت کرنا، سینما دیکھنا اور اس کے بعد فلموں کی رومانس کا عملی مشق کرنا۔

آج کل ہر نوجوان لڑکے اور لڑکیوں کو ہیرو اور ہیروئن بننے کا خبط سوار ہے۔ جسے بھی دیکھئے وہ ہیرو نظر آ رہا ہے۔ لباس بھی اسی ڈھنگ کا سر کے بال بھی اسی ڈھنگ کے بکھرے ہوئے اور لڑکیاں تو ماشاءاللہ لڑکوں سے بھی دو قدم آگے ہیں۔ پوشاک اس قدر چست کہ جسم پہ لباس کا گمان کرنا بھی مشکل ہے۔ غرضیکہ عریانیت کی حد ہو گئی۔

عہدِ نو برق ہے آتش زنِ ہر خرمن ہے
ایمن اس سے کوئی صحرا نہ کوئی گلشن ہے
اس نئے آگ کا اقوام کہن ایندھن ہے
ملتِ ختم رسل شعلہ بہ پیراہن ہے

آج بھی ہو جو براہیم کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مخزن السلاسل

از:-

افضل العلماء مولانا مولوی
ابوالمکارم سید مصطفٰے حسین صاحب
بخاری قادری
کڈپوی (فاضل لطیفیہ)
استاذ دارالعلوم لطیفیہ و جنرل سکریٹری انجمن
دائرۃ المعارف مکان حضرت قطب ویلور
قدس سرہٗ

تیسری (۳) قسط

تصنیف لطیف قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین حضرت مولانا سید شاہ ابوالحسن قادری ثانی بیجاپوری قدس سرہٗ

مسلسل دو سال سے ماہنامہ "اللطیف" میں مخزن السلاسل قسط وار شائع ہوتی آرہی ہے۔ مذکورہ نادر و نایاب کتاب جس میں حضرت، مولانا سید شاہ ابوالحسن قادری ثانی بیجاپوری قدس سرہٗ العزیز نے ایک سو اکانوے ۱۹۱ سلاسل کو جمع فرمایا ہے۔ صاحب کتاب کو ان تمام سلسلوں میں بیعت و اجازت حاصل تھی۔ آپ نے اپنے ہمشیرزادہ سید شاہ کریم اللہ قادری قدس سرہٗ کو مذکورہ سلاسل میں اجازت و خلافت سے سرفراز فرماتے ہوئے آداب بیعت وارشاد سے روشناس کیا ہے۔

مخزن السلاسل کی یہ تیسری قسط ترجمہ کے ساتھ پیش کی جارہی ہے۔ جو سلاسل چشتیہ کے پندرہ سلسلوں پر مشتمل ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اما الخرقۃ الجشتیۃ فستۃ عشر

اخذ بہا لبسہا الفقیر شاہ ابوالحسن من عمہ السید نعمت اللہ وھو من ابیہ الشاہ ابی الحسن وھو من الشیخ فرید الدین وھو من الشیخ حسن محمد وھو من الشیخ جمال الدین المعروف بخواجہ جمّن وھو من الشیخ راجن وھو من الشیخ نصیر الدین وھو من الشیخ سراج الدین وھو من الشیخ کمال الدین وھو من الشیخ محمد حسینی ابی الفتح الملقب بگیسو دراز وھو من الشیخ ابراھیم نصیر الدین محمود الاودھی وھو من الشیخ نظام الدین محمد الاولیا البدوانی وھو من الشیخ فرید الدین شکر گنج وھو من الشیخ قطب الدین بختیار وکیل لباب الاوشی وھو من الشیخ معین حسن السنجری وھو من الشیخ عثمان الھارونی وھو من الشیخ

خرقہائے چشتیہ سولہ[16] ہیں۔

پہلا خرقۃ فقیر شاہ ابوالحسن نے اپنے چچا سید نعمت اللہ سے پہنا ہے، وہ اپنے والد شاہ ابوالحسن سے وہ شیخ فرید الدین سے وہ شیخ حسن محمد سے وہ شیخ جمال الدین المعروف بہ خواجہ جمّن سے وہ شیخ راجن سے وہ شیخ نصیر الدین سے وہ شیخ سراج الدین سے وہ شیخ کمال الدین سے وہ شیخ محمد حسینی ابوالفتح الملقب بہ گیسو دراز سے وہ شیخ ابراہیم نصیر الدین محمود اودھی سے وہ شیخ نظام الدین محمد اولیاء بدوانی[1] سے وہ شیخ فرید الدین شکر گنج سے وہ شیخ قطب الدین بختیار وکیل[2] باب روشی[3] سے وہ شیخ معین حسن سنجری سے وہ شیخ عثمان ہارونی سے وہ شیخ

---

[1] بدوان مضافات سنبل کا ایک قریہ ہے۔ آپ کی ولادت قصبہ بدوان میں ہوئی۔ فخر رحمانی
تذکرۃ الاخیار فی اسرار الابرار میں بداؤن لکھا ہے، اسی کتاب کے صفحہ ۱۲۳ کے بالائی کنارے پر "بیان شیخ نظام الدین بدایونی قدس سرہٗ مرقوم ہے۔ [2] وکیل دربار اور نائب مناب کو کہتے ہیں۔
[3] اوش، فرغانہ کے ایک شہر کا نام ہے۔

حاجی الشریف الزندی وھو من الشیخ
قطب الدین مودود چشتی وھو من ابیہ الشیخ
ناصر الدین ابی اسحاق یوسف بن محمد بن سمعان
الچشتی وھو من خالہ ناصر الدین محمد بن احمد
الچشتی وھو من ابیہ ابی احمد بن فرشتاقہ
وھو من الشیخ الشیوخ فی الافاق مرشد
السالکین علی الاطلاق صاحب الولایت بالاستحقاق
الشیخ المرشد ابی اسحٰق الچشتی وھو من ممشاد
علو الدینوری وھو من امین الدین ابی ہبیرۃ
البصری وھو من سدید الدین ابی حذیفۃ
المرعشی وھو من ابراھیم بن ادھم البلخی وھو من
ابی الفیض فضیل بن عیاض وھو من ابی الفضل
عبد الواحد بن زید وھو من ابی النصر الحسن
البصری وھو من اسد اللہ الغالب امیر المومنین
علی بن ابی طالب کرم اللہ وجھہ وھو من
خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع
المذنبین محمد ن الامین صلی اللہ علیہ
وعلی الہ واصحابہ وسلم وھو من امر ذی
النور المبین بواسطۃ روح الامین

حاجی شریف زندی سے وہ شیخ
قطب الدین مودود چشتی سے وہ اپنے والد
شیخ ناصر الدین ابو اسحاق یوسف ابن محمد
ابن سمعان چشتی سے وہ اپنے ماموں ناصر الدین
محمد بن احمد الچشتی سے وہ اپنے والد ابو محمد فرشتاقہ[1]
سے وہ شیخ الشیوخ مرشد السالکین
صاحب ولایت الشیخ المرشد
ابو اسحٰق چشتی سے وہ ممشاد علو
الدینوری سے وہ امین الدین ابو ھُبَیرہ
بصری سے، وہ سدید الدین ابو حذیفہ
مرعشی سے، وہ ابراھیم بن ادہم بلخی سے
وہ ابو الفیض فُضَیل ابن عیاض سے، وہ
ابو الفضل عبد الواحد ابن زید سے وہ ابو النصر
حسن بصری سے، وہ اسد اللہ الغالب امیر
المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے
آپ خاتم النبیین محمد الامین رسول رب
العالمین صلے اللہ علیہ وسلم سے
اور آپ نے نور مبین کے حکم سے بواسطہ
روح امین خرقہ پہنا ہے۔

---

[1] کتاب قول المستحسن فی فخر الحسن میں "السلطان فرسفانۃ الشریف" مرقوم ہے۔

الثانیة لبسها الفقیر شاہ ابوالحسن
من خالہ السید اسمعیل بن سید میران
وھو من ابیہ السید میران وھو من السید
عبداللہ وھو من ابیہ السید وجیہ الدین
حیدر علی الثانی وھو من ابیہ حاجی المعروف
بالشیخ محمد غوث وھو من الشیخ
ظھور حاجی حضور وھو من الشیخ ابی الفتح
ھدایت اللہ سرمست وھو من الشیخ قاضن وھو
من الشیخ محمد بن عیاث الدین وھو من الشیخ
معین وھو من الشیخ حسام الدین مانکپوری
وھو من الشیخ نور قطب العالم وھو من الشیخ
علاء الحق لاھوری وھو من سراج الدین اخی
عثمان الاودھی وھو من الشیخ نظام الدین
الاولیاء وھو من الشیخ فرید الدین شکر گنج
وھو من الشیخ قطب الدین بختیار الکاکی وھو
من الشیخ معین الدین حسن السنجری وھو
من الشیخ عثمان الھارونی وھو من الشیخ
حاجی شریف الزندی وھو من الشیخ قطب
الدین مودود الچشتی وھو من ابیہ
الشیخ ناصر الدین ابی اسحاق یوسف بن
سمعان الچشتی وھو من خالہ ناصر الدین
محمد بن احمد الچشتی وھو من
ابیہ ابی احمد بن فرشتاقۃ الچشتی

دوسرا خرقہ فقیر شاہ ابوالحسن نے اپنے
ماموں سید اسمٰعیل ابن سید میراں سے پہنا ہے
سید اسمٰعیل نے اپنے والد سید میراں سے، وہ
سید عبداللہ سے، وہ اپنے والد سید وجیہ الدین
حیدر علی ثانی سے، وہ اپنے والد حاجی المعروف
بہ شیخ محمد غوث سے، وہ شیخ ظہور حاجی
حضور سے، وہ شیخ ابوالفتح ہدایت اللہ
سرمست سے، وہ شیخ قاضن سے وہ شیخ
محمد ابن عیاث الدین سے، وہ شیخ معین
سے، وہ شیخ حسام الدین مانکپوری سے، وہ
شیخ نور قطب عالم سے، وہ شیخ علاء الحق
لاہوری سے، وہ سراج الدین اخی
عثمان اودھی سے، وہ شیخ نظام الدین
اولیاء سے، وہ شیخ فرید الدین شکر گنج سے
وہ شیخ قطب الدین بختیار کاکی سے، وہ
شیخ معین الدین حسن سنجری سے، وہ شیخ
عثمان ہارونی سے، وہ شیخ حاجی شریف
زندی سے، وہ شیخ قطب الدین مودود
چشتی سے، وہ اپنے والد شیخ
ناصر الدین ابو اسحاق یوسف ابن محمد
ابن سمعان چشتی سے، وہ اپنے ماموں
ناصر الدین محمد بن احمد چشتی سے، وہ
اپنے والد ابو احمد بن فرشتاقہ چشتی

وھومن الشیخ الشیوخ فی الآفاق مرشد
السالکین علے الاطلاق صاحب الولایۃ
بالاستحقاق الشیخ المرشد ابی اسحٰق
وھومن ممشاد علو الدینوری وھو
من امین الدین ابی ھُبَیرۃ البصری وھو
من سدید الدین ابی حذیفۃ المرعشی
وھومن ابراھیم بن ادھم البلخی وھو
من ابی الفیض فضیل بن عیاض وھو
من ابی الفضل عبد الواحد بن زید و
ھومن ابی نصر الحسن البصری وھومن
اسد اللہ الغالب امیر المؤمنین علی بن ابی
طالب کرم اللہ وجھہٗ وھومن خاتم
النبیّن رسول رب العالمین شفیع
المذنبین محمدن الامین صلی اللہ
علیہ وعلیٰ الہ واصحابہٖ وسلم وھومن
امرذی النور المبین بواسطۃ الروح
الامین۔

سے وہ شیخ الشیوخ مرشد السالکین صاحب
ولایت الشیخ المرشد
ابو اسحٰق سے وہ ممشاد
علو الدینوری سے وہ
امین الدین ابو ھبیرہ بصری سے
وہ سید سدید الدین ابو حذیفہ مرعشی
سے وہ ابراھیم ابن ادھم بلخی سے، وہ
ابو الفیض فُضیل ابن عیاض سے وہ
ابو الفضل عبد الواحد ابن زید سے
وہ ابو النصر حسن بصری سے، وہ
اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی ابن ابی
طالب کرم اللہ وجہہٗ سے آپ خاتم النبیین
رسول رب العالمین شفیع المذنبین
محمد الامین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ
واصحابہ وسلم سے اور آپؐ نے
نور مبین کے حکم سے بواسطۂ روح امین خرقہ پہنایا ہے۔

الثالثة لبسها الفقیر شاہ ابو
الحسن من ابن عم امہ السید نور اللہ وھو
من ابیہ السید علی محمد وھو من ابیہ السید
محمد وھو من ابیہ السید جلال ماہ
عالم وھو من ابیہ السید حسن وھو من ابیہ
السید عبد الغفور وھو من ابیہ السید احمد وھو
من ابیہ السید راجو وھو من ابیہ السید محمد بن
عبد اللہ الملقب بشاہ عالم من عند[1] اللہ و
ھو من ابیہ السید برھان الدین ابی محمد
عبد اللہ المشھور بقطب العالم وھو من ابیہ
السید ناصر الدین محمد وھو من ابیہ السید
جلال الدین الحسین الحسینی البخاری مخدوم
جھانیان وھو من الشیخ ابراھیم نصیر
الدین محمود الاودھی وھو من الشیخ نظام
الدین محمد الاولیاء البدوانی وھو من
الشیخ فرید شکر گنج وھو من الشیخ قطب
الدین بختیار وکیل الباب الاوشی وھو
من الشیخ معین الدین حسن السنجری
وھو من الشیخ عثمان الھارونی وھو
من الشیخ حاجی شریف الزندی وھو
من الشیخ قطب الدین مودود الچشتی
وھو من ابیہ الشیخ ناصر الدین ابی
اسحق یوسف بن محمد بن سمعان

تیسرا خرقہ فقیر شاہ ابو الحسن نے اس کو
اپنی والدہ کے چچا زاد بھائی سید نور اللہ سے
پہنا ہے، وہ اپنے والد سید علی محمد سے، وہ اپنے
والد سید محمد سے، وہ اپنے والد سید جلال ماہ
عالم سے وہ اپنے والد سید حسن سے وہ اپنے
والد سید عبد الغفور سے وہ اپنے والد سید احمد سے
وہ اپنے والد سید راجو سے وہ اپنے والد سید محمد
ابن عبد اللہ الملقب بہ شاہ عالم سے وہ اپنے
والد سید برہان الدین ابو محمد عبد اللہ المشہور
بہ قطب عالم سے وہ اپنے والد سید ناصر الدین محمد
سے وہ اپنے والد سید جلال الدین حسین حسینی
بخاری مخدوم جہانیاں سے وہ
شیخ ابراہیم نصیر الدین محمود اودھی
سے وہ شیخ نظام الدین محمد
اولیاء بدوانی سے وہ شیخ فرید
شکر گنج سے وہ شیخ قطب الدین
بختیار وکیل الباب اوشی سے
وہ شیخ معین الدین حسن سنجری
سے وہ شیخ عثمان ہارونی سے وہ
شیخ حاجی شریف زندی سے
وہ شیخ قطب الدین مودود چشتی سے
وہ اپنے والد شیخ ناصر الدین ابو
اسحاق یوسف ابن محمد ابن سمعان

[1] آپ کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے شاہ عالم کا لقب ملا تھا۔

الجشتی وھو من خالہ ناصر الدین محمد
بن احمد الجشتی وھو من ابیہ ابی احمد
بن فرشتاقہ الجشتی وھو من شیخ الشیوخ
فی الآفاق مرشد الکاملین علی الاطلاق
صاحب الولایۃ بالاستحقاق الشیخ المرشد
ابی اسحاق الجشتی وھو من ممشاد علو
الدینوری وھو من امین الدین ابو ھبیرۃ
البصری وھو من سدید الدین ابی الحذیفۃ
المرعشی وھو من ابراھیم بن ادھم البلخی
وھو من ابی الفیض فضیل بن عیاض وھو
ابی الفضل عبد الواحد بن زید وھو من ابی
النصر الحسن البصری وھو من اسد اللہ الغالب
امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجھہٗ
وھو من خاتم النبیین رسول رب العالمین
شفیع المذنبین محمد ن الامین صلی اللہ
علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم وھو من
امر ذی النور المبین بواسطۃ الروح
الامین ۔

چشتی سے وہ اپنے ماموں ناصر الدین محمد
ابن احمد چشتی سے وہ اپنے والد ابو احمد
بن فرشتاقہ چشتی سے وہ شیخ الشیوخ
مرشد الکاملین صاحب ولایت
الشیخ المرشد ابو اسحاق چشتی
سے وہ ممشاد علو الدینوری سے
وہ امین الدین ابو ھبیرہ بصری سے
وہ سدید الدین ابو حذیفہ مرعشی سے
وہ ابراھیم ابن ادھم بلخی سے، وہ
ابو الفیض فُضیل بن عیاض سے وہ
ابو الفضل عبد الواحد ابن زید سے،
وہ ابو النصر حسن بصری سے وہ اسد اللہ
الغالب امیر المومنین علی ابن طالب
کرم اللہ وجہہٗ سے آپ خاتم المرسلین رسول
رب العالمین شفیع المذنبین محمد الامین
صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم سے اور
آپ نے نورِ مبین کے حکم سے بواسطۂ روح
امین خرقہ پہنا ہے ۔

الرابعة لبسها الفقیر شاہ ابوالحسن

من ابن عم امه السید نور اللہ وھو من ابیه السید علی محمد وھو من السید محمد وھو من ابیه السید جلال ماہ عالم وھو من ابیه السید حسن وھو من ابیه السید عبد الغفور وھو من ابیه السید احمد وھو من ابیه السید راجو وھو من ابیه السید محمد بن عبد اللہ الملقب بشاہ عالم من عند اللہ وھو من ابیه السید برھان الدین ابی محمد عبد اللہ المشھور بقطب العالم وھو من اخ جدہ السید صدر الدین ابی الفضل محمد بن احمد بن حسین الحسنی البخاری وھو من اخیه السید جلال الدین الحسین الحسینی البخاری مخدوم جھانیاں وھو من الشیخ شمس الدین الاودھی وھو من الشیخ نظام الدین محمد الاولیاء البدوانی وھو من الشیخ فرید الدین شکر گنج وھو من الشیخ قطب الدین بختیار وکیل الباب الاوشی وھو من الشیخ معین الدین حسن السنجری وھو من الشیخ عثمان الھارونی وھو من الشیخ حاجی شریف الزندنی وھو من الشیخ قطب الدین مودود الچشتی وھو من ابیه الشیخ ناصر الدین ابی اسحٰق یوسف بن محمد بن سمعان الچشتی وھو من خاله

یہ چوتھا خرقہ فقیر شاہ ابوالحسن نے اس کو اپنی والدہ کے چچا زاد بھائی سید نور اللہ سے پہنا ہے، وہ اپنے والد سید علی محمد سے، وہ سید محمد سے، وہ اپنے والد سید جلال ماہ عالم سے وہ اپنے والد سید حسن سے، وہ اپنے والد سید عبد الغفور سے، وہ اپنے والد سید احمد سے، وہ اپنے والد سید راجو سے، وہ اپنے والد سید محمد ابن عبد اللہ الملقب شاہ عالم سے، وہ اپنے والد سید برہان الدین ابو محمد عبد اللہ المشہور بہ قطب عالم سے، وہ اپنے دادا کے بھائی سید صدر الدین ابو الفضل محمد بن احمد ابن حسین حسنی بخاری سے، وہ اپنے بھائی سید جلال الدین حسین حسینی بخاری مخدوم جہانیاں سے وہ شیخ شمس الدین اودھی سے، وہ شیخ نظام الدین محمد اولیاء بدوانی سے، وہ شیخ فرید الدین شکر گنج سے، وہ شیخ قطب الدین بختیار وکیل باب اوشی سے، وہ شیخ معین الدین حسن سجزی سے، وہ شیخ عثمان ہارونی سے، وہ شیخ حاجی شریف زندنی سے، وہ شیخ قطب الدین مودود چشتی سے، وہ اپنے والد شیخ ناصر الدین ابو اسحاق یوسف ابن محمد بن سمعان چشتی سے، وہ اپنے

ناصر الدین محمد بن احمد الچشتی وھو من
ابیہ ابی احمد بن فرشتافۃ الچشتی وھو من
شیخ الشیوخ فی الآفاق مرشد السالکین
علی الاطلاق صاحب الولایۃ بالاستحقاق
الشیخ المرشد ابی اسحاق الچشتی
وھو من ممشاد علو الدینوری وھو
من امین الدین ابی ھبیرۃ البصری وھو من
سدید الدین ابی حذیفۃ المرعشی وھو
من ابراھیم بن ادھم البلخی وھو من
ابی الفیض فضیل بن عیاض وھو من
ابی الفضل عبد الواحد بن زید وھو
من ابی نصر الحسن البصری وھو من
اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی
ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ وھو من
خاتم النبیین رسول رب العالمین
شفیع المذنبین محمد ن الامین صلی
اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہ وسلم
وھو من امر ذی النور المبین بواسطۃ
الروح الامین ۔

ماموں ناصر الدین محمد بن احمد چشتی
سے وہ اپنے والد ابو احمد ابن فرشتافہ
چشتی سے وہ شیخ الشیوخ مرشد السالکین
صاحب ولایت الشیخ المرشد ابو اسحٰق چشتی
سے وہ ممشاد علو الدینوری سے
وہ امین الدین ابو ھبیرہ بصری
سے وہ سدید الدین ابو حذیفہ
مرعشی سے وہ
ابراھیم ابن ادھم بلخی سے وہ
ابو الفیض فضیل ابن عیاض سے
وہ ابو الفضل عبد الواحد ابن زید
سے وہ ابو النصر حسن بصری سے
وہ اسد اللہ الغالب امیر المؤمنین
علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ
سے آپ خاتم النبیین رسول رب
العالمین شفیع المذنبین محمد
الامین صلے اللہ علیہ وعلی آلہ و
اصحابہ وسلم سے اور آپ نے نور مبین کے حکم سے
بواسطۂ روح امین خرقہ کو پہنا ہے ۔

الخامسة لبسها الفقیر شاہ ابوالحسن من ابن عم امہ السید نوراللہ وھو من ابیہ السید علی محمد وھو من ابیہ السید محمد وھو من ابیہ السید جلال ماہ عالم وھو من السید شیر محمد بن احمد وھو من جدہ السید عرب شاہ وھو من ابیہ السید محمد زاھد وھو من اخیہ السید محمد بن عبداللہ الملقب بہ شاہ عالم من عنداللہ وھو من ابیہ السید برھان الدین ابی محمد عبداللہ المشھور بقطب العالم وھو من اخیہ شمس الدین البخاری وھو من جدہ السید جلال الدین الحسین الحسینی البخاری مخدوم جھانیاں وھو من الشیخ نظام الدین محمد الاولیاء البدوانی فی المنام وھو من الشیخ فرید الدین شکر گنج وھو من الشیخ قطب الدین بختیار وکیل لباب الاولیثی وھو من الشیخ معین الدین حسن السنجری وھو من الشیخ عثمان الھارونی وھو من حاجی الشریف الزندنی وھو من الشیخ قطب الدین مودود الچشتی وھو من ابیہ الشیخ ناصر الدین ابی اسحٰق یوسف بن محمد بن سمعان الچشتی وھو من خالہ ناصر الدین محمد بن احمد الچشتی

پانچواں خرقہ فقیر شاہ ابوالحسن نے اس کو اپنی والدہ کے چچا زاد بھائی سید نوراللہ سے پہنا ہے، وہ اپنے والد سید علی محمد سے، وہ اپنے والد سید محمد سے، وہ اپنے والد سید جلال ماہ عالم سے، وہ سید شیر محمد ابن احمد سے، وہ اپنے دادا سید عرب شاہ سے، وہ اپنے والد سید محمد زاہد سے، وہ اپنے بھائی سید محمد ابن عبداللہ الملقب بہ شاہ عالم سے، وہ اپنے والد سید برہان الدین ابو محمد عبداللہ المشہور بہ قطب عالم سے، وہ اپنے بھائی شمس الدین حسین بخاری سے وہ اپنے دادا سید جلال الدین حسین حسینی بخاری مخدوم جہانیاں سے وہ شیخ نظام الدین محمد اولیاء بدوانی سے عالم رویا میں وہ شیخ فرید الدین شکر گنج سے، وہ شیخ قطب الدین وکیل باب اولیثی سے وہ شیخ معین الدین حسن سنجری سے، وہ شیخ عثمان ہارونی سے، وہ حاجی شریف زندی سے، وہ شیخ قطب الدین مودود چشتی سے، وہ اپنے والد شیخ ناصر الدین ابو اسحٰق یوسف ابن محمد ابن سمعان چشتی سے وہ اپنے ماموں ناصر الدین محمد ابن احمد چشتی سے

وھومن ابیہ ابی احمد بن فرشتاقۃ الچشتی
وھومن شیخ الشیوخ فی الآفاق مرشد
السالکین علی الاطلاق صاحب ولایت
بالاستحقاق الشیخ المرشد ابی اسحٰق
الچشتی وھومن ممشاد علو الدینوری
وھومن امین الدین ابی ھبیرۃ البصری
وھومن سدید الدین ابی حذیفۃ المرعشی
وھومن ابراھیم بن ادھم البلخی ،
وھومن ابی الفیض فُضَیل بن عِیاض
وھومن ابی الفضل عبد الواحد بن
زید وھومن ابی النصر الحسن البصری و
ھومن اسد اللہ الغالب امیر المومنین
علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ وھو
من خاتم النبیین رسول رب العٰلمین
شفیع المذنبین محمد ن الامین صلی
اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم
وھومن امر ذی النور المبین
بواسطۃ الروح الامین ۔

وہ اپنے والد ابو احمد بن فرشتاقہ
چشتی سے ، وہ شیخ الشیوخ مرشد
السالکین صاحب ولایت الشیخ
المرشد ابو اسحٰق چشتی سے ، وہ
ممشاد علو الدینوری سے وہ امین الدین
ابو ھبیرہ بصری سے وہ سدید الدین
ابو حذیفہ مرعشی سے وہ ابراھیم
ابن ادھم بلخی سے وہ ابو الفیض
فُضَیل ابن عِیاض سے وہ ابو الفضل
عبد الواحد ابن زید سے وہ ابو النصر
حسن بصری سے وہ اسد اللہ الغالب
امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ
سے آپ خاتم النبیین رسول
رب العالمین شفیع المذنبین
محمد الامین صلے اللہ علیہ
وعلیٰ آلہ و اصحابہ وسلم سے
اور آپ نے نور مبین کے حکم سے
بواسطۂ روح امین خرقہ پہنا ہے ۔

السادسة لبسها الفقیر شاہ ابوالحسن من ابن عم امه السید نوراللہ وھو من ابیه السید علی محمد وھو من ابیه السید محمد وھو من ابیه السید جلال ماہ عالم وھو من السید شیر محمد بن احمد وھو من جدہ السید عرب شاہ وھو من ابیه السید محمد زاھد وھو من اخیه السید محمد بن عبداللہ الملقب بشاہ عالم من عند اللہ وھو من ابیه السید برھان الدین ابی محمد عبداللہ المشھور بقطب العالم وھو من السید شرف الدین المشھدی وھو من السید جلال الدین الحسین الحسینی البخاری مخدوم جھانیان وھو من الشیخ قطب الدین منور وھو من الشیخ نظام الدین محمد الاولیاء البدوانی وھو من الشیخ فرید الدین شکر گنج وھو من الشیخ قطب الدین بختیار وکیل الباب الاوشی وھو من الشیخ معین الدین حسن السنجری وھو من الشیخ عثمان الھارونی وھو من الشیخ حاجی شریف الزندی وھو من الشیخ قطب الدین مودود یوسف الچشتی وھو من ابیه الشیخ ناصر الدین ابی اسحٰق یوسف

چھٹا خرقہ فقیر شاہ ابوالحسن نے اس کو اپنی والدہ کے چچا زاد بھائی سید نوراللہ سے پہنا ہے، وہ اپنے والد سید علی محمد سے، وہ اپنے والد سید محمد سے، وہ اپنے والد سید جلال ماہ عالم سے، وہ سید شیر محمد ابن احمد سے، وہ اپنے دادا سید عرب شاہ سے، وہ اپنے والد سید محمد زاھد سے، وہ اپنے بھائی سید محمد ابن عبداللہ الملقب بہ شاہ عالم سے، وہ اپنے والد سید برہان الدین ابو محمد عبداللہ المشہور بہ قطب عالم سے، وہ سید شرف الدین مشہدی سے، وہ سید جلال الدین حسین حسینی بخاری مخدوم جہانیاں سے، وہ شیخ قطب الدین منور سے، وہ شیخ نظام الدین محمد اولیاء بدوانی سے، وہ شیخ فرید الدین شکر گنج سے، وہ شیخ قطب الدین بختیار وکیل باب اوشی سے، وہ شیخ معین الدین حسن سنجری سے وہ شیخ عثمان ہارونی سے وہ شیخ حاجی شریف زندی سے، وہ شیخ قطب الدین مودود شریف چشتی سے، وہ اپنے والد شیخ ناصر الدین ابو اسحاق یوسف

بن محمد بن سمعان الجشتی وھو من خالہ ناصر الدین محمد بن احمد الجشتی وھو من ابیہ ابی احمد بن فرشتاقہ الجشتی وھو من شیخ الشیوخ فی الافاق مرشد السالکین علی الاطلاق صاحب الولایۃ بالاستحقاق الشیخ المرشد ابی اسحاق وھو من ممشاد علو الدینوری وھو من امین الدین ابی ھبیرۃ البصری وھو من سدید الدین ابی حذیفۃ المرعشی وھو من ابراھیم بن ادھم البلخی وھو من ابی الفیض فضیل بن عیاض وھو من ابی الفضل عبد الواحد بن زید وھو من ابی النصر الحسن البصریؓ ھو من اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجھہ" وھو من خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمدن الامین صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ و اصحابہ وسلم وھو من امرذی النور المبین بواسطۃ الروح الامین -

ابن محمد ابن سمعان چشتی سے وہ اپنے ماموں ناصر الدین محمد ابن احمد چشتی سے وہ اپنے والد ابو احمد ابن فرشتاقہ چشتی سے، وہ شیخ الشیوخ مرشد السالکین صاحب ولایت الشیخ المرشد ابو اسحاق سے، وہ ممشاد علو الدینوری سے، وہ امین الدین ابو ھبیرہ بصری سے وہ سدید الدین ابو حذیفہ مرعشی سے، وہ ابراھیم ابن ادھم بلخی سے، وہ ابو الفیض فضیل ابن عیاض سے، وہ ابو الفضل عبد الواحد ابن زید سے، وہ ابو النصر حسن بصری سے، وہ اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے، آپ خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد الامین صلے اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم سے اور آپ نے نور مبین کے حکم سے بواسطۂ روح امین کے خرقہ پہنا -

السابعة لبسها الفقير شاه ابوالحسن
من ابن عم امه السيد نور الله وهو من
ابيه السيد على محمد وهو من ابيه
السيد محمد وهو من ابيه السيد جلال
ماه عالم وهو من السيد شير محمد
ابن احمد وهو من جده السيد عرب
شاه وهو من ابيه السيد محمد زاهد
وهو من اخيه السيد محمد بن عبدالله
الملقب بشاه عالم من عندالله وهو
من ابيه السيد برهان الدين ابى محمد
عبدالله المشهور بقطب العالم وهو
من السيد محمود الشيرازى وهو من
سيد جلال الدين الحسين الحسينى البخارى
مخدوم جهانیاں وهو من السيد حميد
الدين وهو من ابى احمد بن محمد الچشتی
وهو من ابيه محمد بن احمد الچشتی وهو
من عمه محی الدين على بن احمد الچشتی و
هو من ابيه احمد بن احمد الچشتی وهو
من ابيه احمد بن مودود الچشتی وهو
من ابيه الشيخ قطب الدين مودود بن
يوسف الچشتی وهو من ابيه الشيخ
ناصر الدين ابى اسحاق يوسف بن محمد
بن سمعان الچشتی وهو من خاله ناصر

ساتواں خرقہ فقیر شاہ ابوالحسن نے
اس کو اپنی والدہ کے چچا زاد بھائی سید نور اللہ
سے پہنا ہے، وہ اپنے والد سید علی محمد سے
وہ اپنے والد سید محمد سے، وہ اپنے والد سید
جلال ماہ عالم سے وہ سید شیر محمد ابن احمد
سے، وہ اپنے دادا سید عرب شاہ سے
وہ اپنے والد سید محمد زاہد سے، وہ
اپنے بھائی سید محمد ابن عبداللہ الملقب
بہ شاہ عالم سے، وہ اپنے والد سید
برہان الدین ابو محمد عبداللہ المشہور
بہ قطب عالم سے وہ سید محمود،
شیرازی وہ سید جلال الدین حسین
حسینی بخاری مخدوم جہانیاں
سے، وہ سید حمید الدین سے، وہ
ابو احمد بن محمد چشتی سے، وہ اپنے
والد محمد ابن احمد چشتی سے، وہ
اپنے چچا محی الدین علی ابن احمد چشتی
سے، وہ اپنے والد احمد بن احمد
چشتی سے، وہ اپنے والد احمد ابن مودود
چشتی سے، وہ اپنے والد شیخ قطب
الدین مودود ابن یوسف چشتی سے، وہ اپنے
والد شیخ ناصر الدین ابو اسحاق ابن محمد
ابن سمعان چشتی سے، وہ اپنے ماموں

الدین محمد بن احمد الچشتی وھو
من ابیہ ابی احمد بن فرشتافۃ الچشتی
وھو من شیخ الشیوخ فی الآفاق مرشد
السالکین علی الاطلاق صاحب لولایۃ
بالاستحقاق الشیخ المرشد ابی اسحٰق
الچشتی وھو من ممشاد علو الدینوری
وھو من امین الدین ابی ھبیرۃ البصری
وھو من سدید الدین ابی حذیفۃ المرعشی
وھو من ابراھیم بن ادھم البلخی
وھو من ابی الفیض فضیل بن عیاض
وھو من ابی الفضل عبد الواحد بن
زید وھو من ابی النصر الحسن
البصری وھو من اسد اللہ الغالب
امیر المؤمنین علی بن ابی طالب کرم اللہ
وجھہ وھو من خاتم النبیین
رسول رب العالمین شفیع المذنبین
محمدن الامین صلی اللہ علیہ و
علیٰ الہ واصحابہ وسلم وھو من
امر ذی النورین المبین بواسطۃ
روح الامین۔

ناصر الدین محمد بن احمد چشتی سے،
وہ اپنے والد ابو احمد ابن فرشتافہ چشتی
سے، وہ شیخ الشیوخ مرشد السالکین
صاحب ولایت الشیخ المرشد
ابو اسحٰق چشتی سے وہ ممشاد
علو الدینوری سے وہ امین الدین
ابو ھُبیرۃ البصری سے، وہ
سدید الدین ابو حذیفہ مرعشی سے
وہ ابراھیم بن ادھم بلخی سے
وہ ابو الفیض فُضَیل بن عِیاض
سے وہ ابو الفضل عبد الواحد ابن
زید سے، وہ ابو النصر حسن بصری
سے وہ اسد اللہ الغالب امیر
المؤمنین علی بن ابی طالب کرم اللہ
وجہہ سے آپ خاتم النبیین رسول
رب العالمین شفیع المذنبین
محمد الامین صلی اللہ علیہ
وعلیٰ آلہٖ و اصحابہ وسلم سے اور آپ
نے نورِ مبین کے حکم سے بواسطۂ روح
امین خرقہ پہنا ہے۔

الثامنۃ لبسھا الفقیر شاہ ابو الحسن

من ابن عم امہ السید نور اللہ وھو من ابیہ السید علی محمد وھو من السید محمد وھو من ابیہ السید جلال ماہ عالم وھو من ابیہ السید حسن وھو من ابیہ السید عبد الغفور وھو من ابیہ السید احمد وھو من ابیہ السید راجو وھو من ابیہ السید محمد بن عبد اللہ الملقب بشاہ عالم من عند اللہ وھو من ابیہ السید برھان الدین ابی محمد عبد اللہ المشھور بقطب العالم وھو من الامام کمال الدین بن توام وھو من الشیخ تاج الدین یعقوب وھو من الشیخ زین الدین الدولتآبادی وھو من الشیخ برھان الدین وھو من الشیخ نظام الدین محمد الاولیاء البدوانی وھو من الشیخ فرید الدین شکر گنج وھو من الشیخ قطب الدین بختیار وکیل الباب الاوشی وھو من الشیخ معین الدین حسن السنجری وھو من الشیخ عثمان الھارونی وھو من الشیخ الشریف الزندی وھو من قطب الدین مودود بن یوسف الچشتی وھو من ابیہ الشیخ ناصر الدین ابی اسحٰق یوسف بن محمد

آٹھواں خرقہ

فقیر شاہ ابو الحسن نے اس کو اپنی والدہ کے چچا زاد بھائی سید نور اللہ سے پہنا ہے، وہ اپنے والد سید علی محمد سے، وہ سید محمد سے، وہ اپنے والد سید جلال ماہ عالم سے، وہ اپنے والد سید حسن سے، وہ اپنے والد سید عبد الغفور سے، وہ اپنے والد سید احمد سے وہ اپنے والد سید راجو سے وہ اپنے والد سید محمد ابن عبد اللہ الملقب بہ شاہ عالم سے، وہ اپنے والد سید برہان الدین ابو محمد عبد اللہ المشہور بہ قطب عالم سے، وہ امام کمال الدین ابن توام سے، وہ شیخ تاج الدین یعقوب سے، وہ شیخ زین الدین دولت آبادی سے وہ شیخ برہان الدین سے، وہ شیخ نظام الدین محمد اولیاء بدوانی سے، وہ شیخ فرید الدین شکر گنج سے وہ شیخ قطب الدین بختیار وکیل باب اوشی سے، وہ شیخ معین الدین حسن سنجری سے، وہ شیخ عثمان ہارونی سے وہ شیخ شریف زندی سے، وہ قطب الدین مودود ابن یوسف الچشتی سے، وہ اپنے والد شیخ ناصر الدین ابو اسحاق یوسف

بن سمعان الچشتی وھومن خالہ ناصر
الدین محمد بن احمد الچشتی وھومن
ابیہ ابی احمد بن فرشتافۃ الچشتی وھو
من شیخ الشیوخ فی الافاق مرشد
السالکین علی الاطلاق صاحب الولایۃ
بالاستحقاق الشیخ المرشد ابی اسحاق
الچشتی وھومن ممشاد علو الدینوری
وھومن امین الدین ھُبَیرۃ البصری
وھومن سدید الدین ابی الحذیفۃ
المرعشی وھومن ابراھیم بن ادھم
البلخی وھومن ابی الفیض فُضَیل
بن عیاض وھومن ابی الفضل عبد
الواحد بن زید وھومن ابی النصر
الحسن البصری وھومن اسد اللہ
الغالب امیر المومنین علی ابن ابی
طالب کرم اللہ وجھہٗ وھومن خاتم
النبیین رسول رب العالمین شفیع
المذنبین محمد ن الامین صلی اللہ
علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم وھو
من امر ذی النور المبین بواسطۃ
الروح الامین۔

ابن محمد ابن سمعان چشتی سے، وہ اپنے
ماموں ناصر الدین محمد ابن احمد چشتی سے
وہ اپنے والد ابو احمد ابن فرشتافہ چشتی
سے وہ شیخ الشیوخ مرشد
السالکین صاحب ولایت الشیخ
المرشد ابو اسحاق چشتی سے، وہ
ممشاد علو الدینوری سے، وہ
امین الدین ھُبیرہ بصری سے، وہ
سدید الدین ابو حذیفہ مرعشی سے
وہ ابراھیم ابن ادھم بلخی سے
وہ ابو الفیض فُضَیل بن عیاض سے
وہ ابو الفضل عبد الواحد ابن زید
سے وہ ابو النصر حسن بصری سے
وہ اسد اللہ الغالب امیر المومنین
علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ
سے آپ خاتم النبیین رسولِ
رب العالمین شفیع المذنبین
محمد الامین صلی اللہ علیہ وعلیٰ
آلہ و اصحابہ وسلم سے اور آپ نے
نور مبین کے حکم سے بواسطہ
روح امین خرقہ پہنا۔

التاسعة لبسها الفقیر شاہ ابوالحسن

من ابن عم امہ السید نور اللہ وھو من
ابیہ السید علی محمد وھو من ابیہ ،
السید محمد وھو من ابیہ السید جلال
ماہ عالم وھو من السید شبر محمد
ابن احمد وھو من جدہ السید
عرب شاہ وھو من ابیہ السید محمّد
زاھد وھو من اخیہ السید محمد بن
عبد اللہ الملقب بشاہ عالم من عند
اللہ وھو من ابیہ السید برھان الدین
ابی محمد عبد اللہ المشھور بقطب العالم
وھو من الشیخ ابراھیم نصیر الدین
محمود الاودھی وھو من الشیخ نظام
الدین محمد الاولیاء وھو من الشیخ
فرید الدین شکر گنج وھو من الشیخ قطب
الدین بختیار وکیل الباب الاوشی وھو
من الشیخ معین الدین حسن السجزی
وھو من الشیخ عثمان الھارونی وھو
من الشیخ حاجی الشریف الزندی وھو
من الشیخ قطب الدین مودود الچشتی
وھو من ابیہ الشیخ ناصر الدین ابی
اسحاق یوسف بن محمد بن سمعان
الچشتی وھو من خالہ ناصر الدین

نواں خرقہ فقیر شاہ ابوالحسن نے اس کو

اپنی والدہ کے چچازاد بھائی سید نور اللہ سے
پہنا ہے، وہ اپنے والد سید علی محمد سے، وہ
اپنے والد سید محمد سے، وہ اپنے والد سید
جلال ماہ عالم سے، وہ سید شبر محمد ابن
احمد سے، وہ اپنے دادا سید عرب شاہ
سے، وہ اپنے والد سید محمد زاہد سے،
وہ اپنے بھائی سید محمد ابن عبد اللہ
الملقب بہ شاہ عالم سے، وہ اپنے والد
سید برہان الدین ابو محمد عبد اللہ المشہور
بہ قطب عالم سے، وہ شیخ ابراہیم
نصیر الدین محمود اودھی سے
وہ شیخ نظام الدین محمد اولیاء
سے، وہ شیخ فرید الدین شکر گنج
سے، وہ شیخ قطب الدین بختیار
وکیل باب اوشی سے، وہ شیخ
معین الدین حسن سنجری سے،
وہ شیخ عثمان ہارونی سے،
وہ شیخ حاجی شریف زندی سے
وہ شیخ قطب الدین مودود چشتی سے
وہ اپنے والد ناصر الدین ابو اسحاق
یوسف ابن محمد ابن سمعان چشتی سے
وہ اپنے ماموں ناصر الدین محمد ابن

محمد بن احمد الچشتی وھو من ابیہ ابی احمد بن فرشتاقۃ الچشتی وھو من شیخ الشیوخ فی الآفاق مرشد السالکین علی الاطلاق صاحب الولایۃ بالاستحقاق الشیخ المرشد ابی اسحٰق الچشتی وھو من ممشاد علو الدینوری وھو من امین الدین ابی ھُبیرۃ البصری وھو من سدید الدین ابی الحذیفہ المرعشی وھو من ابراھیم بن ادھم البلخی وھو من ابی الفیض فضیل بن عیاض وھو من ابی الفضل عبد الواحد بن زید وھو من ابی النصر الحسن البصری وھو من اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجھہٗ وھو من خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد الامین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلم وھو من امر ذی النور المبین بواسطۃ الروح الامین۔

احمد چشتی سے وہ اپنے والد ابو احمد ابن فرشتاقہ چشتی سے، وہ شیخ الشیوخ مرشد السالکین صاحب ولایت الشیخ المرشد ابو اسحٰق چشتی سے وہ ممشاد علو الدینوری سے وہ امین الدین ابی ھُبیرۃ بصری سے، وہ سدید الدین ابو حذیفہ مرعشی سے وہ ابراھیم ابن ادھم بلخی سے، وہ ابو الفیض فُضیل ابن عیاض سے، وہ ابو الفضل عبد الواحد ابن زید سے، وہ ابو النصر حسن بصری سے، وہ اسد اللہ الغالب امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ سے آپ خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد الامین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم سے اور آپ نے نور مبین کے حکم سے بواسطہ روح امین خرقہ پہنا ہے۔

العاشرۃ لبسها الفقیر شاہ ابو الحسن من ابن عم امہ السید نور اللہ وھو من ابیہ السید علی محمد وھو من السید محمد وھو من ابیہ السید جلال ماہ عالم ھو من السید حسن وھو من ابیہ السید عبد الغفور وھو من ابیہ السید احمد وھو من ابیہ السید راجو وھو من ابیہ السید محمد بن عبد اللہ الملقب بشاہ عالم من عبد اللہ وھو من ابیہ السید برھان الدین ابی محمد عبد اللہ المشھور بقطب العالم وھو من الشیخ ابی الفتوح احمد بن عبد اللہ الشیرازی و ھو من السید شرف الدین الحسینی المشھدی وھو من السید جلال الحق والدین الحسین الحسینی مخدوم جھانیاں وھو من الشیخ ابراھیم نصیر الدین محمود الاودھی وھو من الشیخ نظام الدین محمد الاولیاء البدوانی وھو من الشیخ فرید الدین شکر گنج وھو من الشیخ قطب الدین وکیل الباب الاوشی وھو من الشیخ معین الدین حسن السنجری وھو من الشیخ عثمان الھارونی وھو من الشیخ

دسواں خرقہ فقیر شاہ ابو الحسن نے اس کو اپنی والدہ کے چچا زاد بھائی سید انوار اللہ سے پہنا ہے، وہ اپنے والد سید علی محمد سے وہ سید محمد سے، وہ اپنے والد سید جلال ماہ عالم سے وہ سید حسن سے، وہ اپنے والد سید عبد الغفور سے، وہ اپنے والد سید احمد سے وہ اپنے والد سید راجو سے، وہ اپنے والد سید محمد ابن عبد اللہ الملقب بہ شاہ عالم سے، وہ اپنے والد سید برہان الدین ابو محمد عبد اللہ المشہور بہ قطب عالم سے، وہ شیخ ابو الفتح احمد ابن عبد اللہ شیرازی سے، وہ سید شرف الدین حسینی مشہدی سے، وہ سید جلال الحق والدین حسین حسینی مخدوم جہانیاں سے، وہ شیخ ابراہیم نصیر الدین محمود اودھی، وہ شیخ نظام الدین محمد اولیا بدوانی سے، وہ شیخ فرید الدین شکر گنج سے، وہ شیخ قطب الدین وکیل باب اوشی سے، وہ شیخ معین الدین حسن سنجری سے وہ شیخ عثمان ہارونی سے وہ شیخ حاجی شریف زندی

حاجی الشریف الزندی وھو من الشیخ
قطب الدین مودود یوسف الچشتی
وھو من ابیہ الشیخ ناصر الدین ابی
اسحاق یوسف بن محمّد بن سمعان
الچشتی وھو من خالہ ناصر الدین محمد
بن احمد الچشتی وھو من الشیخ حیدر
المزاوجی وھو من شیخ الشیوخ فی الافاق
مرشد السالکین علی الاطلاق صاحب
الولایۃ بالاستحقاق الشیخ المرشد
ابی اسحاق الچشتی وھو من ممشاد
علو الدینوری وھو من امین الدین ابی
ھُبیرۃ البصری وھو من سدید الدین
ابی حذیفۃ المرعشی وھو من الشیخ
منصور المسلمی و من ابراھیم بن ادھم
البلخی وھما من الشیخ ابی عمران موسیٰ بن
یزید المراھمی[1] وھو من الشیخ اویس القرنی
وھو من امیر المؤمنین عمر بن الخطاب
وعلی بن ابی طالب کرم اللہ وجھہ وھما
من خاتم النبیین رسول رب العالمین
شفیع المذنبین محمد ن الامین صلی
اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم
وھو من امر ذی النور المبین بواسطۃ
الروح الامین

سے وہ شیخ قطب الدین مودود
یوسف چشتی سے وہ اپنے والد
شیخ ناصر الدین ابی اسحاق
یوسف ابن محمد ابن سمعان چشتی
سے وہ اپنے ماموں ناصر الدین
محمد ابن احمد چشتی سے وہ شیخ
حیدر زواجی سے وہ شیخ الشیوخ
مرشد السالکین صاحب ولایت
الشیخ المرشد ابو اسحاق چشتی سے
وہ ممشاد علو الدینوری سے وہ
امین الدین ابو ھُبیرہ بصری سے
وہ سدید الدین ابو حذیفہ مرعشی
سے وہ شیخ منصور المسلمی سے وہ
ابراھیم ابن ادھم بلخی سے وہ دونو
شیخ ابو عمران موسیٰ ابن یزید مراھمی
سے وہ شیخ اویس قرنی سے، وہ
امیر المؤمنین عمر ابن الخطاب رضی
اللہ تعالیٰ عنہ، وعلی ابن ابی طالب کرم اللہ
وجہہ سے آپ دونوں خاتم النبیین رسول
رب العالمین شفیع المذنبین محمد
الامین صلے اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ
وسلم سے اور آپ نے نور مبین کے حکم سے
بواسطہ روح امین خرقہ پہنا ہے۔

[1] اور ایک نسخہ میں الراعی ہے

الحادیۃ عشر لبسہا الفقیر شاہ ابوالحسن
من ابن عم امہ السید نوراللہ وھو من ابیہ
السید علی محمد وھو من السید محمد وھو من
ابیہ السید جلال ماہ عالم وھو من ابیہ
السید حسن وھو من ابیہ السید عبدالغفور
وھو من ابیہ السید احمد وھو من ابیہ
السید راجو وھو من ابیہ السید محمد بن
عبداللہ الملقب بشاہ عالم من عند
اللہ وھو من ابیہ السید برھان الدین
ابی محمد عبداللہ المشھور بقطب العالم
وھو من الشیخ ابی الفتوح احمد بن عبداللہ
الشیرازی وھو من الشیخ جلال الدین
روزبہ الکازرونی المدنی وھو من
بدرالدین ابی اسحاق بن الخشان وھو
من الشیخ عثمان الساوجی وھو من
الشیخ محی الدین بن احمد الچشتی وھو من
الشیخ رکن الدین احمد بن احمد الچشتی
وھو من ابیہ رکن الدین احمد بن
مودود الچشتی وھو من ابیہ قطب
الدین مودود بن یوسف الچشتی
وھو من ابیہ ناصرالدین یوسف
بن محمد بن سمعان چشتی وھو من
خالہ ناصرالدین محمد بن ابی احمد

گیارہواں خرقہ فقیر شاہ ابوالحسن نے
اس کو اپنی والدہ کے چچازاد بھائی سید نوراللہ
نے پہنا ہے، وہ اپنے والد سید علی محمد سے، وہ
سید محمد سے، وہ اپنے والد سید جلال
ماہ عالم سے، وہ اپنے والد سید حسن سے، وہ
اپنے والد سید عبدالغفور سے، وہ اپنے والد سید احمد
سے، وہ اپنے والد سید راجو سے، وہ اپنے
والد سید محمد ابن عبداللہ الملقب بہ
شاہ عالم سے، وہ اپنے والد سید برہان
الدین ابو محمد عبداللہ المشہور بہ قطب عالم
سے، وہ شیخ ابوالفتوح احمد ابن عبداللہ
شیرازی سے، وہ شیخ جلال الدین روزبہ
گازرونی مدنی سے، وہ بدرالدین
ابواسحاق ابن الخشان سے، وہ
شیخ عثمان ساوجی سے، وہ
شیخ محی الدین ابن احمد چشتی سے،
وہ شیخ رکن الدین احمد ابن مودود
چشتی سے، وہ اپنے والد قطب الدین
مودود ابن یوسف چشتی
سے وہ اپنے والد ناصرالدین
یوسف ابن محمد ابن سمعان
چشتی سے وہ اپنے ماموں
ناصرالدین محمد ابن ابو احمد چشتی

الچشتی وهو من الشیخ قطب الدین حیدر الزاوجی وهو من الشیخ الشیوخ فے الآفاق مرشد السالکین علے الاطلاق صاحب الولایة بالاستحقاق الشیخ المرشد ابی اسحٰق چشتی وهو من ممشاد علو الدینوری وهو من امین الدین ابی هُبیرة البصری وهو من سدید الدین ابی حذیفة المرعشی وهو من ابراهیم بن ادهم البلخی وهو من ابی الفیض فُضیل بن عیاض وهو من ابی الفضل عبد الواحد بن زید وهو من کمیل بن زید[1] وهو من ابی النصر الحسن البصری وهو من اسد الله الغالب امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب کرم الله وجهه وهو من خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد ن الامین صلی الله علیه وعلی آله واصحابه وسلم وهو من امر ذی النور المبین بواسطة روح الامین ۔

سے وہ شیخ قطب الدین حیدر زواجی سے وہ شیخ الشیوخ مرشد السالکین صاحب ولایت الشیخ المرشد ابو اسحٰق چشتی سے وہ ممشاد علو الدینوری سے ، وہ امین الدین ابو هبیرهٔ بصری سے وہ سدید الدین ابو حذیفہ مرعشی سے وہ ابراهیم بن ادهم بلخی سے وہ ابو الفیض فُضَیل ابن عیاض سے وہ ابو الفضل عبد الواحد ابن زید سے ، وہ کمیل بن زید سے وہ ابو النصر حسن بصری سے وہ اسد اللہ الغالب امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے آپ خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد الامین صلی اللہ علیہ وعلے آلہ واصحابہ وسلم سے اور آپ نے نور مبین کے حکم سے بواسطۂ روح امین خرقہ پہنا ہے ۔

[1] ایک اور نسخہ میں کمیل ابن زیاد ہے ۱۲

الثانية عشر لبسها الفقير شاه ابو الحسن

من ابن عم امه السيد نور الله وهو من ابيه السيد علي محمد وهو من السيد محمد وهو من ابيه السيد جلال ماه عالم وهو من ابيه السيد حسن وهو من ابيه السيد عبد الغفور وهو من ابيه السيد محمد بن عبد الله الملقب بشاه عالم من عند الله وهو من ابيه السيد برهان الدين ابي محمد عبد الله المشهور بقطب العالم وهو من الشيخ ابي الفتوح احمد بن عبد الله شيرازي وهو من الشيخ پیر حسین و هو من الخواجه عوض کلی[1] وهو من الخواجه علی دہی الکرمانی وهو من الخواجه یوسف مصری وهو من الشیخ ابی نصر المعلم وهو من ناصر الدین یوسف بن محمد ابی احمد چشتی وهو من الشیخ حیدر الزواجی وهو من الشیخ الشیوخ فی الآفاق مرشد السالکین علی الاطلاق صاحب الولایت بالاستحقاق الشیخ المرشد ابی اسحٰق الچشتی وهو من ممشاد علو الدینوری وهو من سید الطائفة ابی القاسم الجنید البغدادی وهو من خاله الشیخ

بارھواں خرقہ فقیر شاہ ابو الحسن نے اس کو

اپنی والدہ کے چچازاد بھائی سید نور اللہ سے پہنا ہے، وہ اپنے والد سید علی محمد سے وہ سید محمد سے وہ اپنے والد سید جلال ماہ عالم سے وہ اپنے والد سید حسن سے وہ اپنے والد سید عبد الغفور سے وہ اپنے والد سید احمد سے وہ اپنے والد سید راجو سے، وہ اپنے والد سید محمد ابن عبد اللہ الملقب بشاہ عالم سے وہ اپنے والد سید برہان الدین ابو محمد عبد اللہ المشہور بقطب عالم سے وہ شیخ ابو الفتوح احمد بن عبد اللہ شیرازی سے، وہ شیخ پیر حسین سے وہ خواجہ عوض کلی[1] سے، وہ خواجہ علی دہی کرمانی سے، وہ خواجہ یوسف مصری سے وہ شیخ ابو نصر معلم سے وہ ناصر الدین یوسف ابن محمد ابو احمد چشتی سے وہ شیخ حیدر زواجی سے وہ شیخ الشیوخ مرشد السالکین صاحب ولایت الشیخ المرشد ابو اسحٰق چشتی سے، وہ ممشاد علو الدینوری سے،

وہ سید طائفہ ابو القاسم جنید بغدادی سے وہ اپنے ماموں، شیخ

[1] اور ایک نسخہ میں رہی لکھا ہوا ہے۔

ضیاء الدین ابی الحسن السرّی سقطی
وھومن الشیخ اسد الدین ابی المحفوظ
معروف الکرخی وھومن داؤد الطائی
وھومن حبیب العجمی وھومن ابی النصر
الحسن البصری وھومن اسد اللہ
الغالب امیر المؤمنین علی ابن
ابی طالب کرم اللہ وجھہٗ وھو
من خاتم النبیین رسول رب
العالمین شفیع المذنبین محمدؐ
الامین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ
واصحابہ وسلم وھومن امر
ذی النّور المبین بواسطۃ
روح الامین۔

ضیاء الدین ابوالحسن سرّی سقطی
سے وہ شیخ سدید الدین ابو المحفوظ
معروف کرخی سے وہ داؤد طائی
سے وہ حبیب عجمی سے وہ ابوالنصر
حسن بصری سے وہ اسد اللہ
الغالب امیر المؤمنین علی
ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ
سے آپ خاتم النبیین رسول
رب العالمین شفیع المذنبین
محمد الامین صلی اللہ علیہ وعلیٰ
آلہٖ و اصحابہ وسلم سے اور آپ
نے نور مبین کے حکم سے
بواسطہ روح امین خرقہ پہنا ہے۔

الثالثة عشر لبسها الفقیر شاہ ابوالحسن
من السید محمد المشھور بشاہ حضرت
الحسینی وھو من الشیخ عبدالصمد و
ھو من الشیخ حمید الدین وھو من شاہ
غریب اللہ وھو من الخواجہ ابی الحسن
ناصر الدین کلیم وھو من امین الدین
ابی الفیض شاہ من اللہ وھو من ابی المرشد
ید اللہ محمد وھو من ابی الفتح سید
محمد الحسینی الملقب بگیسو دراز وھو
من الشیخ ابراھیم نصیر الدین محمود
الاودھی وھو من الشیخ نظام الدین محمد
اولیاء البدوانی وھو من الشیخ فرید
الدین شکر گنج وھو من الشیخ قطب
الدین وکیل الباب الاوشی وھو من الشیخ
معین الدین حسن السنجری وھو من الشیخ
عثمان الھارونی وھو من الشیخ حاجی
الشریف الزندی وھو من الشیخ قطب
الدین مودود الچشتی وھو من ابیہ
الشیخ ناصر الدین ابی اسحاق یوسف
بن محمد بن سمعان الچشتی وھو من
خالہ ناصر الدین محمد بن احمد
الچشتی وھو من ابیہ ابی احمد بن
فرشتاقۃ الچشتی وھو من شیخ الشیوخ

تیرھواں خرقہ فقیر شاہ ابوالحسن نے اس کو
سید محمد المشہور بہ شاہ حضرت حسینی سے
پہنا ہے وہ شیخ عبدالصمد سے وہ شیخ
حمید الدین سے وہ شاہ غریب اللہ سے
وہ خواجہ ابوالحسن ناصر الدین کلیم سے
وہ امین الدین ابوالفیض شاہ من اللہ
سے وہ ابوالمرشد ید اللہ محمد سے
وہ ابوالفتح سید محمد الحسینی
الملقب بہ گیسو دراز سے، وہ
شیخ ابراھیم نصیر الدین محمود
اودھی سے وہ شیخ نظام الدین
محمد اولیاء بدوانی سے وہ شیخ
فرید الدین شکر گنج سے، وہ
شیخ قطب الدین وکیل باب اوشی
سے وہ شیخ معین الدین حسن سجزی
سے وہ شیخ عثمان ہارونی سے وہ
شیخ حاجی شریف زندی سے، وہ
شیخ قطب الدین مودود چشتی سے
وہ اپنے والد شیخ ناصر الدین ابو
اسحاق یوسف ابن محمد ابن سمعان
چشتی سے وہ اپنے ماموں ناصر الدین
محمد ابن احمد چشتی سے وہ اپنے والد
ابو احمد ابن فرشتاقہ چشتی سے وہ شیخ

فی الآفاق مرشد السالکین علی
الاطلاق صاحب الولایۃ بالاستحقاق
الشیخ المرشد ابی اسحاق الچشتی
وھو من ممشاد علو الدینوری وھو
من امین الدین ابی ھُبیرۃ البصری
وھو من سدید الدین ابی حذیفۃ
المرعشی وھو من ابراھیم ابن ادھم
البلخی وھو من ابی الفیض فُضیل ابن
عیاض وھو من ابی الفضل عبدالواحد
بن زید وھو من ابی النصر الحسن
البصری وھو من اسد اللہ الغالب
امیر المومنین علی ابن ابی طالب
کرم اللہ وجھہٗ وھو من خاتم النبیین
رسول رب العالمین شفیع المذنبین
محمدن الامین صلی اللہ علیہ و
علی الہٖ واصحابہ وسلم وھو من امر
ذی النور المبین بواسطۃ الروح الامین

الشیوخ مرشد السالکین صاحب
ولایت الشیخ المرشد ابو اسحٰق
چشتیؒ سے وہ ممشاد علو
الدینوری سے وہ امین الدین
ابو ھُبیرہ بصری سے وہ سدید الدین
ابو حذیفہ مرعشی سے وہ ابراہیم
ابن ادھم بلخی سے وہ ابو الفیض
فُضیل بن عیاض سے ، وہ
ابو الفضل عبدالواحد بن زید سے
وہ ابو النصر حسن بصری سے ، وہ
اسد اللہ الغالب امیر المومنین
علی ابن ابی طالب کرم اللہ
وجہہٗ سے آپ خاتم النبیین رسول
رب العالمین شفیع المذنبین
محمد الامین صلی اللہ علیہ وعلیٰ
آلہ واصحابہ وسلم سے اور آپؐ نے نور مبین
کے حکم سے بواسطۂ روح امین خرقہ پہنا ہے۔

الرابعة عشر لبسها الفقیر شاہ ابو الحسن[۱۴]

من سید محمد المشہور بشاہ حضرت
الحسینی وھو من الشیخ عبد الصمد
وھو من شاہ صبغۃ اللہ وھو من سید
وجیہ الدین حیدر علی الثانی وھو من
حاجی حمید المعروف بالشیخ محمد غوث
وھو من الشیخ ظھور حاجی حضور وھو
من الشیخ ابی الفتح ھدایت اللہ سرمست
وھو من الشیخ قاضن وھو من السید
محمد زاھد وھو من الشیخ محمد جونپوری
وھو من الشیخ فتح اللہ اودھی وھو من
الشیخ صدر الدین بن شھاب الدین
ناکوری وھو من الشیخ نصیر الدین محمود
الاودھی وھو من الشیخ نظام الدین محمد
الاولیاء وھو من الشیخ فرید الدین شکر
گنج وھو من الشیخ قطب الدین بختیار
وکیل الباب الاوشی وھو من الشیخ
معین الدین حسن السنجری وھو من
الشیخ عثمان الھارونی وھو من الشیخ
حاجی الشریف الزندی وھو من الشیخ
قطب الدین المودود الچشتی وھو من ابیہ
الشیخ ناصر الدین ابی اسحق یوسف بن محمد
بن سمعان الچشتی وھو من خالہ ناصر الدین

چودھواں[۱۴] خرقہ فقیر شاہ ابو الحسن نے اس کو
سید محمد المشہور بشاہ حضرت حسینی سے
پہنا ہے، وہ شیخ عبد الصمد سے وہ شاہ
صبغۃ اللہ سے، وہ سید وجیہ الدین حیدر علی
ثانی سے وہ حاجی حمید المعروف بہ شیخ محمد
غوث سے وہ شیخ ظہور حاجی حضور
سے وہ شیخ ابو الفتح ہدایت اللہ
سرمست سے وہ شیخ قاضن سے وہ
سید محمد زاھد سے وہ شیخ محمد
جونپوری سے وہ شیخ فتح اللہ
اودھی سے وہ شیخ صدر الدین
ابن شہاب الدین ناگوری سے
وہ شیخ نصیر الدین محمود اودھی
سے وہ شیخ نظام الدین محمد
اولیاء سے وہ شیخ فرید الدین شکر
گنج سے وہ شیخ قطب الدین بختیار
وکیل باب اوشی سے وہ شیخ
معین الدین حسن سنجری سے، وہ
شیخ حاجی شریف زندی سے
وہ شیخ قطب الدین مودود چشتی
سے وہ اپنے والد شیخ ناصر الدین
ابو اسحاق یوسف ابن محمد ابن سمعان
چشتی سے وہ اپنے ماموں ناصر الدین

محمد بن احمد الچشتی وھو من ابیہ ابی احمد بن فرشتاقۃ الچشتی وھو من الشیخ الشیوخ فی الآفاق مرشد السالکین علی الاطلاق صاحب الولایۃ بالاستحقاق الشیخ المرشد ابی اسحاق الچشتی وھو من ممشاد علو الدینوری وھو من امین الدین ابی ھُبیرۃ البصری وھو من سدید الدین ابی حذیفۃ المرعشی وھو ابراھیم ابن ادھم البلخی وھو من ابی الفیض فُضیل ابن عیاض وھو من ابی الفضل عبد الواحد بن زید وھو من ابی النضر الحسن البصری وھو من اسد اللہ الغالب امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجھہٗ وھو من خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمدن الامین صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ واصحابہ وسلم وھو من امر ذی النور المبین بواسطۃ الروح الامین۔

ابن احمد چشتی سے، وہ اپنے والد ابو احمد بن فرشتاقۃ الچشتی سے وہ شیخ الشیوخ مرشد السالکین صاحب ولایت الشیخ المرشد ابو اسحاق چشتی سے وہ ممشاد علو الدینوری سے وہ امین الدین ابو ھُبیرۃ البصری سے وہ سدید الدین ابو حذیفہ مرعشی سے وہ ابراھیم ابن ادھم بلخی سے وہ ابو الفیض فُضیل ابن عِیاض سے، وہ ابو الفضل عبد الواحد ابن سے وہ ابو النصر حسن بصری سے وہ اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے آپ خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمدن الامین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ و اصحابہ وسلم سے اور آپ ﷺ نے نور مبین کے حکم سے بواسطہ روح امین خرقہ پہنا ہے۔

الخامسة عشر لبسها الفقیر شاه

ابوالحسن من السید محمد المشهور بشاه حضرت الحسینی وهو من الشیخ برهان الدین وهو من الشیخ عبدالقدوس وهو من الشیخ عیسیٰ بن الشیخ قاسم وهو من الشیخ لشکر محمد عارف وهو من حاجی حمید المشهور بالشیخ محمد غوث وهو من الشیخ ظهور حاجی حضور وهو من الشیخ ابی الفتح هدایت الله سرمست وهو من الشیخ قاضن وهو من الشیخ غیاث الدین وهو من الشیخ معین الاسلام وهو من الشیخ حسام الدین مانکپوری وهو من الشیخ نور وهو من الشیخ علاء الحق لاهوری وهو من الشیخ سراج الدین عثمان الاودهی وهو من الشیخ نظام الدین محمد الاولیاء وهو من الشیخ فرید الدین شکر گنج وهو من الشیخ قطب الدین بختیار وکیل الباب الاوشی وهو من الشیخ معین الدین حسن السنجری وهو من الشیخ عثمان الهارونی وهو من حاجی الشریف الزندی وهو من الشیخ قطب الدین مودود الچشتی وهو من ابیه الشیخ ناصر الدین ابی اسحٰق یوسف بن محمد بن سمعان

پندرھواں خرقہ فقیر شاہ ابوالحسن نے

اس کو سید محمد المشہور بہ شاہ حضرت حسینی سے پہنا ہے وہ شیخ برہان الدین سے وہ شیخ عبدالقدوس سے وہ شیخ عیسیٰ ابن شیخ قاسم سے وہ شیخ لشکر محمد عارف سے وہ حاجی حمید المشہور بہ شیخ محمد غوث سے وہ شیخ ظہور حاجی حضور سے وہ شیخ ابوالفتح ہدایت اللہ سرمست سے وہ شیخ قاضن سے وہ شیخ غیاث الدین سے وہ شیخ معین الاسلام سے وہ شیخ حسام الدین مانکپوری سے وہ شیخ نور سے وہ شیخ علاء الحق لاہوری سے وہ شیخ سراج الدین عثمان اودھی سے وہ شیخ نظام الدین محمد اولیاء سے وہ شیخ فرید الدین شکر گنج سے وہ شیخ قطب الدین بختیار وکیل باب اوشی سے وہ شیخ معین الدین حسن سنجری سے وہ شیخ عثمان ہارونی سے وہ حاجی شریف زندی سے وہ شیخ قطب الدین مودود چشتی سے وہ اپنے والد شیخ ناصر الدین ابو اسحاق یوسف

الچشتی وھو من خالہ ناصر الدین محمد ابن احمد
الچشتی وھو من ابیہ ابی احمد بن فرشتاقہ
الچشتی وھو من الشیخ الشیوخ فی الافاق
مرشد السالکین علی الاطلاق صاحب الولایۃ
بالاستحقاق الشیخ المرشد ابی اسحٰق الچشتی
وھو من ممشاد علو الدینوری وھو من
سید الطائفۃ ابی القاسم الجنید البغدادی
وھو من خالہ الشیخ ضیاء الدین ابی
الحسن السری السقطی وھو من الشیخ ،
اسد الدین ابی المحفوظ معروف الکرخی
وھو من داؤد الطائی وھو من الشیخ حبیب
العجمی وھو من ابی النصر الحسن البصری
وھو من اسد اللہ الغالب امیر المؤمنین
علی بن ابی طالب کرم اللہ وجھہ وھو من
خاتم النبیین رسول رب العالمین ،
شفیع المذنبین محمد ن الامین صلی
اللہ علیہ وعلی الہ واصحابہ وسلم
وھو من امر ذی النور المبین بواسطۃ
الروح الامین۔

ابن محمد ابن سمعان چشتی سے وہ اپنے
ماموں ناصر الدین محمد ابن احمد چشتی سے' وہ
والد ابو احمد بن فرشتاقہ چشتی سے
وہ شیخ الشیوخ مرشد السالکین صاحب
ولایت الشیخ المرشد ابو اسحاق چشتی
سے وہ ممشاد علو الدینوری سے، وہ
سید الطائفہ ابو القاسم جنید بغدادی سے
وہ اپنے ماموں شیخ ضیاء الدین ابو الحسن
سری سقطی سے وہ شیخ اسد الدین ابو المحفوظ
معروف کرخی سے وہ داؤد طائی سے
وہ شیخ جلیب عجمی سے وہ ابو النصر
حسن بصری سے وہ اسد اللہ الغالب
امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ
وجہہ سے آپ خاتم النبیین رسول
رب العالمین شفیع المذنبین محمد
الامین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ
وسلم سے اور آپ نے نور مبین
کے حکم سے بواسطہ روح امین خرقہ
پہنا ہے۔

مُرتّب: محمد اسد اللہ شریف بنگلور زمرۂ ثالثہ دارالعلوم لطیفیہ مکانِ حضرت قطبِ ویلور

ھدایت و نصیحت کے انمول موتی

حضور سرورِ کائنات آقائے دوجہاں سرورِ کون ومکاں احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حسب ذیل نصیحتیں ارشاد فرمائی تھیں۔:-

۱۔ ماں باپ کو خوش رکھو، خدا تم سے خوش رہیگا۔ ماں باپ کی ناراضگی سے خدا بھی ناراض ہو جاتا ہے۔

۲۔ غیر مردوں کو اپنے گھر آنے نہ دو۔ اُستاد کا ادب کرو۔ اس کا کہا مانو۔ فرزندوں کو اچھی تربیت دو۔

۳۔ مسواک کیا کرو۔ اس سے چوبیس نیک بختیاں حاصل ہوتی ہیں۔

۴۔ منقّٰی کھایا کرو۔ اس سے بلغم دُور ہو جاتا ہے اور فہم وفراست میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

۵۔ اپنے مال پر اور دوسروں کے مال پر خوش نہ ہوں، اللہ تعالیٰ اسے دوست نہیں رکھتا۔

۶۔ اگر کہیں جانا ہو تو آیۃ الکرسی پڑھ کر سیدھا قدم پہلے نکالو۔

۷۔ ہر ہفتہ حجامت بنوایا کرو۔

۸۔ جو شخص اپنے گھر میں تصویر لگائے گا یا از قسم شراب رکھے گا تو اس گھر میں فرشتوں کا گذر نہ ہوگا۔ برکت جاتی رہے گی۔

۹۔ انار کے دانے کھایا کرو۔ اس سے دل کو قوت حاصل ہوتی ہے۔

۱۰۔ چالیس روز مسلسل گوشت نہ کھایا کرو کیونکہ اس سے دل سیاہ ہو جاتا ہے۔

۱۱۔ جس وقت بازار میں جاؤ خدا کی یاد کرتے جاؤ۔

۱۲۔ کسی کے مُنہ پر طمانچہ نہ مارو کیونکہ اسے خدا نے اپنے ہاتھ سے بنایا ہے۔

۱۳۔ مہمان آئے تو خوش ہو، وہ اپنا رزق ساتھ لے کر آتا ہے۔

۱۴۔ اکیلے گھر میں نہ سوؤ۔

۱۵۔ عورتوں کو پردے میں رکھو۔

۱۶۔ دہلیز پر سر رکھ کر نہ سوؤ۔

۱۷۔ پلیٹ کی پشت پر روٹی رکھ کر نہ کھاؤ

۱۸۔ اول سیدھے پیر میں جوتا پہنا کرو،

نکالتے وقت بائیں پیر سے پہلے نکالو۔

۱۹۔ کھانا پیٹ بھر نہ کھاؤ۔ اندھیرے میں نہ کھاؤ۔

۲۰۔ کپڑوں کو ہر قسم کی نجاست سے دور رکھو عذاب قبر سے محفوظ رہو گے۔

۲۱۔ نیا کپڑا پہنو تو پرانا کپڑا غریبوں کو دے دو۔

۲۲۔ سفر کو جانا ہو تو دوشنبہ کے روز جاؤ۔

حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں :-

پانچ چیزیں نہایت ہی بری ہیں :-

۱۔ عالموں میں بدکاری

۲۔ حکماء میں طمع

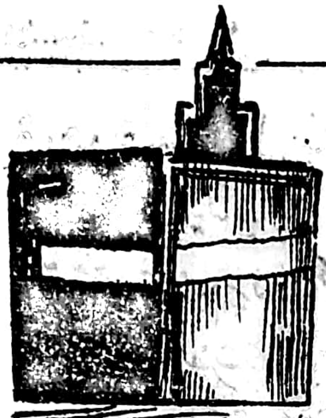
۳۔ امیروں میں بخل

۴۔ عورتوں میں بےحیائی۔

۵۔ بوڑھوں میں زنا کی شقاوت۔

بقیہ صفحہ ۱۴۲

مذکورہ بحث مشتے نمونہ از انبار کی حیثیت رکھتی ہے، جو ناظرین اللطیف کی دلچسپی کے لئے پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔ اگر کتاب "خیرۃ الادلہ" کا بالاستیعاب مطالعہ کریں تو بہت سے دقیق مسائل کھل کر سامنے آجاتے ہیں۔



استقبالِ قبلہ

از:- مولوی محمد ابوبکر صاحب ملیباری قمری لطیفی منشی فاضل مدراس یونیورسٹی
(و مدرس دار العلوم لطیفیہ مکان حضرت قطب ویلور قدس سرہ العزیز)

اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو سراپا خیر و برکت اور ساری دنیا کے لئے خالص توحید کا مرکز بنایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے فرزند حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے خدا کے حکم سے اس گھر کی تعمیر کی۔ اس گھر کو اپنا گھر کہہ کر خدا نے اس کی عظمت اور اہمیت بڑھادی۔ کعبہ ایک طرف حقیقی عبادت گاہ ہے اور اصل مسجد ہے، دوسری مسجدیں اسی کی قائم مقام ہیں۔ اس طرح کعبہ پورے دین کا مرکز قرار پاتا ہے۔ اس کے ساتھ آدمی کی وابستگی خدا کے دین کے ساتھ وابستہ رہنے کے ہم معنی ہے۔ غرض استقبال کعبہ میں اہل اسلام عبادت خداوندی کی نیت کرتے ہیں۔ جہت معینہ کی طرف رجوع ہونے کا اصل مقصد انتظام ملت اور اتفاق و یکجہتی ہے۔

اسلام کے علمبرداروں اور متوالوں میں سے ایک فخر روزگار حضرت مولانا مولوی احمد کویا صاحب شالیاتی ملیباری رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں۔ جنہوں نے دار العلوم لطیفیہ مکان حضرت قطب ویلور قدس سرہ العزیز میں رہ کر معقولات و منقولات میں مکمل تحصیل کی اور اسی دار العلوم میں علوم دینیہ عقلیہ کے درس و تدریس میں مشغول رہے۔ نیز آپ قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین مولانا مولوی اعلیحضرت محی الدین شاہ عبد اللطیف قادری مکی رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین مکان حضرت قطب ویلور قدس سرہ کے مرید و خلیفہ بھی تھے۔ موصوف کے عرفانی علمی ادبی اور اصلاحی خدمات روز روشن کی طرح عیاں ہیں۔ آپ نے اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ دینی و علمی خدمات میں صرف کیا۔ نیز آپ مختلف فنون و علوم میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔

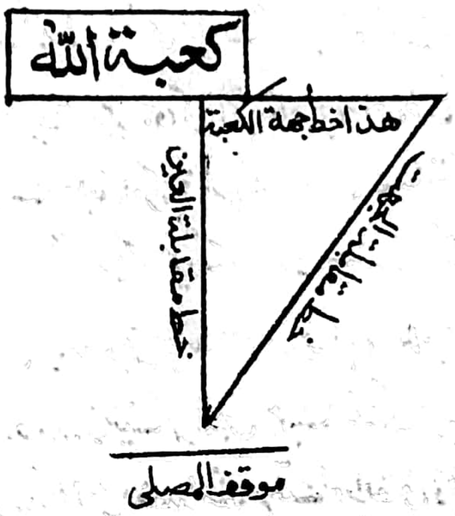
آپ کے دور میں کیرالا کے بعض شر پسند عناصر وہاں کی مساجد کو سمت قبلہ کی طرف ہونے سے انکار کیا۔ ان کا دعویٰ تھا کہ کوئی مسجد قبلہ رُو نہیں ہے تو اس دعوے کو حرف غلط کی طرح مٹانے کے لئے مولانائے موصوف نے ایک کتاب **ذخیرۃ الادلۃ**

فی ھدی استقبال قبلہ سے موسوم ہے،
تصنیف فرمائی۔ یہ کتاب آپ کے نقد علمی کا وہ اہم ترین
حصہ ہے جس سے ہر محاذ پر دنداں شکن جواب دیا جاسکتا ہے
اس دفاعی محاذ پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اقدامی ذوق
دعوت اور الہامی طرز تحقیق کے تحت ان کے قلم سے نکلے
ہوئے لفظ لفظ نے وقت کے تمام تقاضوں کی بھرپور رعایت
کے ساتھ ایک نئے فن سے علمی دنیا کو آشنا کردیا۔

پیش نظر مضمون میں اسکے ایک اہم پہلو پر سے
نقاب کشائی کرنے کی سعادت بندۂ حقیر کو میسر ہوی ہے
جس میں کعبۃ اللہ کی اہمیت اور عین وجہت دونوں کو نقوش
کے ساتھ پیش کیا ہے۔

مقدمہ میں حضرت موصوف نے قبلہ کی ماہیت اور
عین وجہت پر فرماتے ہیں کہ "استقبال" کسی چیز کا سامنا ہونا
اور مرکز توجہ بنانا ہے۔ "عین" ہر شئی کا اپنی ذات اور
نفس کا ہونا ہے۔ جہت، ہر شئی کی جانب اور طرف کا ہونا ہے۔
جس کی مثال جسم انسانی کے جہات سے بیان کی ہے۔ چنانچہ
جسم انسانی کے کل چھ جہات ہیں۔ اول انسان کا سر جسکے
مقابل اس کے پیر ہوتے ہیں۔ جس سے فوق وتحت کے
جہات معلوم ہوجاتے ہیں۔ اسی طرح دونوں ہاتھ جس سے
یمین وشمال ثابت ہوتے ہیں اب ہی پیٹ اور پیٹھ
جس سے امام اور خلف یعنی آگے پیچھے کا حصہ معلوم ہوتا
ہے۔ اسی طرح کعبہ کے بھی جہات ہوتے ہیں۔

اعلم ان معنی استقبال عین القبلۃ المعتبر
فی الصلوٰۃ ان یقف المصلی بحیث لو خرج قطر
رأسہ الخارج من بین عینیہ الذی ھو ملتقی
العصبتین النابتین من مقدم الدماغ الذی
ھو مجمع النور الی سطح الکعبۃ لاتصل الخط
بسطحھا اتصالا یقینیا او ظنیا بحیث یحصل
من جانبی الخط زاویتان قائمتان بفرض خطوط
موازیۃ لموقف المصلی ھذا اما اشار الیہ حجۃ
الاسلام والمسلمین فی احیاء علوم الدین بقولہ
ومعنی مقابلۃ العین ان یقف موقفا لو خرج
خط مستقیم من بین عینیہ الی جدار الکعبۃ
لاتصل بہ وحصل من جانبی الخط زاویتان
متساویتان وھذہ صورتہ:-



مذکورہ بالا عبارت اور نقشہ سے حضرت
موصوف نے معنی استقبال عین قبلہ واضح فرمایا ہے یعنی
استقبال عین قبلہ کا معنی مصلی اس حیثیت سے متوجہ
ہو کہ قبلہ کی سطح پر اس کا مجمع النور کا اتصال ہو۔ یعنی انسان

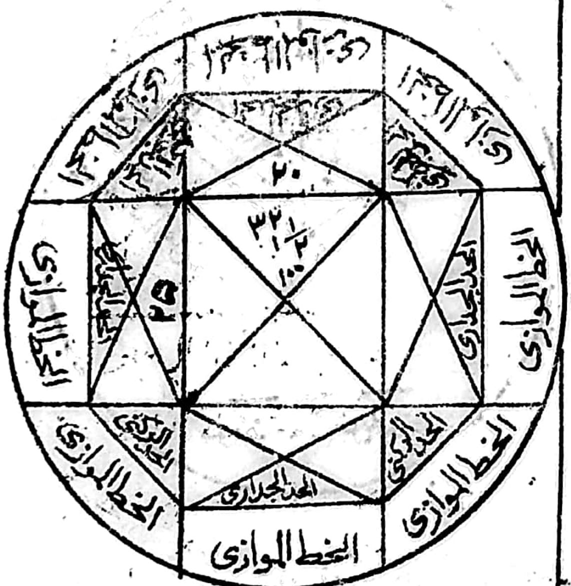
کی دونوں آنکھوں کے درمیان جو حصہ ہے اسکو مجمع النور کہا جاتا ہے، اتصال یوں ہو کہ ایک لکیر فرضی طور پر جدارِ کعبہ سے ٹکرائے اس حیثیت سے کہ اس لکیر کے دونوں جانب سے دو زاویئے قائمہ حاصل ہو جائیں۔ اس چیز کو امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "احیاء علوم الدین" میں لکھتے ہیں کہ عین قبلہ کا تقابل ایسے ہو کہ مصلی کے آنکھوں کے درمیان سے ایک سیدھی لکیر کعبہ کے دیوار کے طرف ہو جائے، اور اس ایک خط کے دونوں جانب سے دو سیدھے زاوئے حاصل ہوں۔

اس جگہ کعبۃ اللہ کے عرض و طول کا ذکر کرنا مناسب سمجھتا ہوں کیونکہ موصوف نے عرض و طول سے استقبال کا ایک ورانوکھا طرز اختیار فرمایا ہے۔ کعبۃ اللہ کی لمبائی چھبیس ۲۶ ہاتھ ہے اور چوڑائی بیس ۲۰ ہاتھ ہے ور اگر فرض کریں۔ ایک لکیر کھینچی جائے کعبۃ اللہ کے گوشوں میں سے کسی ایک مقابل گوشے کی طرف تو دو مثلث ظاہر ہوتے ہیں۔ ہر ایک ضلع سے دوسرے ضلع کے ساتھ برابر ہوتا ہے تو اس صورت میں ایک قاعدہ کلیہ ہوتا ہے، دونوں مثلث سے تینتیس ۳۳ ہاتھ اور پندرہ جز ہزار سے یا کچھ کم و بیش جسطریقے سے نیچے دئے ہوئے شکل عروسی میں ظاہر ہے۔ پس جب ہم زیادہ کریں اس کے گوشوں سے دو لمبی لکیروں کو جو مقابل میں دائرۂ افق کی جانب نیز اس طرح دو مقابل لکیروں کو کھینچا جائے چوڑائی میں اور اسی طرح ہر دونوں جانب سے دونوں کونوں کے طرف دو مقابل خط یعنی لکیر کھینچی جائے تو اس میں آٹھ حدود ظاہر ہوتے ہیں۔

۱ حد غربی، ۲ حد شرقی، ۳ حد شمالی، ۴ حد جنوبی، ۵ حد شمالی غربی، ۶ حد جنوبی شرقی، ۷ حد شمالی شرقی، ۸ حد جنوبی غربی

اگر کوئی شخص مقابل قبلہ ہو۔ ان آٹھ حدود میں سے مقابل کے لکیر کو تو اس کی نماز درست ہے۔

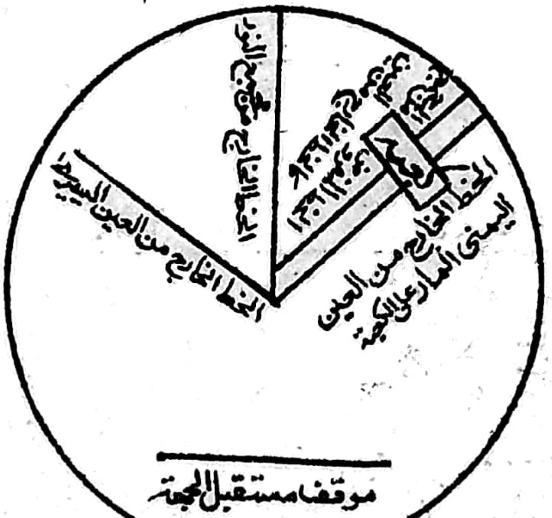
نقشہ عروسی



صاحب کتاب جہت پر بحث فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ کہ زمین گول ہے تو ضروری ہے کہ دنیا کا کوئی ایک حصہ کعبہ سے زیادہ بلندی پر ہو اور کوئی حصہ کعبہ سے نیچے ہو، جب نشیب فراز کا معاملہ ہے تو اس صورت میں کسی کا تقابلی خط کعبہ کی جہت سے اوپر ہوگا تو یہ فضائی شکل یہ ہے یعنی اس کے مقدم راس سے جو لکیر نکلتی ہے تو وہ [illegible] سطح کعبہ پر تو پہنچتی ہے مگر کچھ حصہ اس سے [illegible] ورنہ تو ہر صورت میں [illegible] نماز درست ہے فرماتے ہیں ان جہت الکعبۃ هی

الجانب الذی اذا توجہ الیہ الانسان یکون
مسامتاً للکعبۃ او ھوائھا یعنی جہت کعبہ وہ جانب
جس طرف کے متوجہ ہو انسان تقابل کعبہ کے یا فضائی اعتبار
سے تو اس صورت میں خط متوازی کعبہ کی طرف ہو گی مگر
اوپر یا نیچے، تب بھی مثل مستقبل عین قبلہ ہوگا۔

ذیل کے نقشہ سے بآسانی معلوم ہوتا ہے :



ومن ھھنا استبان ان کل جزء من اجزاء
دائرۃ الافق داخل فی جھۃ من جھات الکعبۃ
فالمشرقی اذا استقبل جھۃ المغرب بحیث یندرج
شیئ من ذات الکعبۃ بین الخط الخارج من العین
فھو مستقبل لجھۃ الکعبۃ وقس علیہ سائر
من فی سائر الجھات یعنی اس جگہ یہ بات صاف
ظاہر ہے کہ اجزاء دائرۃ الافقیہ کا ہر جزء جہات کعبہ میں داخل
ہے۔ اس صورت میں کوئی مصلی مشرق کا رہنے والا استقبال
مغرب کی جہت اس حیثیت سے کرنے کہ اس کی آنکھوں سے
جو لکیر نکلتی ہے وہ کعبہ کے کچھ حصہ سے جا ملے تو اس کا
استقبال جہت کعبہ ہے۔ قیاس کر لیجئے اسی طرح ساری
دنیا کے جہات پر مطلب یہ ہے کہ مشرقی مغرب کی طرف
نماز میں متوجہ ہے تو اس کی توجہ کعبہ کی سمت کچھ بھی
ہو تو اس صورت میں اس کی نماز جائز ہے۔

المعنی بالجھۃ الناحیۃ التی فیھا
الکعبۃ من جھۃ المشرق او شام او یمن
کالجملۃ تلک الجھۃ بل ان علمھا فی جھۃ
وجب ان یقصدھا علی الاستواء او علی الانحراف
وان لم یعلم جاز ان یستقبل ما شاء منھا

ایک دوسری جگہ جہت کا معنی یوں لکھتے ہیں
کہ وہ حصہ جہاں کعبہ ہو مشرق کی جانب یا ملک شام کی جانب
سے یا ملک یمن کی جانب تو ان تمام جہتوں میں سے
کسی ایک جہت کا اس کو علم ہو تو اسکی جانب قصد کر کے
سیدھے کھڑے ہو جائے۔ اگر نہیں جانتا ہے تو اس صورت
میں اسکو اختیار ہے جدھر چاہے استقبال کرے اور اس
کی نماز درست ہے۔

حاصل البحث یہ کہ آٹھ حدود جو مذکور ہیں، ان
حدود میں سے کسی ایک سے بھی مصلی نماز پڑھے تو اس
صورت میں اس کا استقبال صحیح ہے کیونکہ مجمع النور
سے اگر بالراست فرضی لکیر کھینچ لیں اور یہ تصور کریں کہ یہ
لکیر سیدھی کعبۃ اللہ کی سطح پر یا اس کے کونے سے
ٹکرا رہی ہے تو وہی جہت اس کے لئے کافی ہے۔

ملاحظہ ہو صفحہ ۱۳۸

۷۸۶

نعت شریف

پیشکش:— محمد عبدالقادر منی پوری
متعلم دارالعلوم لطیفیہ
حضرت مکان ویلور

وہ رکھ کے زانو پہ سر نبیؐ کا علیؓ کی اُلفت مچل رہی ہے
غروب ہو کے وہ پلٹا سورج، وہ شانِ رحمت مچل رہی ہے

کلی یہ چٹکی، وہ پھول مہکے، یہ شاخ لچکی، پرند چہکے
بہارِ عالم کے ہر چمن میں انہیں کی نکہت مچل رہی ہے

سحر ہوئی وہ نسیم ڈولی، سرور چھایا، وہ قمری بولی
نفس نفس میں جبین جبیں میں انہیں کی عظمت مچل رہی ہے

وہ حسنِ اطہر پہ نازہ مچلا، وہ برق کوندی، وہ عرش جھوما
ادھر تو محبوبیت ہے نازاں، اُدھر محبت مچل رہی ہے

میں ان کا بیکل وہ میرے آقا دماغ و دل میں وہی بسے ہیں
مری زباں کی ہر ایک رگ میں انہیں کی مدحت مچل رہی ہے

اسلام میں سود کی حرمت اور اسکا فلسفہ

از مولوی محمد انوار اللہ صاحب قاضی لطیفی
فاضل لطیفیہ
مدرس دار العلوم ھذا و گورنمنٹ قاضی ضلع شمالی آرکاٹ
مکان حضرت قطب ویلور قدس سرہ العزیز

لا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین

اسلام ایک ہمہ گیر مذہب ہے جس نے حیاتِ انسانی کے ہر پہلو اور گوشہ پر روشنی ڈالی ہے، حتیٰ کہ کوئی مسئلہ نہیں جو تشنۂ تکمیل رہ گیا ہو اور یہاں تک اسلام نے وضاحت کردی ہے کہ اس کے ایسے کونسے گوشے ہیں جن کے اندر جائز و ناجائز اور مباح کا رنگ موجود ہے۔ بطور تمثیل جس طرح عبادات میں بعض جائز ہیں اور بعض ناجائز، اسی طرح تحصیل مال میں بھی جواز اور عدم جواز کی دیوار حائل ہو جاتی ہے، اس لئے شریعتِ اسلامیہ نے حلال روزی کی تحصیل پر انتہا سے زیادہ زور دیا ہے۔ حتیٰ کہ فرائض اسلام کے بعد اگر کسی چیز پر زور دیا ہے تو وہ صرف اکل حلال اور حلال و جائز مال کی تحصیل ہے۔ زبانِ نبوت نے اسکی تحصیل پر ان الفاظ میں روشنی ڈالی ہے۔ طلب الحلال فریضۃ بعد الفریضۃ مال کی حرمت و حلت اور تجارتی اصول سے قرآن و حدیث اور فقہ کی کتابیں بھری ہوئی ہیں۔ مثلاً خیار رویت، خیار شرط، مرابحہ و تولیہ، بیع اقالہ، بیع سلم وغیرہ کو شریعت نے جائز اور مستحسن فرمایا۔ اور اکل حلال کی ترغیب دی۔ اسی طرح بیع فاسد اور ربوا (سود) وغیرہ کو ناجائز و حرام قرار دیا۔ تاکہ اہل اسلام پاک اور صاف کمائی سے شکم سیری حاصل کریں۔ تحصیل مال و تجارت وغیرہ کے لئے اسلامی اصول اور قوانین سے واقفیت انتہائی لازمی ہے۔

● اس دور پر فتن میں مسلمانوں کی علمی کساد بازاری نے حلال و حرام کا امتیاز اٹھا دیا ہے جسکی وجہ سے ان کا میلان طبع سودی کاروبار کی جانب مائل ہو رہا ہے۔ اسی لئے یہ تاویل کرتے ہیں کہ یہ بھی ایک تجارت ہے۔ مگر میں اسلامی بھائیوں کو متنبہ کرنا چاہتا ہوں کہ کسی کام میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے قوانین اسلامیہ معلوم کرلیں۔ تاکہ اسلام نے جس بیع و شراء کی اجازت مرحمت فرمائی ہے اس پر عمل کریں۔ اور جس چیز سے منع کیا ہے اس سے

احتراز کر سکیں۔

سُود کی حرمت اور اس کا فلسفہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے الذین یاکلون الربوا لایقومون الاکما یقوم الذی یتخبطہ الشیطٰن من المس ذالک بانھم قالوا انما البیع مثل الربوا ؕ

لوگ سود کھاتے ہیں وہ (اپنی قبروں سے) ایسے اٹھیں گے جس طرح وہ شخص اٹھتا ہے جس کو شیطان (آسیب) نے چھو کر باؤلا کر دیا ہے۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے کہا بیع مثل سود کے ہے اور ہے یہ کہ اللہ نے بیع کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام۔ پس جس کو خدا کی طرف سے نصیحت پہنچ گئی اور باز آیا تو جو کچھ پہلے کر چکا ہے اس کے لئے معاف ہے۔ اور اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔ اور جو پھر ایسا ہی کریں وہ جہنمی ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ اور اللہ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے اور ناشکرے گنہگار کو اللہ دوست نہیں رکھتا۔

اس آیت میں سود کی حرمت اور سود خواروں کی شامت کا بیان ہے۔ سود کو حرام فرمانے میں بہت حکمتیں اور فلسفے ہیں۔ بعض ان میں سے یہ ہیں کہ سود میں جو زیادتی کی جاتی ہے، وہ معاوضہ مالیہ میں ایک مقدار مال کا بغیر بدل وعوض کے لینا ہے۔ یہ صریح ناانصافی ہے۔

دوم۔ سود کا رواج تجارتوں کو خراب کرتا ہے۔ کہ سود خوار کو بے محنت مال حاصل ہونا تجارت کی مشقتوں اور خطروں سے کہیں زیادہ آسان معلوم ہوتا ہے اور تجارتوں کی کمی انسانی معاشرت کو ضرر پہنچاتی ہے۔

سوم سود کے رواج سے باہمی مودت کے سلوک کو نقصان پہنچتا ہے کہ جب آدمی سود کا عادی ہوا تو وہ کسی کو قرض حسنہ سے امداد پہنچانا گوارا نہیں کرتا۔

چہارم سود سے انسان کی طبیعت میں درندوں سے زیادہ بے رحمی پیدا ہوتی ہے اور سود خوار اپنے مدیون کی تباہی و بربادی کا خواہشمند رہتا ہے۔ اس کے علاوہ بھی سود میں اور بڑے بڑے نقصان ہیں اور شریعت کی ممانعت عین حکمت ہے۔ مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سود خوار اور اس کے کارپرداز اور سودی دستاویز کے کاتب اور اس کے گواہوں پر لعنت کی، اور فرمایا وہ سب گناہ میں برابر ہیں۔

الذی یتخبطہ الشیطان من المس

یعنی معنی یہ ہیں کہ جس طرح آسیب زدہ سیدھا کھڑا نہیں ہو سکتا اور گرتا پڑتا چلتا ہے۔ قیامت کے روز سود خوار کا ایسا ہی حال ہوگا کہ اس سود سے اس کا پیٹ بہت بھاری اور بوجھل ہو جائیگا۔ اور وہ اس کے بوجھ سے گر گر پڑے گا۔

سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ، نے فرمایا کہ یہ علامت اس سود خوار کی ہے جو سود کو حلال جانے۔

آیت حرمت نازل ہونے سے قبل اس پر مؤاخذہ نہیں۔ (تفسیر نعیمیہ)

جو لوگ سود کھاتے ہیں، وہ قیامت میں اس فعل بد کی سزا میں عذاب الٰہی کی دہشت سے بدحواس ہونگے جیسا کہ کوئی خلل آسیب سے بدحواس ہوتا ہے۔ (چونکہ دنیا میں محتاجوں کو انکی سخت گیری سے دہشت اور حیرانی ہوتی تھی ان کا یہ فعل اس عالم میں ان پر آسیب بن کر سوار ہوگا) اور یہ اس لئے ہوگا کہ ان سود خواروں نے یہ بات بنائی ہے کہ سود میں اور بیع میں کیا فرق ہے۔ جس طرح ایک روپیہ کی چیز دس روپیوں میں بیچنا درست ہے، اسی طرح کسی کو بوقت حاجت دس روپیہ دے کر پندرہ لینا ہے، اپنے روپے کا نفع حاصل کرنا ہے کہ جس سے اتنی مدت میں حاصل کرتے۔ اس کا جواب دیتا ہے، یہ تمہارا قیاس غلط ہے کیونکہ بیع میں ایک چیز معاوضہ میں دیجاتی ہے اور سود میں اصل روپیہ لیکر اس پہ زیادہ کونسی چیز کا معاوضہ ہے۔ رہی یہ بات کہ اس سے ہم نفع حاصل کرتے تو یقینی بات نہیں۔ اس تقریر کی طرف اجمالاً احل اللہ البیع وحرم الربوا میں اشارہ کردیا کہ اس کے بعد فرماتا ہے۔ اسکی ممانعت سے پہلے جو کچھ کسی نے لے لیا، خیر وہ اس کا دنیا میں اس پر کچھ مطالبہ نہیں۔ آخرت میں خدا چاہے تو معاف کردے، چاہے تو حساب لے۔ وامرہٗ الی اللہ۔

لیکن باوجود حکم ممانعت آنیکے پھر جو کوئی سود لیگا اور خدا کے حکم کو حقیر جانے گا تو جہنمی ہوگا۔ ہمیشہ اسمیں رہیگا۔ سود خوار نازاں نہ ہوں کہ ہم نفع حاصل کر رہے ہیں۔ بلکہ نقصان کر رہے ہیں کیونکہ خدائے تعالیٰ کے نزدیک یہ روپیہ نہایت مکروہ و مذموم ہے۔ اس عالم میں اس سے کچھ نفع نہ ہوگا۔ اس عالم میں خدا اس کو مٹاتا ہے، گو بظاہر زیادتی معلوم ہوگی مگر باطن میں بربادی ہے۔ برخلاف صدقہ و خیرات کے کہ ظاہر میں مال گھٹتا ہے لیکن باطن میں بڑھتا ہے۔ اس لئے احادیث صحیحہ میں آیا ہے کہ جب کوئی خلوص نیت سے خدا کی راہ میں تھوڑی سی چیز بھی دیتا ہے تو خدا اس کو عالم باطن میں بڑھاتا اور زیادہ کرتا ہے۔ یہاں تک کہ بعد مردن وہ تھوڑی سی چیز اس کو پہاڑ کے برابر آخر میں معلوم ہوگی۔

(تفسیر حقانی)

اس سے پہلے صدقات و خیرات کرنے والوں کے فضائل میں بیان تھا اب ان کا بیان ہو رہا ہے، جو دنیا تو ایکطرف، اور چھین لینے والے، ظلم کرنے والے ناحق پرائیوں کا مال ہضم کرنے والے ہیں۔ فرمایا ہے کہ یہ سود خوار لوگ اپنی قبروں سے اٹھیں گے تو دیوانوں اور پاگلوں اور خبطیوں اور بے ہوش لوگوں کی طرح اٹھیں گے۔ مجنون اور دیوانہ ہوں گے۔ کھڑے ہی نہ ہوسکتے ہوں گے۔ من المس کے بعد یوم القیامۃ کا لفظ بھی ایک قرأت میں ہے اور

ان سے کہا جائے گا کہ لے اب ہتھیار تھام لے، اپنے رب سے لڑنے کے لئے آمادہ ہو جا۔

شب معراج میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں کو دیکھا جن کے پیٹ بڑے بڑے گھڑوں کے مانند تھے۔ پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ بتلایا گیا سود خوار بیاج کھانے والے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ان کے پیٹوں میں سانپ بھرے ہوئے تھے جو ڈستے رہتے تھے اور ایک طویل حدیث میں ہے کہ جب ایک سرخ رنگ نہر پر پہنچے جس کا پانی خون کی طرح سرخ تھا تو میں نے دیکھا اس میں کچھ لوگ ہیں وہ بمشکل تمام کنارے پر آتے ہیں لیکن کنارہ پر ایک فرشتہ بہت سے پتھر لئے بیٹھا ہے، وہ ان کا منہ پھاڑ کر ایک پتھر منہ میں اُتار دیتا ہے۔ وہ پھر بھاگتے ہیں۔ پھر یہی ہوتا ہے۔ پوچھا تو معلوم ہوا یہ سود خواروں کا گروہ ہے۔ یہ وبال ان پر اس باعث سے ہے کہ یہ کہتے تھے کہ تجارت مثل سود خواری کے ہے، یہ اعتراض ان کا شریعت اور احکام خدا پر تھا اور اس سے وہ سود کو مثل بیع کے حلال جانتے تھے۔ یہ یاد رہے کہ یہ سود کا قیاس بیع پر ہو ہی نہیں سکتا کہ مشرکین تو سرے سے بیع کی مشروعیت کے بھی قائل نہ تھے اور اس لئے بھی کہ اگر یہ قیاس ہوتا تو یوں کہتے کہ سود مثل بیع کے ہے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ یہ دونوں ایک جیسی چیزیں ہیں، پھر کیا وجہ کہ ایک کو حلال، دوسرے کو حرام بتلایا جائے۔ پھر انہیں جواب دیا جاتا ہے کہ یہ حلت و حرمت خدا کے حکم کی بنا پر ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ جملہ بھی کافروں کا ہو تو اس میں لطافت کے ساتھ ایک جواب بھی ہو گیا کہ باوجود اس علم کے کہ ایک کو خدا نے حرام ٹھہرایا ہے اور دوسرے کو حلال بتلایا ہے، پھر اعتراض کیسا؟

علیم و حکیم خدا کے حکموں پر تعاقب کرنے والے تم کون؟ اس سے باز پرس کرنے کی کس کی ہستی ہے تمام کاموں کی اصلیت کا عالم تو وہی ہے، وہ خوب جانتا ہے کہ بندوں کو حقیقی نفع کس چیز میں اور فی الواقع نقصان کس چیز میں ہے، وہ تو نفع والی چیزیں حلال کرتا ہے اور نقصان رساں چیزیں حرام کرتا ہے۔ کوئی ماں اپنے دودھ پیتے بچہ پر اتنی مہربان نہ ہوگی جتنا خدا اپنے بندوں پر ہے۔ وہ روکتا ہے تو مصلحت سے اور حکم دیتا ہے تو مصلحت سے۔ اپنے رب کی نصیحت سن کر جو باز آجائے اسکے اگلے کئے کرائے تمام گناہ معاف ہیں۔ یمحق اللہ الربوا ویربی الصدقات واللہ لایحب کل کفار اثیم۔ اللہ ہلاک کرتا ہے سود کو اور بڑھاتا ہے خیرات کو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ سود کو برباد کرتا ہے یعنی یا تو اسے بالکل غارت کر دیتا ہے یا اس کی خیر و برکت ہٹا دیتا ہے۔ دنیا میں بھی وہ تباہی کا باعث بنتا ہے اور آخرت میں عذاب کا سبب جیسے اور جگہ ہے۔ قل لا یستوی الخبیث والطیب یعنی ناپاک اور پاک برابر نہیں ہوتا گو تمہیں ناپاک کی زیادتی

بتعجب میں ڈالے اور جگہ ہے ویجعل الخبیث بعضہٗ علیٰ بعض فیرکمہ فیجعلہ فی جہنم خبائث والی چیزوں کو تہ و بالا کرکے وہ جہنم میں جھونک دیگا۔ اور ایک جگہ ہے وما اٰتیتم من ربا (آیت) یعنی تمہارے لئے جو سود سے جو مال تم بڑھانا چاہو وہ دراصل بڑھتا نہیں، اسی واسطے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ والی روایت میں ہے کہ سود سے گرزیادتی ہو جائے لیکن انجام کار کمی ہی کمی ہے (ابن کثیر)۔

یہاں سود کے ساتھ صدقات کا ذکر ایک خاص مناسبت سے لایا گیا ہے کہ سود اور صدقہ دونوں کاموں کے کرنے والوں کی غرض و نیت بھی الگ الگ ہے حقیقت کا تضاد تو یہ ہے کہ صدقہ میں بغیر کسی معاوضہ کے اپنا مال دوسروں کو دیا جاتا ہے اور سود میں بغیر کسی مالی معاوضہ کے دوسرے کا مال لیا جاتا ہے اور دونوں کاموں کے کرنے والوں کی نیت اور غرض اس لئے متضاد ہے کہ صدقہ کرنے والا محض اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی اور آخرت کے ثواب کیلئے اپنے مال کو فقراء میں تقسیم کرتا ہے اور سود لینے والا اللہ کی ناراضگی سے بے پرواہ ہو کر اپنے موجودہ مال پر ناجائز زیادتی کا خواہشمند ہوتا ہے اور نتائج کا متضاد ہونا قرآن کریم کی اس آیت سے واضح ہوا کہ اللہ سود سے حاصل شدہ مال کو یا اسکی برکت کو مٹا دیتا ہے اور صدقہ کر دینے والے کے مال کو یا اس کی برکت کو بڑھا دیتا ہے جس کا حاصل یہ ہوتا ہے کہ مال کی ہوس کرنے والے کا اصل مقصد پورا نہیں ہوتا اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والا جو اپنے مال کی کمی پر راضی تھا اس کے مال میں برکت ہو کر اس کا مال یا اس کے ثمرات و فوائد بڑھ جاتے ہیں اور کیفیات کا تضاد یہ ہے کہ صدقہ کرنے والے کو دین کے دوسرے کاموں کی بھی توفیق ہوتی ہے اور سود خوار ان سے محروم رہتا ہے۔

(ف ۲) یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ آیت میں سود کے مٹانے اور صدقات کو بڑھانے کا کیا مطلب ہے عام طور پر مفسرین نے فرمایا کہ یہ مٹانا اور بڑھانا آخرۃ کے متعلق ہے کہ سود خوار کو اس کا مال آخرت میں کچھ کام نہ آئے گا۔ بلکہ اس کے لئے وبال جان بن جائیگا۔ اور صدقات و خیرات کرنے والوں کا مال آخرت میں ان کے لئے راحتوں کا ذریعہ بن جائیگا اور یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ جس میں شک و شبہ کی بالکل گنجائش نہیں۔

سود خواروں کی ظاہری خوشحالی دھوکہ ہے

یہاں شاید کسی کو یہ شبہ ہو کہ آجکل تو سود خواروں کو بڑی سی بڑی راحت حاصل ہے۔ وہ کوٹھوں اور بنگلوں کے مالک ہیں عیش و آرام کے تمام سامان موجود ہیں کھانے پینے، رہنے سہنے کی ضروریات بلکہ فضول اخراجات بھی ان کو حاصل ہیں۔ نوکر چاکر، شان و شوکت بلکہ تمام دنیوی اسباب موجود ہیں۔ لیکن غور

کیا جائے تو یہ حقیقت اظہر من الشمس ہو گی کہ سامان راحت اور راحت میں بڑا فرق ہے، سامان راحت تو فیکٹریوں اور کارخانوں میں بنتا اور بازاروں میں بکتا ہے، وہ سونے چاندی کے عوض حاصل ہو سکتا ہے بلکہ سیکڑوں ایکڑ زمینیں خریدی جا سکتی ہیں، لیکن جس کا نام راحت ہے وہ نہ کسی فیکٹری میں بنتی ہے نہ کسی منڈی میں بکتی ہے۔ نہ کسی مارکیٹ میں خریدی جا سکتی ہے۔ اور نہ کسی کھیت میں بوئی اور اگائی جا سکتی ہے۔ وہ ایک ایسی رحمت ہے جو براہ راست حق سبحانہ تعالیٰ کی جانب سے عطا ہوتی ہے، جو بعض وقت بے سروسامان انسان بلکہ جانور کو بھی دے دی جاتی ہے اور بعض اوقات ہزاروں سامان کے باوجود حاصل نہیں ہو سکتی۔ ایک نیند کی راحت کو دیکھ لیجئے، اس کو حاصل کرنے کے لئے آپ تو یہ کر سکتے ہیں کہ سونے کے لئے مکان کو بہتر سے بہتر بنائیں۔ اور مزین کریں اس میں ہوا روشنی اور تمام دیگر راحت کا سامان، اور فرنیچر وغیرہ کے انتظام سے زیب و زینت اور آرام بخش چارپائی، مسہری گدے حسب منشاء بنا سکتے ہیں لیکن کیا نیند کی آمد دلکش و دیدہ زیب اشیاء پر موقوف ہے؟ بلکہ تجربہ اس بات کا شاہد ہے کہ نیند کا آنا منجانب اللہ ایک بہت بڑی نعمت ہے، وہ ساز و سامان کی محتاج نہیں۔ یہ چند جملے بطور معترضہ درمیان میں آگئے جو فائدہ سے خالی نہیں۔ پھر میں اصل مقصد کی جانب آپ حضرات کی توجہ مبذول و مائل کرتا ہوں۔

ربوا یعنی سود (بیاج) لغت میں زیادتی کا نام ہے، کہتے ہیں ربی الشئی یربو منہ، قولہ تعالیٰ اهتزت وربت ای ازدادت۔ اور اسی لئے یہ لفظ واؤ کے ساتھ لکھا جاتا ہے۔ اور اصطلاح شریعت میں ایسی زیادتی کو ربا کہتے ہیں جو بغیر کسی مالی معاوضہ کے حاصل کی جائے۔ الربوا فی اللغۃ الزیادۃ و المراد فی الآیت کل زیادۃ لا یقابلہا عوض۔ ربوا کی دو قسمیں ہیں۔ سود قرضی۔ سود بیعی اول کی یہ صورت ہوتی ہے کہ کوئی کسی شخص کو قرض دیتا ہے اور ادا کرنے کی ایک خاص میعاد ہوتی ہے اور اس پر ماہواری سود بالاقساط وصول کیا جاتا ہے اور قرضدار کو مزید مہلت دی جاتی ہے اور یہ سود در سود کا سلسلہ رقم سے کہیں زیادہ تجاوز کر جاتا ہے اسکو نسیہ بھی کہتے ہیں۔ دوسری قسم سود کی یہ صورت ہے کہ گیہوں، جو یا اور جنس سوائے نقد کے وزن کر کے دیجائے یا ناپ کر دی جائے اور پھر اس سے زائد وصول کی جائے۔ شرعاً سود کی یہ دونوں قسمیں حرام ہیں۔ یا ایہا الذین آمنوا لا تاکلوا الربوا اضعافا مضعفۃ واتقوا اللہ لعلکم تفلحون ای ایمان والو! سود مت کھاؤ (یعنی نہ لو اصل سے کئی حصے) زائد (کر کے) اور اللہ سے ڈرو، امید ہے کہ تم کامیاب ہو۔

اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو سودی لین دین سے اور سود خواری سے روک رہا ہے۔ پہلے جاہلیت

میں سودی قرضہ دیتے تھے، مدت مقرر ہوتی تھی۔ اگر ایک مدت پر روپیہ وصول نہ ہوتا تو مدت بڑھا کر سود در سود بڑھا دیا کرتے تھے۔ اسطرح سود در سود ملا کر اصل رقم کئی گنا بڑھ جاتی۔ اللہ تعالیٰ ایمانداروں کو اس طرح ناحق لوگوں کے مال برباد کرنے سے روک رہا ہے اور تقویٰ کا حکم دے کر نجات کا وعدہ کر رہا ہے۔ پھر نار جہنم سے ڈراتا ہے اور اپنے عذابوں سے ڈراتا ہے۔ پھر اپنی اور اپنے رسولؐ کی اطاعت پر آمادہ کرتا ہے اور اس پر رحم و کرم کا وعدہ دیتا ہے، پھر سعادتِ دارین کے حصول کے لئے نیکیوں کی طرف سبقت کرنے کے لئے فرماتا ہے۔

احادیث سے سود کی مذمت

ایک حدیث میں ہے کہ سود کے تہتر گناہ ہیں جس میں سب سے ہلکا گناہ یہ ہے کہ انسان اپنی ماں سے بدکاری کرے سب سے بڑا سود مسلمان کی ہتک عزت کرنا ہے۔ حضرت عبداللہ بن حنظلہؓ غسیل الملائکہ سے روایت ہے کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا سود کا ایک درہم جس کو جان کر کوئی کھائے وہ چھتیس ۳۶ مرتبہ زنا سے بھی سخت ہے۔

۲۔ ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرمؐ نے فرمایا سود (کا گناہ) ستر حصہ ہے اسمیں سب سے کم درجہ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی ماں سے زنا کرے۔

۳۔ عبداللہ بن صامتؓ سے مروی ہے کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا سونا بدلے میں سونے کے اور چاندی بدلے میں چاندی کے اور گیہوں بدلے میں گیہوں کے اور جو بدلے میں جو کے اور کھجور بدلے میں کھجور کے نمک بدلے میں نمک کے سب برابر برابر ہیں اور دست بدست بیع کرو اور جب منافع میں اختلاف ہو تو جیسے چاہے بیچو (یعنی کم و بیش میں اختیار ہے) جب کہ دست بدست ہوں۔

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھائے جانے کے قابل ہونے سے پہلے پھلوں کی خرید و فروخت سے منع فرمایا۔ اور حضورؐ نے فرمایا کہ کسی بستی میں سود اور زنا پھیل جائے تو گویا بستی والوں نے اللہ کے عذاب کو اپنے اوپر اُتار لیا۔

حضرت ابن مسعودؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک اور حدیث نقل فرمائی ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ جس قوم میں زناکاری اور سودکاری پھیل گئی، تو سمجھ لیجیۓ کہ یقیناً انہوں نے اللہ کے عذاب کو اپنے اوپر اُتار لیا۔

حضرت سمرہ بن جندبؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے آج رات خواب میں دیکھا کہ دو آدمی میرے پاس آئے اور مجھ کو ایک مقدس سرزمین کی طرف لے چلے۔ یہاں تک کہ ہم خون کی نہر پر پہنچے، اس کے درمیان میں ایک شخص کھڑا تھا اور نہر کے کنارہ پر ایک شخص ہے۔ اس کے سامنے بہت سے پتھر ہیں۔ نہر کے اندر والا شخص نہر کے کنارے کی طرف آتا ہے۔ جسوقت نکلنا چاہتا ہے کنارے والا شخص اسکے منہ پر ایک پتھر اس زور سے مارتا ہے، کہ وہ پھر کر اپنی جگہ جا پہنچتا ہے پھر جب بھی نکلنا

چاہئے ہے اسی طرح اس کے مُنہ پر پتھر مار مار کر اس کو پہلے کی جگہ لوٹا دیتا ہے۔ آنحضرتؐ نے پوچھا کہ وہ کون شخص تھا جس کو میں نے نہر پر دیکھا۔ فرمایا سود خوار۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کھانے والے اور کھلانے والے پر لعنت فرمائی یعنی سود لینے والا اور سود دینے والا۔

حضرت ابی امامہؓ سے مروی ہے کہ رسولؐ اکرم نے فرمایا جس شخص نے کسی ایک کے لئے امراء و سلاطین کے نزدیک سفارش کی پھر اس شخص نے اس کے پاس کوئی ہدیہ یا تحفہ پیش کیا تو وہ شخص سود کے بہت بڑے دروازے سے لایا جائے گا۔

مسائلِ فقہ

ربوا یعنی سود قطعی حرام ہے اس کی حرمت کا منکر کافر ہے اور جو شخص جانتے ہوئے بھی سود خواری کا مرتکب ہوگا۔ وہ فاسق، مردود الشہادۃ ہے۔ عقد معاوضہ میں جب دونوں طرف مال ہو اور ایکطرف زیادتی ہو کہ اس کے مقابل میں دوسری طرف کچھ نہ ہو، یہ سود ہے اور اگر وہ چیز ناپ یا تول کی نہ ہو یا ایک جنس کو دوسری جنس سے بدلا ہو تو سود نہیں۔ عمدہ اور خراب کا یہاں کوئی فرق نہیں یعنی تبادلۂ جنس میں ایکطرف کم ہے مگر یہ اچھی ہے دوسری طرف زیادہ ہے اور وہ خراب ہے، تو جب بھی سود حرام ہے۔ لازم ہے کہ دونوں ناپ تول میں برابر ہوں۔ جس چیز پہ سود کی حرمت کا دارومدار ہے وہ قدر مع الجنس ہے قدر سے مراد وزن یا ناپ ہے۔

مسئلہ جس چیز کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپ کے ساتھ تفاضل کو حرام فرمایا وہ کیلی (ناپ کی چیز) ہے اور جس کے متعلق وزن کی تشریح فرمائی وہ وزنی ہے۔ حضورؐ کے ارشاد کے بعد اس میں تبدیلی نہیں ہوسکتی اگر عرف اس کے خلاف ہو تو عرف کا اعتبار نہیں اور جس کے متعلق حضورؐ کا ارشاد نہیں ہے اس میں عادتِ عرف کا اعتبار ہے ناپ یا تول جو کچھ چلن ہو اس کا لحاظ ہوگا۔

مسئلہ جن چیزوں میں بیع جائز ہونے کے لئے برابری کی شرط ہے یہ ضرور ہے کہ مساوات کا علم وقت عقد ہو، اگر بوقت عقد علم نہ تھا بعد معلوم ہوا۔ مثلاً گیہوں گیہوں کے بدلے میں تخمیناً (اندازاً) سے بیچ دے۔ پھر بعد میں ناپے گئے تو برابر نکلے، بیع جائز نہیں۔

سود سے بچنے کے مسائل

سود سے بچنے کے لئے جو صورتیں علمائے دین نے بیان کی ہیں چند مسائل پیش نظر ہیں:۔

مسئلہ ایک شخص کے دوسرے پر دس روپئے تھے۔ اس نے مدیون سے کوئی چیز دس روپئے میں خرید لی اور بیع پہ قبضہ بھی کر لیا پھر اسی چیز کو مدیون کے ہاتھ بارہ ۱۲ میں ثمن وصول

کرنے کی ایک میعاد مقرر کر کے بیچ ڈالا۔ اب اس کے اس پہ
دس روپئے کی جگہ بارہ ۱۲ ہو گئے اور اسے دو روپئے
کا نفع ہوا اور وہ سود نہ ہوا۔

مسئلہ: ایک نے دوسرے سے قرض طلب
کیا وہ نہیں دیتا اور اس نے کوئی چیز مقروض کے ہاتھ
سو روپئے میں بیچ ڈالی اور اس نے سو روپئے دیدئے
اور چیز پر قبضہ کر لیا۔ پھر مستقرض (مقروض) نے وہی چیز
مقرض سے سال بھر کے وعدہ پر ایکسو دس ۱۱ روپئے میں
خرید لی، یہ بیع جائز ہے۔

مسئلہ: مقرض نے اپنی کوئی چیز مستقرض
(مقروض) کے ہاتھ تیرہ ۱۳ روپئے میں چھ مہینے کے وعدہ پر
بیع کی اور قبضہ دیدیا۔ پھر مستقرض نے اسی چیز کو اجنبی کے
ہاتھ بیچا اور اس بیع کا اقالہ کر کے پھر اس کو مقروض کے
ہاتھ دس روپئے میں بیچا اور روپئے لے لئے۔ اس کا یہی نتیجہ
یہ ہوا کہ مقرض کی چیز واپس آ گئی اور مستقرض کو دس روپئے
مل گئے مگر مقرض کے اس کے ذمے تیرہ ۱۳ روپئے واجب ہوئے۔

حاصل تحریر یہ قرآن و حدیث کے مضامین اور فقہی
مسائل سے یہ بات نصف النہار کی طرح روشن ہو چکی ہے
کہ اسلام نے کس قسم کی تجارت کو جائز اور مباح قرار
دیا ہے۔ اور اسلام نے تو سود کی حرمت میں ایڑی
چوٹی کا زور لگایا ہے تاکہ مسلمان سود کے
بھیانک اور ہلاکت خیز اثرات سے اپنی زندگی
اور آخرت کو بچائے رکھ سکیں۔ ممکن ہے کہ
بعض مسلمانوں کے سطح ذہن پر یہ خیال ابھرے
کہ آج کے دور میں کوئی شخص قرض حسنہ نہیں دیتا
اور بنک سے رقم قرض لینے کی صورت میں بھی سود
سے چھٹکارا نہیں ہے تو ایسی صورت میں سودی
لین دین سے کیسے پرہیز کیا جا سکتا ہے؟

اسکا واحد حل یہ ہے کہ ہر شہر میں مسلمان
ایک بیت المال کا قیام وجود میں لائیں اور باقاعدہ
قانونی طریقہ سے قرضہ دیا جائے تاکہ قرضدار
قانونی کارروائی کے خوف سے دھوکہ اور غبن
سے باز رہ سکے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم تمام مسلمانوں کو
سود جیسے مہلک وبال سے بچائے اور کسب
حلال کی توفیق مرحمت فرمائے۔

آمین ثم آمین۔

چمن چمن کے پھول

سید احمد حسین گنڈلوری
زمرۂ ثالثہ
متعلم دارالعلوم لطیفیہ
حضرت مکان ویلور

(۱) کشتی کو نا خدا کے سہارے پہ چھوڑنا
خود دار کے لئے بڑی غیرت کی بات ہے
(نامعلوم)

(۲) زندگی سوز بنے ساز نہ ہونے پائے
دل تو ٹوٹے مگر آواز نہ ہونے پائے (نامعلوم)

(۳) مسکرا کر اپنی خودداری کی رکھ لیتا ہوں لاج
مسکراہٹ کے حسیں پردے میں چھپ جاتے ہیں غم
(نامعلوم)

(۴) نہ رہ اپنوں سے بے پرواہ اسی میں خیر ہے تیری
اگر منظور ہے دنیا میں وہ بیگانہ خو رہنا
(اقبالؒ)

(۵) جھکا سکتی ہے کس کی قیصری اے کبریا مجھ کو
وہ تیری شان تھی جو رکھ دیا سجدے میں سر میں نے
(نامعلوم)

(۶) ہزار سجدے کرے رات بھر اگر زاہد
جو دل ہی صاف نہ ہو کیا جبیں پہ نور آئے
(نامعلوم)

کانٹوں کو مت نکال تو گلشن سے باغباں
یہ بھی گلوں کے ساتھ پلے ہیں بہار میں
(نامعلوم)

(۷) ساحل کے تماشائی ہر ڈوبنے والے پر
افسوس تو کرتے ہیں امداد نہیں کرتے
(نامعلوم)

(۸) جو خاص بندے ہیں وہ بندۂ عوام نہیں
ہزار بار جو یوسف بکے غلام نہیں
(نامعلوم)

(۹) تمنا درد دل کی ہو تو کر خدمت فقیروں کی
نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں
(اقبالؒ)

(۱۰) تمنا آبرو کی ہو اگر گلزار ہستی میں
تو کانٹوں میں الجھ کر زندگی کرنے کی خو کر لے

ہم کو مٹا سکے یہ زمانے میں دم نہیں
ہم سے زمانہ خود ہے زمانے سے ہم نہیں
(جگر مرادآبادی)

ظہورِ نور

از:
یس جمشید پاشاہ
(یم یس یسی)
ویلور

وصلی اللہ علی نور کزو شد نورہا پیدا
زمین از حُبِّ او ساکن فلک در عشق او شیدا

اشیاء ظہور سے پہلے ظلمات عدم میں مستور تھیں ظلمات عدم سے وہی صورِ علمیہ مراد ہیں جو علم الٰہی میں ثابت ہیں۔ جب غیب ہویّت نے اپنے کمالات کو بطریق جمال مشاہدہ کرنا چاہا تو نور جو ذات الٰہی ہے اسکی محبت ہوئی لہٰذا پہلے اس نور کو پیدا کیا جس سے کل خلق کا ظہور ہوا اور وہ نور نورِ محمدی ہے۔ یہ نور نورِ اول ہے اور تمام خلق کا ظہور اسی نور سے ہے۔ نور محمدیؐ کی توجیہہ بھی حقیقت محمدیہؐ کی طرح کیجا سکتی ہے۔ چونکہ معلوم محمدی کامل و اکمل ہے۔ اسی لئے کامل نور جو اسمائے مطلق کا ایک اعتبار ہے اس میں ظہور ہوتا ہے اور اسی کامل نور سے اشیاء کی تخلیق ہوتی ہے اور آپؐ کے اعتبارات کلیہ سے تمام عقول ارواح انفاس طبائع اشکال و اجسام مستفیض ہوئے۔ خود آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

اول ما خلق اللہ نوری (بخاری) اور حدیث انا من نور اللہ وکل شیءٍ من نوری کا اشارہ اسی کی طرف ہے یعنی خدا نے اول میرے نور کو پیدا کیا اور تمام خلق میرے نور سے ہے۔ چنانچہ عبدالرزاقؒ نے یہ سند خود جابر بن عبداللہ سے روایت کی ہے کہ آنحضورؐ نے فرمایا ان اللہ خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نورہٖ فجعل ذالک النور یدور بالقدرۃ حیث شاء اللہ ولم یکن ذالک الوقت لوح ولا القلم ولا الجنۃ ولا النار ولا سماء ولا ملاک ولا ارض ولا شمس ولا قمر ولا جن ولا انس فلما اراد اللہ تعالیٰ ان یخلق الخلق قسّم ذلک النور باربعۃ اجزاء فخلق من الجزء الاول القلم من الثانی اللوح من الثالث العرش ثم قسم الجز الرابع اربعۃ اجزاء۔

اسکی اجمالاً وضاحت یوں کی جاسکتی ہے کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی ذات تمام مراتب کے ساتھ منعکس ہوی اور آں حضور کی ذات جو معلوم اول تھی تمام مراتب کے ساتھ ظاہر ہوی اور عدم میں منعکس ہوی اور اٹھارہ ہزار عالم کی ذوات تمام صفات کے ساتھ ظاہر ہوئیں تو آنحضورؐ حق تعالیٰ کے مظہر ہوے اور مخلوق میں سے ہر فرد حضور انورؐ کی وساطت سے حق تعالیٰ کا مظہر ہے چنانچہ قدوۃ المحققین مولانا حضرت سید شاہ ابو الحسن قربی قدس سرہ العزیز نے فرمایا کہ: "ذات او سبحانہ با جمیع مراتب خود منعکس شدہ، ذات آنحضورؐ با جمیع مراتب ظاہر گشت و در عدم منعکس شدہ و ذات ہژدہ ہزار عالم با جمیع صفات

پیدا گردید پس آنحضورؐ مظہرِ حق باشد و مُظہرِ خلق برائے ہمیں فرمودہ انا من نور اللہ وکل شیٔ من نوری و ہر فردے از خلق مظہر حق بوساطت" چونکہ آپ کی ذات معلوم اول تھی اس کے دائرہ میں تمام عالمین پوشیدہ تھے۔ اسی لئے آنحضورؐ کی شان میں آیا لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْأَفْلَاكَ اور فَظَهَرْتُ الْمُحَمَّدَ لِأُعْرَفَ اس خدا کے نور مطہر کو بشر کی شکل اللہ نے عدم سے وجود میں لانا چاہا اور ہر نبی جو ظاہر ہوا اسی نور مطہر کی بشارت دیتا گیا۔ چنانچہ اسی نور کو عیسیٰؑ نے روح الحق بتایا جس کی ہیبت و جلال سے داؤدؑ نے دشمنوں کو مرعوب بنایا جس کے حسن و جمال کا نشید سلیمانؑ نے مقدس میں گایا۔ اور اسی کی حمد سے تمام انبیاء عالم پر آوازہ کئے اور اسی نور سے خداوندِ قدوس نے آدمؑ کی پیشانی مبارک کو منور کیا۔ اور ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام سے بہتر سلاسل میں بہتر قبیلوں میں اور بہتر خاندانوں میں لاتا ہوا حضرت آمنہؓ سے ظاہر کیا اور آمنہ نے وہ نور دیکھا جسکی روشنی میں ملک شام کا موضع بصیری نظر آیا۔

بخاری شریف میں آیا ہے سرکار پاک نے ارشاد فرمایا' میں ہر ایک زمانہ میں اولاد آدم کے بہتر سلسلہ میں ہوتا چلا آیا ہوں۔ یہاں تک کہ میں اسی زمانہ میں آگیا جس میں پیدا ہوا ہوں۔ اور ارشاد باری ہے قد جاء کم من اللہ نور یعنی بلاشبہ تمہارے نزدیک خدا سے نور آپہنچا ہے۔ اسی نور کو خداوندِ تعالیٰ نے تمام خلق کی طرف بھیجا وَمَا أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ،

اسی لئے تمام خلق حضورؐ انور کے نور کی پناہ کے لئے دوڑی کہ وُلْدِ آدم تحت لوائی یوم القیمٰہ (حدیث) اسی لئے ہر نبی کی خواہش تھی کہ امتِ محمدیہ کا شرف حاصل کرے جیسا کہ بیہقی نے شعب الایمان میں جابرؓ سے روایت کی ہے۔ حضورؐ انور نے فرمایا لو کان موسیٰ حیًا ما وسعہ الا اتباعی اگر موسیٰ علیہ السلام اس زمانے میں ہوتے تو ان کو میری پیروی کے سوا کوئی چارہ نہ ہوتا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت عباسؓ سے پوچھا گیا کہ صٓ کیا ہے جو سورہ صٓ کے شروع میں واقع ہے۔ فرمایا کہ یہ حقیقت محمدؐی کی طرف اشارہ ہے۔ اسی لئے آنحضورؐ نے کہا کنت نبیا وآدم بین الروح والجسد رواہ الترمذی عن ابی ہریرہ۔

اور ساریہؓ سے بھی شرح السنہ میں روایت آئی ہے کہ "میں نبی تھا جس وقت کہ آدم روح اور جسم کے درمیان تھے" آدم کی نظر انفاخِ روح کے ساتھ ہی عرش اعظم پر پڑی جس پر کلمۂ طیبہ لکھا ہوا تھا اور خدا نے اپنے محبوبؐ کا نام اپنے نام کے ساتھ لکھے جانے کی تخصیص سنائی۔ دُرِّ ثمین مصنفہ شاہ ولی اللہ صاحبؒ جس میں حقیقت محمدؐی کا بیان ہے ملاحظہ فرمائیں۔

روح قدسی کا آئینہ منور ہوا اور روح اعظم ظاہر ہوئی۔ حضورؐ انور کو یہ پور التصرف آپ کی حقیقت کی وجہ سے حق تعالیٰ نے فرمایا اور ذات محمد موافق اصطلاح صوفیہ کے امکان و وجوب کا مبداء و مرکز ہے۔ وہ مقدس ذات حق و خلق کے مابین برزخ کبریٰ ہے جو بہ تعریف

وجوب ہے، اور بلحاظ صورت بشریت امکان کے مرتبہ میں داخل ہے۔ اس وجوب امکان کی جامعیت کے اعتبار سے اسکو مجمع البحرین کہتے ہیں۔

مومنین اتنا کہہ سکتے ہیں کہ از روئے کلام پاک آپ نور ہیں۔ کفار مکہ باعتبار ظاہری دیکھ کر کہہ اٹھے کہ آپ اپنے جیسے بشر ہیں۔

ع چوں نہ دیدند حقیقت رہ افسانہ زدند

تو حکم خدا ہوا "قل انما انا بشر مثلکم یوحیٰ الیّ" (کہف) اس آیت کے مخاطب کفار مکہ تھے۔ حضرت ابوالحسن شاذلیؒ نے پتہ کی بات کہی ہے ھوالبشر لیس کالابشار کان الیاقوت حجر لیس کالاحجار حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بشر تو ہیں مگر ہم جیسے بشر نہیں جسطرح کہ یاقوت پتھر تو ہے لیکن اور پتھروں جیسا نہیں۔

انا بشر مثلکم میں صفات کل آجائینگے، مگر کمالات نہیں، آپ بشر تو ہیں مگر آپ پر نزول وحی کی تخصیص کیوں؟ اس آیۃ سے آپ کی بشریت مسلمہ ہے مگر یوحیٰ الیّ کے اعتبار سے سب سے جدا ہے۔ تو صاف ظاہر ہے کہ حضورؐ انور کی حقیقت میں وہ قوت و قابلیت و کمالات باطنی تھے جس سے نزول وحی ہوتی تھی اور آپ کا جسم اطہر اتنا منزہ و پاک تھا کہ ہماری روح جو لطیف ہے وہ بھی آپ کے جسم اطہر تک نہیں پہنچ سکتی۔ حضورؐ انور الطف اللطیف ہیں اسی لئے جامی نے خوب فرمایا:

تو جان پاکی سر بسر نئے آب و خاک اے نازنیں
واللہ: زجان ہم پاک تر روحی فداک اے نازنیں

اسی ظاہری بشر کی شانِ خداوند نے اپنے کلام میں کیا'

ورفعنا لك ذکرك ہم نے آپ کے ذکر کو بلند کیا۔ آپ کے اسمائے گرامی کو خطاباً نہیں بلکہ تذکرۃً وارد کیا۔ ایسا دوسرے انبیاء کے ساتھ نہیں کیا۔ آپ کو رؤف الرحیم سراجاً منیرا، رحمت للعالمین کے القاب عنایت فرمایا اور آپ کے اخلاق کو خلق عظیم کہا۔ آپ کے حکم کو اپنا حکم اور آپ کے فیصلہ کو اپنا فیصلہ' اور آپ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا۔ فلا وربك سے اپنی ذات کو حضور انور کی طرف منسوب کیا جیسے کہ دوسری آیت میں ذکر کیا رحمت ربك عبدہٗ زکریا (سورۂ مریم) پس حق تعالیٰ اپنے اسم کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مضاف کیا اور زکریا کے اسم کو اپنے نام کی طرف مضاف کیا اور جب اپنا مقصد پورا کیا تو نبوت کے چار اعتبارات کا اعلیٰ درجہ عنایت کیا۔

ونفخت فیه من روحی (صٓ) پھونکا میں نے اپنی روح کو اس پتلے میں تو وہ زندہ ہوا۔ یہی روح پاک یعنی روح القدس ہے جس سے خداوند نے قوت دی عیسیٰ کو (البقرہ) اور قرآن کو نیچے اتار لایا روح القدس نے (النحل) اور اومن کان میتاً فاحییناہ الخ (الانعام) اس روح القدس کے کئی ایک نام ہیں۔ عالم الارواح کی تفصیل طویل ہے۔ اہل باطن کا مذہب ہے، جیسا کہ حضرت سید محمد قدر عالم الشطاریؒ اپنے رسالہ "جواہر المعانی" میں فرماتے ہیں، کہ حضور انور کا جسم اطہر اسی روح القدس کا تھا۔ اسی لئے یہ تن اطہر الطف اللطیف تھا، وہ تن اطہر سبع صفات

ہے روح کا یعنی روح بشکل بشر ظاہر ہوئی۔ اہل باطن کا مذہب تنزلات پر ہے کہ مظہر نور حق نور محمدیؐ است و مظہر نور محمدی روح است۔

حکماء و اشراقین نے روح کو نورانی بتلایا ہے اور وہ طاقت پرواز اور خوشبودار ہوتی ہے اور اس کا سایہ نہیں ہوتا۔ حضور انور کا جسم اطہران تمام اوصاف کا مجموعہ تھا۔ اس مقام پر چند ایسی احادیث سپرد قلم کرتا ہوں جو محدثین کے نزدیک معروف اور اہل علم کے درمیان مشہور ہیں۔

آپ نور تھے

کسی نے کہا حضورؐ انور کا تلوار جیسے چمکیلا چہرہ تھا۔ کسی نے کہا چاند جیسے۔ کسی نے کہا نہیں سورج جیسے۔ حضور انور کے پسینے کے بوندوں میں سے نور کی کرنیں نکلتی تھیں۔ (ترمذی)

جب آں حضورؐ تبسم فرماتے تو آپ کے دندان مبارک میں سے نور کی کرنیں پھوٹتی تھیں (عن ابن عباس)

اور حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ یزیدك وجهه حبًا اذا ما زدته نظرا۔ آپ کے چہرہ انور پر اجمل و افضل کو دیکھنے سے محبت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ آپ سے قربت کے باوجود چہرہ انور کو دل بھر کر کبھی نہیں دیکھا۔ ہر وقت ایک نیا جمال دکھیتا رہا کہ مگر دل کی حسرت نہیں مٹی۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ اپنی سوئی گر جاتی اور گم ہو جاتی تو حضورؐ کے چہرہ انور سے دیکھ لیا کرتی تھیں۔ ایک مرتبہ آپ نے پانی ہاتھ میں لیکر زینبؓ کے چہرہ پر پھینکا تو زینبؓ کا چہرہ دفعتاً منور ہو گیا۔

اور ماہتاب جیسے چمکنے لگا۔ غرض آپ کے سراپا نور کا عالم یہ تھا کہ جس سے دوسرے بھی فیض پاتے تھے۔

آپ کا جسم اطہر خوشبودار تھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ "نہیں سونگھی میں نے کوئی خوشبو اور نہ مشک اور غیر خوشبو تر اس جناب کی بوئے خوش سے" یعنی آنحضورؐ کا جسم اطہر ہمیشہ نور میں بسا ہوا رہتا تھا۔ ہر وقت آپ کے جسم سے خوشبو مہکتی رہتی تھی۔ اور وہ اتنی لطیف اور عمدہ رہتی کہ کائنات کی خوشبو اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ ترمذی میں ایک حدیث آئی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ کی گلیوں سے گذر جاتے تو گلیوں میں دیر تک خوشبو پھیلی رہتی تھی۔

جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بچوں کے منہ پر دست شفقت پھیرتے اور پیار کرتے۔ میرے رخسار پر بھی آپؐ نے اکثر تبہ اپنا ہاتھ رکھا جس سے مجھے ٹھنڈک محسوس ہوئی اور ایسی خوشبو آئی گویا کہ وہ ابھی عطر فروش کے ڈبہ سے نکالا ہوا ہاتھ ہو۔ (مسلم)

اور آپ کا جسم پاک اتنا خوشبودار تھا کہ دوسروں تک بھی اس کا اثر پہنچتا تھا۔ وائل ابن حجرؓ آنحضورؐ کے دست مبارک کو پکڑنے کے بعد اپنا ہاتھ سونگھتے تو ان کا ہاتھ مشک سے بھی زیادہ خوشبودار ہوتا۔

حضورؐ پاک کی ذات سراپا نور تھی۔ جس کا ثبوت یہ ہے

کہ آپ کا سایہ نہیں پڑتا تھا۔ احادیث کے مضامین اس قول کی تصدیق کرتے ہیں کہ آنحضورؐ کے ساتھ رہنے والوں کی انگلیاں بھی اندھیرے میں روشن ہو جاتی تھیں اور کبھی ان کی لاٹھیاں بھی روشن ہو جایا کرتی تھیں۔ چنانچہ امام بخاریؒ نے حضرت انسؓ سے روایت کی ہے کہ دو صاحب حضور اکرمؐ کے پاس تھے اور جب وہاں سے رخصت ہوئے تو شب تاریک تھی تو ان کے روبرو چراغ کی سی روشنی ان کے عصاؤں میں نمودار ہوئی جس سے وہ اپنا راستہ طے کر لئے۔

ابن سعد اور حاکم کی روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ ان اصحاب کے نام عباد بن بشر اُسید بن حضیر ہے۔ غرض حضورؐ پاک کے نورِ جسم کا یہ فیضان ہے

جس سے کائنات کی تخلیق ہوی۔ آنحضورؐ کی شان میں ارشاد باری ہے سراجاً منیراً (احزاب) فرقان اور نوح میں آفتاب کو سراجا اور عمؐ میں سراجاً وھاجا کہا گیا ہے لیکن سراجا منیراً ایک ایسا لفظ ہے جس کا استعمال آنحضورؐ کی ذات مقدسہ کے علاوہ کسی کے لئے نہیں کیا گیا۔ ذکوانؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دھوپ یا چاندنی میں چلتے تو آپ کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا تھا (فوائد بدریہ) مزید تفصیل کے لئے ان کتابوں کی جانب رجوع فرمائیں:۔

مواھب اللدنیہ مصنفۂ قسطلانی رح

شواھد النبوہ۔ جامی۔ سیرۃ النبوۃ تالیف ملا علی

مدارج النبوہ۔ شیخ عبدالحق دہلوی خصائص کبری تالیف سیوطی

معراج المومنین۔

روح کو بینائی ہے: چنانچہ بخاریؒ۔ ابوداؤدؒ میں آیا ہے کہ حضورؐ انور کہتے تھے، تمہارا رکوع و سجود کرنا مجھ پر پوشیدہ نہیں رہتا۔ میں تم کو پیٹھ کے پیچھے سے دیکھتا ہوں۔ ابن عباسؓ کا فرمان ہے کہ آنحضور روشنائی میں جیسا دیکھتے تھے ویسا ہی اندھیرے میں دیکھا کرتے تھے۔ کتاب شفا میں ہے کہ آنحضورؐ ثریا میں گیارہ ستارے گنتے تھے۔ اور سہیلی نے بارہ ستارے لکھا ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضورؐ فرماتے ہیں میرا دل نہیں سوتا میری آنکھیں سو جاتی ہیں۔ چنانچہ حضور پاک سوتے تھے، مگر جو بھی واقعہ رونما ہوتا تھا آپ اس سے خوب واقف ہوتے تھے۔ شریک بن عبداللہ بن ابی نمر سے روایت ہے کہ حضورؐ انور کو معراج کی شب جب فرشتے لے جانے آئے تھے اور جو باتیں ان میں ہوئیں ان تمام سے آپ کا قلب فیض رسان واقف تھا (بخاریؒ)

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا کہنا ہے حضورؐ اکرم جمعہ کے دن منبر پر خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے اور لوگوں کو فرمایا بیٹھ جاؤ تو عبداللہ بن رواحہؓ جو بنو غنم کے گروہ سے تھے آواز سن کر یوں ہی بیٹھ گئے اور اکثر بی بیاں اپنے گھروں میں آپؐ کے خطبہ کی آواز سنا کرتی تھیں۔ ایام حج میں حضرت نے منیٰ میں جو خطبہ ارشاد فرمایا دور و نزدیک جتنے لوگ تھے سبھی افراد نے یکساں

آپ کی آواز سنی۔ حضرت صدیقہؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ جب تنہا ہوتے تو قد میانہ دکھائی دیتا۔ اور اگر کوئی بلند قامت شخص آپ کے ہمراہ ہوتا تو آپ اس سے بلند نظر آتے تھے۔ اور جب دو شخص بلند قامت بازوؤں میں ہوتے تو آپ ان سے بلند نظر آتے تھے۔ اور حضورؐ لوگوں میں بیٹھ جاتے تو آپ کا کندھا سب سے بلند نظر آتا تھا۔

پس حضور انور کا جسم اطہر روح پاک ہے اور آپ کی بیداری تک کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ اور نہ کسی کی طاقت ہے کہ آپ کی خصوصیات میں سے کسی خصوصیت میں شریک ہو سکے۔ اور یہی تن اطہر وہ قوت اور قابلیت رکھتا تھا جس کو خداوند عز وجل کی قربت حاصل ہوئی۔ اور معراج اسی تن اطہر کو حاصل ہوئی جیسا کہ شیخ محی الدین ابن عربیؒ "فتوحات مکیہ" میں لکھتے ہیں کہ عالم برزخ کی سواری بھیجنے کا مقصد ایک تو ذرائع واسباب کا اثبات تھا، دوسرا اس میں حضور انور کے قلب و روح کی تقویت کا راز نہاں تھا۔ ایسی قربت تو سرکار پاک کو ہوتی ہی رہتی تھی جیسا کہ بخاری کے باب بدء الوحی میں ہے حضور نے ارشاد فرمایا لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل میرے اور میرے رب کے درمیان ایک خاص وقت ہوتا ہے جس میں نہ کوئی مقرب فرشتہ پر مار سکتا ہے، اور نہ ہی کسی رسول اور نبی کی گنجائش ہوتی ہے۔

حضرت امام غزالی علیہ الرحمہ احیاء العلوم میں رقمطراز ہیں کہ خلفائے راشدین حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ رضی اللہ عنہما ایام تشریق کے دوسرے دن حضرت اویس قرنیؓ کا پتہ لگاتے ہوئے حضور انورؐ کا تحفہ (جبہ) مبارکہ آپ کو پیش کرنے کے لئے پہنچے۔ حضرت اویس قرنیؓ جبہ مقدسہ کی وصولیابی کے بعد دونوں اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے استفسار فرماتے ہیں کہ کیا آپ نے محمدؐ کو دیکھا ہے؟ (اس استفسار کا منشا صورتاً دیکھنا نہیں پایا جاتا بلکہ صحابہ تو ہر وقت حضورؐ کی معیت میں رہا کرتے تھے، لہذا دیکھنے کا اطلاق صورت پر نہیں بلکہ آپ کی حقیقت پر ہوتا ہے) دونوں متحیر ہوئے تو حضرت اویس قرنیؓ نے کہا کہ تم میں سے کسی نے بھی محمدؐ کو نہیں دیکھا۔ ہاں بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ایک مرتبہ دیکھا ہے۔

غرض اس کے بعد یہ دونوں حضرات واپس ہوئے اور سیدھے حضرت فاطمہؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس بارے میں دریافت فرمایا۔ آپؓ نے کچھ دیر سوچنے کے بعد فرمایا کہ میں چار سال کی لڑکی تھی۔ آنحضورؐ کے نزدیک کھڑی تھی اور آپ وضو فرما رہے تھے۔ مسح کرنے کیلئے آپ عمامہ مبارکہ نکالا مگر جگہ صاف نہ ہونے کی وجہ سے میرے سر پر رکھ دیا اور مسح کرنے کے بعد فوراً اٹھالیا۔ جب تک عمامہ مبارکہ میرے سر پر تھا اور جدھر بھی میں نظر کرتی تھی صرف محمدؐ ہی محمدؐ نظر آرہے تھے۔

چشمِ دل بکشا جمالِ یار بیں
ہر طرف ہر سو رُخِ دل دار بیں

اسی لئے آنحضورؐ نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا تھا

یا ابا بکر، لم یعرفنی حقیقۃ غیر ربی (بخاری)

اے ابوبکرؓ ہر وقت تم میرے ساتھ رہے ہو، مگر یہ نہ سمجھنا کہ میری حقیقت آپ معلوم کر چکے ہیں۔ سچ تو یہ ہے، کہ میری حقیقت کو میرے رب کے سوا کسی نے نہیں جانا۔

حضرت غوث علی قلندرؒ جب ملک عدن تشریف لے گئے تھے، جہاں پر آپ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جبۂ مبارکہ کو اپنے سر پر رکھا تو ان کا سایہ بھی زمین پہ نہیں پڑا۔ (تذکرۂ غوثیہ) اور یہ سچ ہے کہ آنحضورؐ کے موئے مبارک جو آج تک محفوظ ہیں ان کا سایہ نہیں ہے۔

روح کو چھو نہیں سکتے مگر آنحضورؐ سے لوگ مصافحہ کر لیا کرتے تھے لہٰذا یہی ذاتِ پاک حضور انورؐ کی حقیقت و بشریت کے حسین تقاضے کے اجتماع کو مجمع البحرین کہتے ہیں۔

آپ صاحب العلم والعیان و کاشف اسرار الکشف والبرھان تھے۔ جب کفار مکہ نے آپ کے معجزات دیکھ کر جادوگر کہا تو ارشاد باری ہوا۔ آپ امّی ہیں، مگر آپ کو خداوند کریم نے یہ خطاب بھی دیا ہے الم نشرح لک صدرک ہم نے آپ کے سینہ میں کشادگی اور وسعت دی اور ایک دوسری جگہ ہے وعلمک مالم تکن تعلم اے محبوب! آپ کے پروردگار نے وہ سب کچھ سکھلایا جس کو آپ نہیں جانتے تھے اور خود آنحضرتؐ فرماتے ہیں اعطیت بجوامع الکلم۔

صوفیوں کا یہی مذہب ہے کہ خدا کا امی کہنا ام الکتاب کی طرف اشارہ تھا۔ اور یہ مرتبہ وحدت کی طرف اشارہ تھا۔

یہ بات ظاہر ہے کہ آنحضورؐ کے مرتبہ کا ابتدائی بیان بھی کوئی نہیں کر سکتا۔ صاحب بحر الحقائق نے لکھا ہے کہ آنحضورؐ فنا فی اللہ اور بقا باللہ کے وصف سے ہر وقت موصوف تھے اور جو شخص آنحضورؐ کو دیکھ کر ایمان لاتا تھا اس پہ عالم ملکوت منکشف ہو جاتا تھا۔

غرض آنحضورؐ کی ذاتِ مقدسہ اور آپ کے کمالات اور اوصاف احاطۂ تحریر سے باہر ہیں۔

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گزاشتیم
کاں ذاتِ پاک مرتبہ دانِ محمدؐ است

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بشریتِ مصطفےٰ ﷺ اور سیرِ لامکاں

از
مولانا مولوی محمد حاتم صاحب اشرفی
مبارکپوری U.P
مدرس دارالعلوم اللطیفیہ مکان حضرت
قطب ویلور قدس سرہ العزیز

گذشتہ سال "اللطیف" میں مضمون بعنوان "آنحضور اور لباس بشری" زیور طباعت سے آراستہ ہوا۔ امسال بھی اسی وسیع مقالہ کا ایک اور رخ "بشریت مصطفےٰ اور سیر لامکاں" کے رنگ میں ناظرین کرام کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں جو اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

اشرفی مبارکپوری۔

عرش کی عقل دنگ ہے چرخ میں آسمان ہے
جانے مراد اب کدھر ہائے تیرا مکاں

خالق کون و مکان مالک مکان و لامکاں

ایک کنز مخفی تھا۔ جب اس نے اپنی ذات کو عالم پہ ہویدا کرنا چاہا تو اپنی قدرت کاملہ سے بیشمار عالم کا ابداء فرمایا جیسے عالم ملک، عالم جن، عالم انسان، عالم حیوانات، عالم نباتات، عالم جمادات وغیرہ۔ ان تمام عالم پہ اگر کسی کو تفوق حاصل ہے تو وہ صرف حضرت انسان ہیں جیسا کہ رب نے ارشاد فرمایا ولقد کرمنا بنی آدم۔ اب ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ انسانوں میں وہ ایسا کون ہے جسکو ملائکہ پر بھی فوقیت حاصل ہے۔ غور و خوض کے بعد یہی

نتیجہ نکلتا ہے کہ ہر انسان کی مجال نہیں ہے کہ فرشتوں پر فوقیت حاصل کر سکے۔ لیکن انسانوں میں بہت سی ہستیاں ایسی ہیں جن کے مراتب جدا جدا ہیں۔ بطور تمثیل ان میں صحابۂ کرام، تابعین عظام، اولیائے کاملین کا گروہ ہے اور ان سے بھی بلند و بالا جماعت حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کی ہے جن کو تمام فرشتوں ہی پر نہیں بلکہ تمام عالم پہ فوقیت اور فضیلت حاصل ہے اور بالخصوص ان تمام پہ تفوق اور افضلیت کی مالک سرور انبیاء خاتم الرسل دانائے سبل جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ ہے۔ گروہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ کا ہر فرد ممتاز اور سب سے جدا ہے۔ پروردگار نے اس جماعت پر اپنا خاص انعام

فرمایا ہے اور بڑے بڑے کمالات سے نوازا ہے۔ چنانچہ ہر نبی اور رسول کو پروردگار عالم نے معجزہ عطا فرمایا۔

سیدنا داؤد علیہ السلام کا معجزہ آواز کی خوش الحانی ہے جسکی یہ تاثیر تھی کہ جب آپ ربّ کا کلام تلاوت فرماتے تو تمام حشرات الارض آپکے ارد گرد جمع ہوجاتے۔ دوسرا معجزہ یہ تھا کہ جب آپ لوہے کو دستِ مبارک میں لیتے تو موم ہوجاتا تھا۔ اسی طرح جناب کلیم علیہ الصلوٰۃ کو ید بیضا اور عصائے مبارک عطا کیا گیا جس سے آپ تمام کام لیا کرتے تھے، جناب مسیح علیہ السلام کا معجزہ تھا کہ اندھے کو بینائی سے بہرہ اندوز کرنا اور گونگے بہرے کو سماعت اور نطق سے بہرہ ور کرنا تھا۔ غرضیکہ ہر پیغمبر کو ایک دو یا اس سے زیادہ معجزات عطا کئے اسی طرح میرے آقا و مولا جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی بے شمار اور فقید المثال معجزات دیئے گئے اس لئے کہ سرکار کی ذات گرامی سارے عالم میں ممتاز اور بے مثل ہے اسی لئے آپکے معجزات کو بھی بے مثل اور بے مثال قرار دیا۔ ایک طرف اللہ نے آپ کو معجزات سے سرفراز فرمایا تو دوسری طرف سراپا ذات گرامی کو معجزہ بنا دیا ہے۔ انہی معجزوں میں سے ایک معجزہ سیر لامکاں بھی ہے۔ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ ایک انسان جس کے لئے اعضاء و جوارح سب موجود ہیں، اور جسم بھی ہے۔ جب جسم ہے تو اس کی منزل مکان ہی ہوسکتی ہے لامکاں نہیں اور یہ بھی حقیقت تسلیم شدہ ہے کہ دنیٰ فتدلّیٰ کی منزل لامکاں ہے اور مصطفےٰ کو جو قربیت حاصل ہوئی وہ لامکاں کی منزل ہے۔ اس لئے کہ رب کے لئے لامکاں ہے اور مصطفےٰ کی قربیت رب سے ہوئی جس میں قطعاً کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایک ذات جو سراپا مجسم ہے اور غیر مجسم ذات کی ملاقات کے لئے جا رہی ہے کیا ایسے ہوسکتا ہے؟ اس کا جواب عقلی دلائل میں دیا جا سکتا ہے۔

ہر شئی کی دو حیثیتیں ہوا کرتی ہیں۔ ایک ظاہر دوسری باطن، جیسے حنا کے ایک ایک پتہ سے ظاہر ہے کہ اس کا ظاہر کچھ اور باطن کچھ اور ہے۔ حنا کا ظاہر تو یہ ہے کہ اسکی پتیاں نظارات میں ہری ہری اور سبز نظر آتی ہیں اور اس کا باطن یہ ہے کہ جب اس کو پتھر پہ پیس دیا جائے اور ہاتھ میں لگا لیا جائے تو وہ ہریالی ختم ہوجاتی ہے اور سرخی نمودار ہوتی ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ شئی کی ایک حیثیت ظاہری اور دوسری باطنی ہوتی ہے۔

جناب سیدنا جبرئیل علیہ السلام کی ذات گرامی بھی اسبات کی بین دلیل ہے کہ ان کی ظاہری حیثیت الگ اور باطنی حیثیت الگ ہے۔ باطن تو یہ ہے کہ وہ سراپا نور اور رسول ملائکہ ہیں مگر کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ جب آپ سرکار کے دربار میں آتے تو حضرت دحیہ کلبیؓ (صحابی رسولؐ) کی شکل و صورت میں آیا کرتے تھے۔ چنانچہ ہر دیکھنے والا یہی سمجھتا تھا کہ یہ حضرت دحیہ کلبیؓ ہیں۔

جب یہ بات ثابت ہوئی کہ ہر چیز کے دو روپ ہیں تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کے بارے میں کونسے شکوک ہیں جو باقی رہ سکتے ہیں؟

میرے آقا و مولا جناب محمد رسول اللہ حبیب رب عالم میں ممتاز اور بے مثیل و بے مثال ہیں تو اسی طریقے سے سرکار کی سیر لامکاں بھی بے مثل و بے مثال ہے اور معجزوں میں سے زبردست معجزہ سیر لامکاں ہے۔ چنانچہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جن کو قلبی لگاؤ اور تعلق ہے وہ تو سرکار کے اس حیرت انگیز معجزہ کے قائل ہیں اور جن کو سرکار سے بغض و عناد ہے، وہ کہتے ہیں کہ سیر لامکاں ایک خواب تھا۔ مگر حقیقت امر یہی ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم لامکاں میں تشریف لے گئے اور ان ہی آنکھوں سے جو سر انور سے لگی ہوئی ہیں اپنے رب کو دیکھا۔ چنانچہ حضرت شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی، "تکملۃ الایمان" کے اندر فرماتے ہیں "حق آنست کہ وے صلی اللہ علیہ وسلم ذات رب را بچشم سر خود دید" یعنی حق یہ ہے کہ سرکار نے اپنے سر میں لگی ہوئی آنکھوں سے ذات رب کا مشاہدہ فرمایا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جناب کلیم صفت ربوبیت کی مختصر سی تجلی کو برداشت نہ کر سکے اور غش کھا کر گر گئے۔ اور سرکار نے سراپا ذات رب کا نظارہ فرمایا اور اس پر بھی مزید ارشاد باری ہو رہا ہے کہ مازاغ البصر وما طغیٰ یعنی اس نظارہ میں نہ آنکھ جھپکی اور نہ دل نے کوئی حیرت محسوس کی۔ ایسا کیوں؟ بات صرف اتنی ہی ہے، وہاں حضرت کلیم کی نگاہ پاک ہے اور یہاں پر حبیب کی نظر پاک۔ اور حبیب اور کلیم میں بہت بڑا فرق ہے۔ جب کلیم اور حبیب میں فرق ہے، نگاہوں میں بھی تفریق ہو جانی چاہئے جیسا کہ اعلیحضرت محدث اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

غش کھا گئے کلیم مگر نہیں پڑے حبیب
آنکھیں بدل گئیں تو نظارہ بدل گیا

تو آئیے ان کلمات تمہیدیہ کے بعد سیر لامکاں کی ہم بھی سیر کر لیں۔ رات کی تنہائی ہے، ایک ذات ہے جو آمادہ سیر لامکاں ہے جس کی وجہ سے ہر طرف سناٹا چھایا ہوا ہے نہ کسی درخت سے کوئل کی کوک کی آواز آتی ہے، نہ پپیہا کی درد بھری پی کہاں کی صدا۔ نہ بلبل کا چہچہانا سنائی دیتا ہے نہ بھنورے کا گنگنانا عالم پر ایک سکوت سا طاری ہے۔ دریا کے گھاٹ سنسان ہیں۔ کشتیاں اور بجرے اپنی جگہ پر عالم سکوت میں ہیں۔ سمندر کی موجیں اپنے چڑھاؤ اور اتار ختم کر کے کسی حسین کے حسن کو دیکھ رہی ہیں۔ ہوا کا چلنا رک گیا۔ چاند اور سورج اپنے اپنے جگہ میں پڑے ہوئے ہیں۔ غرضیکہ سارے چلنے پھرنے والوں کو اپنی اپنی جگہ پر ٹھہر جانے کا حکم دے دیا گیا ایسا کیوں؟

بطور تمثیل ملاحظہ فرمائیں۔ حرکت کرنے والی بہت سی چیزیں ہیں مثلاً بس کار، ٹانگہ، رکشا، بیل گاڑی۔ ان تمام کو عام اجازت ہے کہ جہاں چاہیں پھریں اور گردش کریں مگر ان کے لئے ایک منزل ایسی بھی آتی ہے جہاں حرکت کرنے کی بالکل اجازت نہیں، وہ ایسی منزل ہے جہاں پر دونوں طرف سے پھاٹک بند کسی کو پھاٹک عبور کرنے کی اجازت نہیں کیونکہ وہاں پر لکھا ہوا ہے (No - Cross Line..) پانچ روپیہ کا ملازم پھاٹک بند

کئے ہوئے کھڑا ہے۔ اب نہ بس کو حرکت کرنے کی اجازت ہے نہ ٹانگہ، نہ بیل گاڑی بس کے سب حرکت سے روک دئے گئے ہیں۔ اور ان سے یہ کہہ دیا گیا کہ تم سب رُک کر کسی آنیوالے کا انتظار کرو؟ جب تک وہ آنے والا گذر نہ جائے کسی کو حرکت کرنے کی اجازت نہیں۔ تھوڑی دیر میں ٹرین اپنی آن بان اور تیز رفتار کے ساتھ چلی اور ان سب رکنے والوں کو دیکھا تو اپنی زبان حال سے کہا اے رکشہ، موٹر، بیل گاڑی ٹانگہ تم سب کے سب آوارہ گرد ہو۔ تمہاری لین سیدھی نہیں ہے اور میں ایک ہی لین کی چلنے والی ہوں جب ایک لین کی چلنے والی ٹرین اپنے رفتار میں آتی ہے تو سارے آوارہ گرد روک دئے جاتے ہیں۔

بلا شبہ و تمثیل میرے سرکار جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم جب لامکاں کی سیر کے لئے آمادۂ سفر ہوئے تو سارے بے راہ رو چلنے سے روک دئے گئے۔ ہوا کو حکم ہوا کہ تو اپنی جگہ ٹھہر جا اور چاند و سورج کو بھی اپنی اپنی جگہ پہ روک دیا گیا۔ اس لئے کہ مصطفےٰ جان رحمت ایک لین کے چلنے والے جب چل پڑے ہیں۔ ان کی سامنے سب صاحب رفتار کی رفتار بے کار ہو گئی۔ یہی وجہ تھی کہ سارے عالم پر ایک سکوت طاری ہے اور تمام ذی روح پر غفلت کا پردہ ڈال دیا گیا کیونکہ حبیب و محبوب کی ملاقات کی رات ہے۔ فرشتوں میں دو جماعتیں ہو گئیں۔ ایک گروہ دوسرے گروہ سے دریافت کرتا ہے کہ آج فرش سے عرش تک مکاں سے لامکاں تک سارا عالم نور علیٰ نور بنا ہوا ہے۔ جنت سجائی گئی ہے آخر یہ کیا وجہ ہے؟ دوسرے گروہ نے جواب دیا تم کہاں اور کس منزل میں ہو، کیا تمہیں نہیں معلوم، آج اللہ کا محبوب لامکاں کی سیر کے لئے آرہا ہے۔ اسی لئے سارا عالم سجایا گیا ہے۔ اب اس گروہ نے حیرت سے اس گروہ سے دریافت کیا۔ ارے وہ تو بشر ہیں، پھر لامکاں کی سیر کیسے ہو سکتی ہے؟ وہ تو مکہ میں رہے، مدینہ طیبہ ہجرت کر کے تشریف لے گئے اور وہاں اسلام پروان چڑھا۔ ہمیں معلوم ہے وہ سراپا جسم ہیں۔ لہٰذا صاحب جسم کی رسائی منزل لامکاں میں کیسے ہو سکتی ہے۔ اس گروہ نے پھر جواب دیا کیا تمہیں معلوم نہیں وہ محبوب خدا ہیں، ان کا ظاہر اور ہے باطن اور ہے۔ ان کا مجاز اور ہے حقیقت اور ہے جسطرح حنا کی پتیوں کا ظاہر ہرا اور باطن سُرخ ہے۔ اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم لامکاں کی منزل میں تشریف لارہے ہیں تم کو حیرت کیوں ہے۔ لامکاں کی منزل تو ان کا مکاں ہے۔ لہٰذا لامکاں میں آنے پر تعجب نہیں ہونا چاہئے بلکہ لامکاں چھوڑ کر مکاں کی منزل میں مصطفےٰ گئے کیسے؟ اس پر تعجب ہونا چاہئے جسکی دلیل میں خود قرآن کا کہنا ہے کہ والنجم اذا ھوی۔ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ نجم سے مراد سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ لہٰذا ترجمہ یہ ہوا کہ قسم ہے تارہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جبکہ وہ لامکاں کی منزل کو چھوڑ کر مکاں کی منزل میں تشریف لے آئے۔

اب معترض گروہ نے پھر ایک سوال پیش کیا کہ سدرۃ المنتہیٰ

اور عرش معلیٰ تک فرشتگانِ بارگاہ الٰہی جلو میں ہوں گے جن کی وجہ سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی منزل طے فرماتے ہوئے آگے بڑھتے رہیں گے۔ مگر جہاں سے یہ سارے فرشتے علیحدہ ہو جائیں گے، پھر ان کی رہبری کرنے والا کون ہوگا؟ ظاہر بات ہے کہ لامکاں کی منزل میں جانے کیلئے بڑی پرپیچ ڈگر سے گزرنا پڑے گا۔ راہ پُرخطر اور منزل پیچ و خم سے خالی نہیں ہے۔ لہٰذا اب ان کی رہبری کون کریگا۔

جواب دیا۔ تمہیں معلوم نہیں، سرکار دو عالم سراپا نور بھی ہیں اور نور کی منزل لامکاں ہے۔ لہٰذا لامکاں سرکار کا مکان ہے، یہ ساری منزلیں اور راستے ان کے دیکھے ہوئے ہیں۔ سرکار کے لئے کسی رہبر کی ضرورت نہیں۔ نہ زمین سے آسمان تک نہ آسمان سے زمین تک۔ بظاہر جبریل سدرہ اور دیگر ملائکہ حاشیہ برداری میں رہے، وہ تو صرف اپنے منفعت اور اپنا حق غلامی ادا کرنے کیلئے ورنہ سرکار کو جبریل سدرہ کی ضرورت ہے نہ کسی اور فرشتہ کی۔

سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم لوازماتِ بشری کے ساتھ عرش معلیٰ پر پہنچے اور وہاں سے لامکاں کی منزل پر پہنچا ہے۔ اسی مقام پر سارے بشری سامان کو اُتارا اور حقیقت نوری میں ہو کر اپنے مکان میں پہنچے۔ اس میں کسی کو کیا انکار ہو سکتا ہے۔ اگر کوئی شخص بمبئی سے اپنے مکان آتا ہے تو کسی کو اعتراض نہیں ہوتا۔ مصطفےٰ اگر اپنے مکان جو منزل لامکاں ہے تشریف لے گئے تو اس پر کسی کو اعتراض کا حق کیا ہے۔ —————— اس کے بعد

ناظرین کرام فیصلہ فرمائیں کہ حضور بشر ہیں یا نور؟ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ حضورؐ کو بشر کیسے کہہ دیا جائے، جبکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ایسے ایسے کمالات کے جامع جو بشر کے وہم و گمان سے بہت بالاتر ہے کسی انسان کے ذہن کی رسائی سرکار کے مراتب علیا تک نہیں ہو سکتی۔ جب رسائی نہیں ہو سکتی تو سرکار کو مطلق بشر کہنے کی کوئی صورت بھی سمجھ میں نہیں آتی جیسا کہ اعلیحضرت محدث اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ شانِ رسالت میں مداح ہیں۔ :

سراپا حق سراپا نور بے سایہ زسر تا پا
بشر کہنے کی کچھ صورت نہیں معلوم ہوتی

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب منزل لامکاں میں تشریف لے گئے، ارشاد باری ہوا ادن یا احمد ادن یا محمد ادن یا خیر البریہ قریب ہو اے احمد قریب ہو اے محمدؐ قریب ہو اے سارے جہاں سے بہتر، چنانچہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب سے اتنے قریب ہوئے اتنے قریب ہوئے کہ دو کمان کے قاب ہو گئے، چنانچہ قرآن فرماتا ہے ثم دنیٰ فتدلیٰ۔ فکان قوسین او ادنیٰ۔

مضمون کی طوالت کے پیش نظر قاب کی تفصیل میں نہیں پڑنا ہے بس اتنا سمجھ لیجیئے کہ قاب وہ ہے جس کا تعلق کمان سے ہوتا ہے اور سرکار دو کمان کے قاب ہیں۔ ایک کمان وجوب۔ ایک کمان امکان۔ لہٰذا سرکار کا تعلق کمان وجوب اور امکان دونوں سے ہے جس کا

مطلب یہ ہوا کہ اگر کوئی شئ عالم امکان سے عالم وجوب کی طرف ترقی کرے گی تو اسی قاب سے ہو کر گذرنا ہوگا۔ اور اگر کوئی شئ عالم وجوب سے نازل کی جائے گی تو اس کے نزول کے لئے بھی قاب واسطہ ثابت ہوگا۔ اس قاب کے واسطہ کے بغیر کوئی چیز ادھر سے ادھر جا سکتی ہے اور نہ ادھر سے کوئی چیز ادھر آسکتی ہے۔ اس تحریر سے یہ بات ثابت ہوی کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر ہمارا کوئی کام نہیں چل سکتا۔ نہ عالم وجوب کی کوئی چیز ہم کو حاصل ہو سکتی ہے اور نہ ہماری دعاؤں کے الفاظ عالم وجوب تک پہنچ سکتے ہیں کیونکہ سرکار کا تعلق خالق سے بھی ہے اور مخلوق سے بھی ہے جیسا کہ کسی شاعر نے کیا ہی خوب کہا ہے۔

اُدھر اللہ سے واصل، ادھر مخلوق میں شامل
خواص اس برزخ کبریٰ میں ہے حرفِ مشدد کا

غرض ہر مقام اور منزل پر اگر سہارا اور کوئی واسطہ ہے تو وہ صرف سرکار کی ذاتِ مقدسہ ہے۔ معاندین اپنے بغض وعناد کی وجہ سے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں جو چاہیں کہہ لیں مگر ہر جگہ سرکار ہی سے سابقہ پڑے گا اور انہی کے دامن کرم کے سہارے ہماری منزل مقصود سامنے ہوگی۔

تم آج ان پہ ہنسو کل مگر خدا کے حضور
بغیر ان کے کوئی کام چل نہیں سکتا

سرکار جب اس قرب خاص میں پہنچے جہاں محب و محبوب صرف دو ہی ذاتیں ہیں، تیسرا کوئی نہیں۔ محب و محبوب کے درمیان کیا باتیں ہوئیں، کتنے مراحل طے کئے گئے کچھ پتہ نہیں۔ راز راز ہی میں رہا۔ بھید بھید ہی میں رہا۔ چنانچہ قرآن پاک کا ارشاد ہے فاوحی الی عبدہ ما اوحی پس وحی کی ان کے رب نے اپنے محبوب کی طرف جو وحی کی اس مختصر سی تحریر کے بعد یہ بات ثابت ہوگئی کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی مکان میں رہے اور کبھی لامکاں میں رہے۔ یہ تو سرکار کا فضل اور ان کی مہربانی ہی تھی جو اس عالم میں تشریف لائے کسی شاعر نے بڑے مزے کی بات کہی۔

وہ ہر عالم کے رحمت ہیں کسی عالم میں رہ جاتے
یہ انکی مہربانی ہے جو یہ عالم پسند آیا

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور اطاعت پر قائم و دائم رکھے اور دنیا سے گذر جانے کے بعد جب قبر کی تاریک کوٹھڑی میں پہنچیں تو جمال پاک مصطفےٰ ہماری نگاہوں کے سامنے ہو اور ہمارا سرِ نیاز قدم ناز مصطفےٰ پر جھک جائے۔ اور سرکار ایک نگاہ کرم فرما دیں جس سے ہماری نجات ہو جائے۔ آمین

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ وازواجہ وذریتہ واولیاء ملتہ وعلماء امتہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وبہ نستعین

کیا شفاعت برحق ہے؟

از: افضل العلماء مولوی کے لیس محمد صبغۃ اللہ صاحب لطیفی مدرس
دار العلوم لطیفیہ مکان حضرت قطب ویلور قدس سرہٗ

هُوَ الْحَبِيبُ الَّذِي تُرْجَى شَفَاعَتُهُ
لِكُلِّ هَوْلٍ مِنَ الْأَهْوَالِ مُقْتَحِمِ

(ترجمہ) وہی ہیں اللہ کے ایسے حبیب کہ ان کی شفاعت کی امید ہے ہر آنے والے خوف کے وقت

کائنات کی ہر شئے آمادۂ زوال ہے۔ اسی فنا اور اختتام کا دوسرا نام قیامت ہے۔ دنیا و مافیہا کے فنا ہونے کے بعد ایک وقت ایسا آئے گا کہ تمام مُردوں کو زندہ کر کے میدان حشر میں جمع کیا جائے گا تاکہ ان کے اعمال کا محاسبہ کیا جا سکے۔ ایسے نفسی نفسی کے عالم میں ہر شخص اپنی زندگی کے نامۂ اعمال کو دیکھ کر حیران و ششدر رہ جائیگا اور سوچنے پر مجبور ہو جائے گا۔ کہ وہ کونسی ایسی سبیل ہے جو ایسی عظیم مصیبت سے نجات دلا سکے گی۔ یہ انسانی فطرت کا تقاضا ہے کہ دنیا میں بھی اگر کوئی شخص کسی جرم کا مرتکب ہو جاتا ہے تو دنیاوی عدالت میں براہ راست پہنچنا ناممکن نہیں تو دشوار عظیم ضرور ہے۔ لہٰذا وکیل ومختار کے دامن کا سہارا لیکر عدالت دنیا میں پہنچتا ہے۔ ایسے ہی جب تمام اہل محشر رب العالمین کے قہر و جلال کو دیکھ کر خوف زدہ ہونگے۔ آخر منجانب اللہ حاشیۂ خیال میں یہ بات آئیگی کہ ہم کسی وسیلہ کے بغیر اس عذاب سے نجات نہیں حاصل کر سکتے، چنانچہ آیات قرآنی و احادیث نبویہ اس پر شاہد و گواہ ہیں مختصراً اور اجمالاً آپ حضرات کے پیش نظر کر رہا ہوں۔

ارشاد باری ہے مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ (. . .) کون ہے اسکی بارگاہ میں اسکی اجازت کے بغیر کسی کی شفاعت کر سکے۔ اس مختصر آیت کی تفسیر سے ثابت ہوتا ہے کہ اس میں مشرکین کا رد ہے جن کو گمان تھا کہ بت شفاعت کریں گے انہیں بتایا گیا اور ہوشیار کر دیا گیا کہ کفار کے لئے شفاعت نہیں۔ عدالت خداوندی میں اور اسکی بارگاہ میں سوائے ان لوگوں کے کہ جن کو رب العٰلمین اجازت مرحمت فرمادیگا، جن کو اجازت دی گئی وہ انبیاء و ملائکہ و مومنین صالحین ہیں۔

شفاعت کی تصدیق اور اثبات پر ایک اور آیت گواہ ہے۔ يَوْمَئِذٍ لَّا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَٰنُ وَرَضِيَ لَهُ قَوْلًا (. .)
اس دن کسی کی شفاعت کام نہ دیگی مگر اس کی جسے رحمان نے اجازت دی ہے اور اسکی بات پسند فرمائی ہے۔ مطلب یہ ہے

کہ اسکی سفارش چلے گی جسکو خدائے واحد قہار کی طرف
سے شفاعت کی اجازت ملے (دونوں آیتوں سے ثابت ہوا
کہ شفاعت برحق ہے) اور آیت لَا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ
عِندَهُ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُ سے تو انبیاء، ملائکہ،
مومنین صالحین کی شفاعت کا حکم بھی نصف النہار کی طرح
روشن ہو رہا ہے اور یہ آیت دلالت کرتی ہے لَا يَتَكَلَّمُونَ
إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَٰنُ وَقَالَ صَوَابًا
کوئی بات نہ کر سکے گا مگر جسے رحمٰن نے اجازت دی ہے اور اس نے
ٹھیک بات کہی۔ مولانا شبیر احمد عثمانی جو لکھتے ہیں دربار خداوندی
میں جو بولیگا اس کے حکم سے بولیگا اور بات بھی وہی کریگا
جو ٹھیک اور معقول ہو مثلاً کسی غیر مستحق کی سفارش نہ
کریگا۔ سفارش کے مستحق وہی ہیں جنہوں نے دنیا میں سب
باتوں سے زیادہ ٹھیک بات کہی تھی یعنی لَا إِلٰهَ إِلَّا
اللهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ (یہ آیت کی تفسیر سے یہ بھی
سبق حاصل ہوا کہ جن کو رب العالمین اذن و اجازت
دیگا وہ جس کی شفاعت فرمائیں گے اس کو یقیناً بچھاتے
ہوں گے ورنہ غیر مشفوع لہ کی شفاعت کا احتمال ہے)
نیز ارشاد ربانی ہے وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذ ظَّلَمُوا
أَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ
لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا ۝
اور اگر وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے
حضور حاضر ہوں، پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول انکی
شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا

مہربان پائیں"۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ بارگاہ الٰہی
میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ اور آپ کی شفاعت
کارِ براری کا ذریعہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات
کے بعد ایک اعرابی روضۂ اقدس پر حاضر ہوا اور روضہ
شریف کی خاک پاک اپنے سر پر ڈالی اور عرض کرنے لگا
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو آپؐ نے فرمایا ہم نے
سنا اور جو آپ پر نازل ہوا اس میں یہ آیت بھی ہے،
ولو انہم اذ ظلموا الخ میں نے بیشک اپنی جان
پر ظلم کیا اور میں آپؐ کے حضور رسول اللہ سے اپنے گناہ
کی بخشش چاہنے کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ میرے رب سے
میرے گناہ کی بخشش کرائیے۔ اس پر قبر شریف سے
ندا آئی کہ تیری بخشش کی گئی۔
شفاعت کا ثبوت ایک اور آیت سے بھی ملتا
ہے جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے وَإِذَا حُيِّيتُم
بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا
اور جب کوئی تم کو دعا دیوے تو تم بھی دعا دو اس سے
بہتر یا وہی کہو الٹ کر بے شک اللہ تبارک و تعالیٰ ہر چیز
کا حساب کرنے والا ہے"۔ یعنی کسی مسلمان کو سلام کرنا
یا دعا دینا درحقیقت اللہ سے اسکی شفاعت کرنا ہے۔
تو حق سبحانہٗ و تعالیٰ شفاعت حسنہ کی ایک خاص صورت کو
جو مسلمانوں میں شائع ذائع ہے صراحت کے ساتھ بیان
فرماتا ہے کہ جب کوئی اے مسلمانوں تم کو دعا دے یا
سلام کرے تو تم کو بھی اس کا جواب ضرور دینا چاہیئے

یا تو وہی کلمہ تم بھی اس کو کہو یا اس سے بہتر مثلاً کسی نے کہا السلام علیکم تو واجب ہے تم پہ کہ اس کے جواب میں وعلیکم السلام کہو اور زیادہ ثواب چاہو تو ورحمۃ اللہ بھی بڑھا دو اور اگر اس نے یہ بھی بڑھایا ہو تو تم وبرکاتہ زیادہ کرو۔ اللہ کے یہاں ہر چیز کا حساب ہوگا اور اس کی جزا ملے گی۔ سلام اور اس کا جواب بھی اسمیں آگیا۔

فائدہ

اس سے شفاعتِ حسنہ کی پوری ترغیب ہوگئی اور شفاعتِ سیئہ کی خرابی اور مضرت معلوم ہوگئی۔ کیونکہ جو شفاعت حسنہ کریگا اس کو اللہ تعالیٰ ثواب دیگا اور جس کو شفاعت کی ہے اس پر اس کے ساتھ حسن سلوک اور مکافات کا حکم صادر فرمایا۔ بخلاف شفاعت سیئہ کے بجز معصیت اور محرومی کے کچھ نہ ہوگا۔

(مولانا شبیر احمد عثمانی)

عقائد کی مشہور و معروف کتاب عقائد نسفی میں مرقوم ہے اَلشَّفَاعَۃُ ثَابِتَۃٌ لِلرُّسُلِ، وَالْاَخْیَارِ فِیْ حَقِّ اَھْلِ الْکَبَائِرِ بِالْمُسْتَفِیْضِ مِنَ الْاَخْبَارِ یعنی انبیا علیہم السلام اور بزرگانِ دین کا شفاعت کرنا گنہگاروں کے لئے مشہور احادیث سے ثابت ہے۔

ایک ہزار سال پیشتر جماعتِ معتزلہ نے شفاعت سے انکار کیا تھا۔ آج بھی وہی معتزلہ اسلامیت کا لبادہ اوڑھ کر امتِ مسلمہ میں غلط عقائد اور فاسد معتقدات سے انتشار پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ فَمَا تَنْفَعُھُمْ شَفَاعَۃُ الشَّافِعِیْنَ (ترجمہ) اور پھر شافعوں کی شفاعت ان کو نفع دہ نہ ہوگی، اور وَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ حَمِیْمٍ وَّلَا شَفِیْعٍ یُّطَاعُ (ترجمہ) اور اس سے شفاعت قبول نہیں کی جائے گی اور ظالموں کے لئے نہ کوئی دوست اور نہ کوئی شفیع ہے۔

جماعت معتزلہ ان آیات سے استدلال کرتی ہے کہ شفاعت نہیں ہوگی ان کا یہ غلط استدلال ہے۔ مذکورہ آیات عام نہیں ہیں بلکہ کفار کے ساتھ خاص ہیں۔ ان میں کفار کی بُری حالت بیان کی گئی ہے کہ ان کو حشر کے دن کوئی فائدہ پہنچانے والا نہیں ہوگا۔ عفو اور شفاعت قطعی اور یقینی دلائل یعنی کتاب اللہ حدیث اور اجماع امت سے ثابت ہے۔ پھر معتزلہ کہتے ہیں کہ عفو تو صغیرہ گناہوں کا ہوگا اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں جسکو وہ اجازت دیگا شفاعت کریں گے صغیرہ کی تخصیص نہیں اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے شَفَاعَتِیْ لِاَھْلِ الْکَبَائِرِ مِنْ اُمَّتِیْ یعنی میری شفاعت اہل کبائر کے لئے ہے۔ یہ حدیث مشہور ہے۔

مذکورۂ بالا آیات وتفاسیر وعقائد سے واضح اور روشن ہوگیا کہ انبیاء اولیاء اور شہداء صالحین مومنین شفاعت کریں گے اور ان کی سفارش مقبول ہوگی مگر مناسب یہ سمجھتا ہوں کہ چند آیات، وہ

بھی ناظرین کرام کے پیش نظر کردوں جن سے بظاہر انکار
شفاعت کا شائبہ ہوتا ہے، مثلاً قرآن کی یہ آیت وما
لنا من شافعین ولا صدیق حمیم (ترجمہ) ہمارا
کوئی سفارشی نہیں اور نہ کوئی غمخوار دوست۔

جیسے کہ مومنین کے لئے انبیأ اولیأ اور ملائکہ و
مومنین شفاعت کرنے والے ہیں۔ جو کام آئے۔ یہ بات کفار
اس وقت کہیں گے جب دیکھینگے انبیاء اولیاء اور ملائکہ
صالحین ایمانداروں کی شفاعت کر رہے ہیں اور ان کی
دوستی دستگیری کام آرہی ہیں۔ حدیث شریف میں ہے
کہ جنتی کہیگا میرے فلاں دوست کا کیا حال ہے، اور وہ
دوست گناہوں کی وجہ سے جہنم میں ہوگا۔ اللہ تعالےٰ
فرمائے گا کہ اس کے دوست کو نکالو اور جنت میں داخل
کرو تو جو لوگ جہنم میں باقی رہ جائیں گے وہ یہ کہیں گے
کہ ہمارا کوئی سفارشی نہیں ہے! اور نہ کوئی غمخوار دوست
حضرت حسن رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ایماندار دوست
بڑھاؤ کیونکہ وہ روز قیامت میں شفاعت کریں گے اس
آیت سے ثابت ہوا کہ کفار مشرکین کیلئے کوئی حمایتی وسفارشی
نہ ہوگا چنانچہ جنت میں اور جہنم میں داخل ہونے کے بعد، یا
اس سے قبل کفار مشرکین شیطان کو پکاریں گے جیسا کہ آیت
وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ
وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ
الخ (ترجمہ) اور شیطان نے کہا جب فیصل ہو چکا سب کام بیشک
اللہ تعالیٰ نے تم کو دیا تھا سچا وعدہ اور میں نے تم سے وعدہ
کیا پھر جھوٹا کیا"۔

مولانا شبیر احمد عثمانی اس آیت کی تفسیر
تفصیلاً یوں لکھتے ہیں کہ حساب وکتاب کے بعد جنتیوں
کے جنت میں اور دوزخیوں کے دوزخ میں جانے کا فیصلہ
ہو چکے گا اس وقت کفار دوزخ میں جانے کے بعد،
یا داخل ہونے سے پہلے ابلیس لعین کو الزام دیں گے
کہ مردود تو نے دنیا میں ہماری راہ ماری اور اس
مصیبت میں گرفتار کرایا۔ اب کوئی تدبیر مثلاً سفارش
وغیرہ کا انتظام کر تاکہ عذاب الٰہی سے رہائی ملے،
تب ابلیس لعین لیکچر دیگا جس کا حاصل یہ ہے کہ بیشک
حق تعالیٰ نے صادق القول پیغمبروں کے توسط
سے ثواب عقاب اور دوزخ وجنت کے متعلق سچے
وعدے کئے تھے جن کی سچائی دنیا میں دلائل وبراہین
سے ثابت تھی اور آج مشاہدے سے ثابت ہے، میں نے
اس کے بالمقابل جھوٹی باتیں کہیں۔ اور جھوٹے
وعدے کئے جن کا جھوٹ ہونا وہاں بھی ادنیٰ فکر و
تامل سے واضح ہو سکتا تھا اور یہاں تو آنکھ کے
سامنے ہے۔ میرے پاس نہ حجت وبرہان کی قوت
تھی نہ ایسی طاقت رکھتا تھا کہ زبردستی تم کو ایک
جھوٹی بات کے ماننے پر مجبور کر دیتا۔ بلاشبہ میں نے
بدی کی تحریک کی اور تم کو اپنے مشن کی طرف بلایا
تم جھپٹ کر خوشی سے آئے اور میں نے جدھر
شہ دی اُدھر ہی اپنی رضا ورغبت سے چل پڑے

اگر میں نے اغوا کیا تھا تو تم ایسے اندھے کیوں بن گئے کہ نہ دلیل سنی نہ دعوے کو پرکھا۔ آنکھیں بند کرکے پیچھے ہو لئے۔ انصاف یہ ہے کہ مجھ سے زیادہ تم اپنے نفسوں پر ملامت کرو۔ کسی شاعر نے کیا ہی خوب کہا ہے۔ ؎

کیا ہنسی آتی ہے مجھکو حضرت انسان پر
فعل بد تو خود کرے لعنت کرے شیطان پر

میرا جرم اغوا بجائے خود رہا لیکن مجھے مجرم گردان کر تم کیسے بری ہو سکتے ہو۔ آج تم کو مدد دینا تو درکنار خود تم سے مدد لینا بھی ممکن نہیں۔ ہم اور تم دونوں اپنے اپنے جرم کے موافق سزائیں پکڑے ہوئے ہیں۔ کوئی ایک دوسرے کی فریاد کو نہیں پہنچ سکتا۔ تم نے اپنی حماقت سے دنیا میں مجھ کو خدائی کا شریک ٹھہرایا۔ (یعنی بعض تو براہ راست شیطان کی عبادت کرنے لگے اور بہتوں نے میری باتوں کو اسی طرح مانا اور اس کے احکام کے سامنے اس طرح سر تسلیم خم کیا جو خدائی احکام کے آگے کرنا چاہئے تھا۔) بہرحال اپنے جہل و بغاوت سے جو شرک تم نے کیا تھا اسوقت میں اس سے منکر اور بیزار ہوں۔ "بما اشرکتمونی" میں بائے سببیت لیکر یہ مطلب ہو کہ تم نے مجھ کو خدائی کا رتبہ دیا، اس سبب سے میں بھی کافر بنا۔ اگر میری بات کوئی نہ پوچھتا تو میں کفر و طغیان کے اس درجہ میں کہاں پہنچتا۔ اب ہر ایک ظالم اور مشرک کو اپنے کئے کی سزا دردناک عذاب کی صورت میں بھگتنا چاہئے۔ شور مچانے اور الزام دینے سے کچھ حاصل نہیں۔ ارشاد باری ہے وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْئًا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ (ترجمہ) اور اُس دن کا خوف کرو جس میں کوئی شخص کسی کے کام نہیں آئے گا اور نہ اسکی طرف سے سفارش قبول کیجائے گی اور نہ اسکی طرف سے بدلہ مل سکتا ہے اور نہ ہی انکو تائید ملے گی۔

طوالت سے بچنے کے لئے مذکورہ آیت کریمہ کی تفسیر بطور اختصار سپرد قلم کرتا ہوں۔ مزید تفصیل کے لئے تفاسیر کی جانب رجوع کریں۔ خلاصۂ تفسیر مذکورہ آیت کے چاروں صورتوں میں کسی صورت سے نفع نہیں پہنچ سکتا۔ بنی اسرائیل کہتے تھے کہ ہم کتنے ہی گناہ کا ارتکاب کریں لیکن ہم پر عذاب نہیں ہوگا۔ ہمارے باپ دادا جو پیغمبر ہیں ہمیں بخشوا لیں گے۔ محض اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کے اس نظریہ کی تردید کے لئے کہہ رہا ہے کہ تمہارا یہ خیال غلط ہے۔ لیکن اس آیت کریمہ سے اس شفاعت کا انکار نہیں نکلتا جس کے اہلسنّت قائل ہیں۔ ان آیات و تفاسیر سے بھی واضح ہو گیا کہ دشمنان دین عدو اللہ کا قیامت کے دن کوئی حمایتی نہ ہوگا۔

اب میں یہاں آپ حضرات کی توجہ ارشاد نبویہ کی طرف مبذول کروانا چاہتا ہوں، احادیث کے مضامین اس کی وضاحت کر رہے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ شفاعت کا دروازہ کھل جانے کے بعد اور انبیا علیہم السلام ملائکہ عظام وغیرہ سفارشیں کرینگے۔ جب

رب العالمین حشر قائم فرمائیگا تو تمام اولین و آخرین میدان محشر میں حاضر ہونگے، وہ انتظار حساب جو سخت پریشان کن ہوگا، تنگ آکر لوگ تمنائیں کرینگے کاش جہنم میں پھینک دئے جاتے اور اس انتظار سے نجات پاتے۔ اس بلا سے چھٹکارا کفار کو بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت ملیگا۔ اسی کا نام مقام محمود وشفاعت کبریٰ ہے۔

جب کوئی پیغمبر نہ بول سکیگا اسوقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تبارک وتعالیٰ سے عرض کرکے تمام کو تکالیف سے چھڑائیں گے۔ اسوقت ہر شخص کی زبان پر آپ کی حمد (تعریف) ہوگی اور حق سبحانہ وتعالیٰ بھی آپ کی تعریف کریگا۔ شان محمدیت کا پورا پورا ظہور اس وقت ہوگا۔ (تنبیہ) مقام محمود کی یہ تفسیر صحیح حدیثوں میں آئی ہے اور بخاری مسلم ودیگر کتب حدیث میں شفاعت کبریٰ کا بیان موجود ہے۔ شارحین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اس قسم کی شفاعتیں ثابت کی ہیں۔ میدان محشر میں کچھ نمائندے حضرت آدم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہونگے اور عرض کرینگے کہ اپنے رب سے اپنی سفارش کردیجئے کہ ہمیں اس حالت سے چھٹکارا ملے۔ حضرت آدمؑ فرمائیں گے کہ میں اس کام کے لائق نہیں ہوں لہٰذا تم نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ کہ وہ پہلے پیغمبر بڑی دعوت والے ہیں، یہاں تک کہ لوگ سلسلہ وار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہونگے اور درخواست شفاعت کی کریں گے۔ آپ اس وقت مستعد ہو کے فرمائیں گے اِنّی لھَا اِنّی لھَا میں اس کام کے لئے ہوں اور آپ اس وقت بارگاہ ایزدی میں سجدہ ریز ہو جائیں گے اور اللہ کی حمد بیان کرینگے۔ آپؐ نے فرمایا میں اس وقت اللہ تعالیٰ کی ایسی تعریف وثنا کروں گا کہ اس وقت میرے ذہن میں نہیں ہیں۔ اسی وقت خدا تعالیٰ میرے دل میں ڈالیگا اور جتنی دیر خدائے تعالیٰ چاہے گا میں سجدے میں رہوں گا پھر اللہ تعالیٰ فرماویگا۔ یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اِرْفَعْ رَأْسَكَ سَلْ تُعْطَ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ (ترجمہ) اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سر اٹھاؤ جو تم مانگو گے ملیگا اور جس کی شفاعت کروگے قبول ہوگی۔ سبحان اللہ! کیا رتبہ ہے ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسے وقت میں کہ اللہ تعالیٰ غضبناک ہوگا اور سب اولوالعزم انبیائے کرام نفسی نفسی کہتے ہوں گے ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ ایسا کلمہ فرمائے گا جیسا کہ کمال خوشی ورضامندی میں بادشاہ اپنے تابعین اور مقربین سے ارشاد فرماتے ہیں کہ مانگ کیا مانگتا ہے اس وقت آپ سر اٹھائیں گے۔ اور کہیں گے یَا رَبِّ اُمَّتِیْ اُمَّتِیْ اور آپ اپنی امت کے لئے درخواست کریں گے۔ چونکہ واقعہ مشہور ومعروف ہے۔ حدیث بہت ہی طول وطویل ہے۔ اس وجہ سے اس کا خلاصہ حاضر خدمت ہے۔ اس حدیث سے یہ سبق حاصل ہوتا ہے کہ سارے انبیاء کرام نے اِذْهَبُوْا اِلٰی غَیْرِیْ ارشاد فرمایا کسی نبی نے یہ نہیں فرمایا اِذْهَبُوْا اِلٰی رَبِّیْ سب نے غیر خدا کی طرف رہبری فرمائی۔ معلوم نہیں فتاویٰ رشیدیہ میں کیسے لکھ دیا کہ غیر خدا سے مدد مانگنا نبی ہو یا ولی شرک ہے۔ حالانکہ مولانا شبیر احمد عثمانی

دیوبندی ایاک نعبد وایاک نستعین کی تفسیر میں لکھتے ہیں، اس آیت شریفہ سے معلوم ہوا کہ اس کی ذات پاک کے سوا کسی سے حقیقت میں مدد مانگنی بالکل ناجائز ہے، ہاں اگر کسی مقبول بندہ کو محض واسطہ رحمت الٰہی اور غیر مستقل سمجھ کر استعانت ظاہری اس سے کرے تو یہ جائز ہے کہ یہ استعانت درحقیقت حق تعالیٰ ہی سے استعانت ہے۔

قصیدۂ بردہ شریف میں امام بوصیری علیہ الرحمہ کا یہ شعر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رحمت عالم ہونے کی گواہی دیتا ہے۔

حَاشَاهُ أَنْ يُحْرَمَ الرَّاجِيْ مَكَارِمَهُ
أَوْ يَرْجِعُ الْجَارُ مِنْهُ غَيْرَ مُحْتَرَمٍ

(ترجمہ) حاشا اللہ کہ آپ کا امیدوار بخششوں سے محروم رہے، یہ ممکن نہیں کہ آپ کا پناہ گزیں بے عزت و بے توقیر آپ کے در سے لوٹ جائے۔

بخاری شریف میں حدیث عمران بن حصین سے روایت ہے کہتے ہیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک گروہ میری امت میں سے میری شفاعت سے دوزخ سے نکالا جائے گا جن کو جہنمیوں کے نام سے یاد کیا جائے گا یعنی یہ ان کی توہین اور تنخیص نہ ہوگی بلکہ جہنم سے نکالے جانے کی وجہ سے ان کا یہ نام پڑ جائے گا جو ان کے خوشی کا باعث ہوگا۔ یا اللہ کے کرم کو یاد دلائے گا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری شفاعت میری امت کے ان لوگوں کے حق میں ہوگی جو کبیرہ گناہوں کے مرتکب ہوں گے (ترمذی وابوداؤد)

اس قسم کے حدیثوں سے نڈر اور بے خوف ہو کر گناہوں پر اور زیادہ جری ہو جانا ایک احمقانہ حرکت کے مترادف ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے معلوم ہوتا ہے کہ جو اپنے کثرت گناہ کی وجہ سے مایوس و ناامید ہو نا ناقابل مغفرت اپنے کو تصور کر رہا ہے اس کو رحمت عالم تسلی دے رہے ہیں، میں اس کی شفاعت کروں گا۔

اور ایک حدیث میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ قیامت میں تین طرح کے لوگ شفاعت کریں گے۔ انبیاء علیہم السلام پھر دین کا علم رکھنے والا پھر شہداً۔ حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تین گروہوں کے علاوہ کوئی دوسرے کسی شخص کی شفاعت نہ کر سکے گا بلکہ مطلب یہ ہے کہ خاص شفاعت انہیں تین گروہ والوں کی ہوگی۔ لیکن ان کے علاوہ صالحین کو بھی شفاعت کی اجازت ملیگی جیسا کہ دوسری احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ چھوٹے بچے بھی اپنے ماں باپ کی شفاعت کریں گے۔ حاصل کلام آنحضور کی شفاعت گنہگاروں کے حق میں ہوگی۔ اس میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں، شفاعت برحق ہے اس کا انکار ہی نہیں کیا جا سکتا۔

ہم مسلمانوں کو چاہیئے کہ اپنے عقائد کو درست رکھیں ہم اپنے اعمال پر نجات کا تصور ہی نہیں کر سکتے۔ لہٰذا ہمیں دامن مصطفٰے کو تھامنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں آپکی شفاعت سے محروم نہ رکھے۔ آمین بجاہ سید المرسلین وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

صوفیائے کرام اور اردو

از
حافظ محمد بشیر الحق قریشی
(ادھونی آندھرا)
ادیب فاضل
(مدراس یونیورسٹی)
متعلم جماعت ششم
دار العلوم لطیفیہ
حضرت مکان
ویلور

زبان اُردو کا لہلہاتا ہُوا سرسبز و شاداب باغ کسی ایک مالی کی آبیاری کا مرہون منّت نہیں جسطرح مسلمانوں نے اسے خون دل سے سینچا اور اس کو علمی و ادبی گل بوٹوں سے مزیّن کرنے میں زمین اور آسمان کے قلابے ملا دئے، اسی طرح ہندؤوں عیسائیوں سکھوں فقیروں بادشاہوں نے بھی اس گلستان کی حفاظت میں اپنے لہو کو پانی کی طرح بہایا ہے اور آج ان تمام کی عرق ریزی و جان کاہی یہ رنگ لائی کہ اردو زبان ایک ایسے برگ و بار اور تناور درخت کی شکل کر گئی ہے کہ جس کی پُرکیف ہوا سے دنیائے ادب خوشبو میں بسی ہُوی ہے۔ اُردو ایک سیکولر زبان ہے جس کا رشتہ کسی ایک قوم، خاندان فرقہ سے منسلک کرنا تاریخ کو رسوا کرنے کے مترادف ہوگا۔ آج اردو زبان اور اس کا ادب جمہوری حیثیت کا علمبردار ہے۔

اردو زبان کی نشو ونما، ارتقا اور ترقی، نشر و اشاعت میں بہتوں نے حصہ لیا لیکن حضرات صوفیائے کرام نے اس کے حسن و زیبائش بناؤ سنگھار میں جس شغف اور دلچسپی کا مظاہرہ کیا یہ انہیں کا حصہ ہے۔ اردو زبان کبھی ان خرقہ پوشوں کے احسانات سے سبکدوش نہیں ہو سکتی۔

اُردو زبان کے اوّلین شاعر اور ادیب یہی حضرات قرار دئے جا سکتے ہیں۔ اتنا ہی نہیں بلکہ اس زبان کا پہلا شاعر بھی دنیائے تصوف کا متوالا ہے، جس کو ہم حضرت امیر خسروؒ کے نام سے جانتے ہیں۔ مزید طرفہ طرازی دیکھئے کہ اس کے پہلے نثر نگار[1] (بندہ نواز گیسو درازؒ) جو ٹھہرے وہ بھی ایک صوفی منش شخصیت ہے۔ آسمان اُردو پر دیگر قوموں خاندانوں، گروہوں کی خدمات ستاروں جیسی ہیں تو صوفیوں کی خدمات چاند کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اردو لٹریچر میں ان بزرگوں کی خدمات اس لئے اہمیت اور وقعت کی حامل ہیں کہ دوسروں کی بہ نسبت ان کے حصہ میں ایک ایسی زبان ملی جو محض ایک شیر خوار بچّہ کی حیثیت رکھتی تھی۔ سب سے پہلے ان ہی ادباء اور شعرائنے اسے گلے لگایا۔ پالا پوسا اور چونچال بنایا۔

---

[1] بعض لوگ شیخ عین الدین گنج العلم کو پہلا نثر نگار قرار دیتے ہیں۔ لیکن ابھی آپ کے رسائل معرض تحقیق و تدقیق میں ہیں۔ ولو بالفرض شیخ موصوف ہی کو پہلا ناثر قرار دیا جائے تو اس صورت میں بھی اردو کا پہلا نثر نگار صوفی ہی ہوگا۔ کیونکہ آپ بھی ایک صوفی گذرے ہیں۔

اُردو زبان کی پیدائش، ماخذ مولد و مسکن میں ماہرین لسانیات کا کافی اختلاف پایا جاتا ہے کیونکہ ہمارے ملک کی زمین ہمیشہ ہی سے مختلف اقوام کا آماجگاہ بنی رہی جس کی وجہ سے ہند مختلف بولیوں، تہذیبوں کا سنگم بنا رہا۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ یہاں کی تمام زبانوں میں باہم اختلاط ہوا جس سے صورتوں کی شناخت حسب نسب میں دشواری پیدا ہوگئی۔ ۷۱۲ء میں مسلمانوں نے علاقۂ سندھ پر اپنی حکومت کی داغ بیل ڈالی جس سے مسلمانوں اور ہندوؤں میں تعلقات استوار ہونے لگے اور گیارھویں صدی عیسوی میں ترکی فارسی بولنے والے مسلمان شمالی ہند میں داخل ہوئے اور کچھ لوگوں نے پنجاب کی راہ لی۔ اس طرح رفتہ رفتہ مسلمانوں نے ہند میں بود و باش اختیار کرلی اور یہاں کی تہذیب کلچر اور زبانوں میں دلچسپی لی اور ہندوؤں نے بھی مسلمانوں کے علوم و فنون کی جانب توجہ مرکوز کی۔ اسی میل جول اور باہمی ربط و ضبط سے اُردو کا خمیر تیار ہوا۔

اسکی اصل اور ماخذ میں دورِ جدید کے محققین، ڈاکٹر زور اور پروفیسر چیٹرجی کی تحقیق یہ ہے کہ اُردو کا سرچشمہ پراکرت[1] ہے۔ یہ تحقیق بہت حد تک درست کہی جاسکتی ہے۔ لیکن اس کے علاوہ ترکی، فارسی، عربی، سندھی نواح دہلی اور دوآبہ گنگا جمنا کے علاقوں میں بولی جانے والی زبانیں یہ سب اردو کے حق میں ماخذ اور سرچشمہ سے کم نہیں۔ اردو ان تمام سے استفادہ کی ہے۔ حاصل کلام اتنی بات تو قابل تسلیم ہے کہ اردو ہند و مسلم میل جول اور دیسی بدیسی زبانوں کی آمیزش اور امتزاج سے پیدا ہوئی۔ البتہ پہلے پہل اس کو ھندی کہا گیا۔ جب اس نئی نویلی زبان کا قافلہ دکن پہنچا تو دکنی کہلائی۔ ایک عرصہ تک ریختہ سے بھی موسوم رہی۔ اس کے بعد اس کا سفر شمال کی جانب ہوا اور دہلی میں اقامت پذیر ہوئی جہاں پر شاہجہاں نے " اُردوئے معلّٰی " کا خطاب دیا اور آج بھی یہ اپنے اسی لقب سے زندہ اور مشہور ہے۔

اردو اور صوفیائے کرام میں جو رشتہ داری قائم ہوئی وہ ایک عظیم اور اہم مقصد پر مبنی تھی۔ ان بزرگوں نے جب ہندوستان میں تبلیغ اسلام اور تزکیۂ نفس کی ٹھانی تو سب سے پہلے لسانی دشواری پیش آئی۔ مسلمان درویش اس گر سے خوب واقف تھے کہ پیغام رسانی کے لئے بنیادی چیز ہم زبانی ہے۔ اسی نظریہ کے تحت انہوں نے یہاں کی بولیاں سیکھیں اور اپنے اظہارِ خیال کیلئے اُردو کو ذریعہ بنایا۔ اور اسی میں رشد و ہدایت شروع کی۔ تاکہ خواص کے علاوہ عوام بھی حقائق و معارف کی شرح و بسط سمجھ سکیں۔ صوفیائے کرام کے اس اچھوتے اقدام کی ایک اہم افادیت یہ ثابت ہوئی کہ جہاں ان بزرگوں کو اپنے مشن میں کامیابی ہوئی وہاں یہ کمزور اور بے مایہ زبان بھی بتدریج ترقی کے زینہ پر چڑھنے لگی اور ایک حد تک سنوری، نکھری اور حسین رُوپ پائی۔ مذکورہ خیال کے مطابق حضرت سید شاہ ابوالحسن قربی قدس سرہٗ حضرت سید محمد اکبر حسینی قدس سرہٗ وَلی دکھنی کے نام لئے جاسکتے ہیں۔ ان بزرگوں کی نظم و نثر اتنی منجھی

[1] تفصیل کے لئے ہندوستانی لسانیات اور ہندوستانی صوتیات ملاحظہ فرمائیں ۱۲

ہوئی ہے کہ ذراسی ترمیم و اضافہ سے موجودہ ترقی یافتہ زبان سے میل کھا سکتی ہے۔ غرض سرزمین ہند میں بیشمار صوفیائے کرام و اولیائے عظام کے نام گنائے جا سکتے ہیں جن کی خدمات اردو ادب میں روشن ہیں۔ لیکن میں چند بزرگوں کی لسانی ادبی خدمات ضبطِ تحریر میں لے آؤں گا۔

حضرت امیر خسروؒ

آپ کی پیدائش ۱۲۳۶ء میں ہوئی۔ اردو کے پہلے شاعر ہونے کا فخر آپ ہی کو حاصل ہے۔ فارسی ہندی میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ چنانچہ آپ نے ان دونوں میں خوب شعر کہا ہے لیکن ہندی کلام ابھی تک دستیاب نہ ہو سکا۔ صرف بعض تذکروں میں چند اشعار موجود ہیں۔ آپ نے بے حساب پہیلیاں انملیاں دو سخنے وغیرہ کہے۔ اس کے علاوہ غزل میں بھی طبع آزمائی کی۔ خسرو ایک شاعر ہی نہیں بلکہ صاحب قلم اور فن موسیقی کے زبردست ماہر اور ایک عظیم فنکار بھی گذرے ہیں۔ آپ موسیقی کے بہت دلدادہ تھے جس کے اندر آپ نے بہت ساری جدتیں بھی کی ہیں۔ خالق باری مشہور کتاب آپ ہی کی یادگار ہے۔ حضرت امیر خسروؒ صاحب بیعت بھی گذرے ہیں۔ آپ محفل سماع کو پسند فرماتے تھے۔ آپ نے حضرت نظام الدین محبوب الٰہی علیہ الرحمہ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی۔ آپ کو اپنے پیر و مرشد کے ساتھ انتہا سے زیادہ محبت اور عقیدت تھی۔

پیر و مرشد کے انتقال کا اتنا صدمہ ہوا کہ "تارک الدنیا" ہو گئے اور اس کے چند ہی ایام بعد ۱۳۲۵ء میں سفرِ آخرت پسند فرمایا۔

نمونۂ کلام

بالا تھا جب سب کو بھایا
بڑا ہوا کچھ کام نہ آیا
خسرو کہہ دیا اس ناؤں
بوجھے نہیں تو چھوڑ دو گاؤں

شبانِ ہجراں دراز چوں زلف و روزِ وصلش چو عمر کوتاہ
سکھی پیا کو جو میں نہ دیکھوں تو کیسے کاٹوں اندھیری رتیاں

آپ کی زبان میں کوئی خاص خوبی نہیں پائی جاتی اس لئے کہ زبان کا آغاز ہے۔ اتنی بات مسلم ہے کہ خسرو اردو کے پہلے شاعر اور ادیب ہیں۔

حضرت بندہ نوازؒ

حضرت مخدوم سید محمد حسینی المعروف بہ خواجہ بندہ نواز گیسو دراز قدس سرہٗ ۱۳۲۱ھ کو عالمِ رنگ و بو میں تشریف لائے۔ آپ کا عہدِ طفولیت دہلی میں گذرا۔ تیمور کے حملۂ دہلی سے قبل اپنے وطن مالوف دہلی کو خیرباد کہہ کر گجرات ہوتے ہوئے گلبرگہ شریف میں فروکش ہوئے اور یہیں ۸۲۵ھ میں وفات ہوئی۔ مزارِ اقدس گلبرگہ میں ہے۔

آپ حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی قدس سرہٗ کے مرید خاص تھے۔ پیر و مرشد کی وفات کے بعد آپ ہی ان کے جانشین اور خلیفہ ہوئے۔ حضرت بندہ نوازؒ کو علوم ظاہری اور باطنی دونوں میں درک حاصل تھا۔ بے حساب تشنگانِ علم نے آپ سے سیرابی حاصل کی۔ چنانچہ ہر روز آپ کا یہ معمول تھا کہ قرآن و حدیث و

تصوف کا درس دیا کرتے تھے، آپ کے مریدین اور تلامذہ کا حلقہ بہت وسیع ہے۔

حضرت گیسو دراز علیہ الرحمہ کی شخصیت گوناگوں خصوصیات کی جامع تھی۔ آپ صاحبِ علم و فضل صاحبِ تصانیف اور ایک قادر الکلام شاعر بھی ہیں۔ آپ شہبازؔ تخلص فرماتے تھے۔ آپکی نظم و نثر کا دامن تصوف اور عرفان کی موتیوں سے بھرپور ہے۔ حضرت موصوف کے مقدس ہاتھوں سے جہاں اُردو بے حساب فیوض و برکات سے مالا مال رہی وہاں ایک اور اہم فیض سے بھی مستفید ہوی کہ آپ ہر روز عام طالبعلموں اور دیگر لوگوں کے لئے اسی زبان میں درس دیا کرتے تھے۔ جس سے اُردو کا دائرہ روز افزوں پھیلتا گیا۔ علاوہ ازیں آپ کو اردو کے پہلے نثر نگار[1] ہونے کا بھی شرف حاصل ہے۔ نثر میں آپ کی کل سات تصانیف کا پتہ چلا ہے:-

(۱) معراج العاشقین۔ (۲) شکار نامہ۔ (۳) رسالہ سہ بارہ (۴) ہدایت نامہ۔ (۵) ہشت مسائل (۶) تمثیل نامہ (۷) تلاوت الوجود

ان میں سے اول الذکر کتاب زیورِ طباعت سے آراستہ ہو چکی ہے۔ بقیہ ہنوز قلمی شکل میں ہیں۔

نظم کے اندر آپ کا ایک **چکی نامہ** ہے جو بارہ بند پر مشتمل ہے۔ اس کے علاوہ شعری ذخیرہ مختلف بیاضوں اور تذکروں میں ملتا ہے۔

نمونہ نثر "سلطان اپنے ذات کے دربار میں گنج مخفی چھپا کر رکھیا تھا۔ بقا کے موتیاں سوں بھر کر احسن حال میں یکایک اوس گنج کی طرف نظر کیا اس موتیاں کا اوجھلا دیکھ کر عاشق ہوا۔"

سوال ذاتی ایمان کونسا او صفاتی ایمان کون؟

جواب: اکھنڈ حال ثابتی ہے۔ سو ذاتی ایمان وہ ہے ثابتی۔ آتی اور جاتی ہے سو صفاتی ایمان۔

نمونہ شعر[عہ]

اونچا مندر ہر عشق کا کوئی کیونکر پاوے
چاروں سیریاں جذبہ کر تو بے ہار نا آوے
جی سلیس دیوے پاؤں تل تو بھی نا پاوے

خواجہ صاحب ایک بہترین غزل گو شاعر بھی تھے:-

تب قید گھوڑا آئیگا تجھ لامکاں لے جائیگا
تب عشق جھگڑا پائیگا خوش مارے تلوار توں
شہبازؔ حسینی کہوے کر ہر دو جہاں دل دھوئے کر
اللہ اپے یک ہوئے کر تب پاویگا دیدار توں

آپ کے کلام میں پاکیزگی آچکی ہے۔ حضرت موصوف نے اصلاح خلق، تحریر و تقریر دونوں سے انجام دی۔ خواجہ صاحب کا اُردو میں درس دینا اس زبان کی ترویج میں ایک نعمتِ غیر مترقبہ سمجھنا چاہیئے۔

حضرت سید محمد اکبر حسینی

آپ حضرت بندہ نوازؒ کے فرزند ارجمند ہیں۔ پدر بزرگوار ہی کے دامنِ تربیت میں پلے اور علم و فضل بالخصوص تصوف میں کمال حاصل کیا۔ والدِ محترم کے

[1] حضرت بندہ نوازؒ سے قبل کسی صاحب قلم کا نثری نمونہ اب تک کتابی شکل میں نہیں مل سکا۔ اردو کے پہلے نثر نگار کا لقب حضرت گیسو دراز کو مل چکا ہے۔

[عہ] دکن میں اردو [illegible] نصیر الدین ہاشمی

دستِ مبارک پر بیعت کی اور سندِ خلافت و اجازت بھی لی لیکن عمر نے وفا نہ کی۔ والد ہی کے عین حیات میں سنہ ۸۲۳ھ کو واصل بحق ہو گئے۔ مزار گلبرگہ میں ہے۔ آپ کی ایک تصنیف کا پتہ چلا ہے، جو نظم اور نثر پر مشتمل ہے۔ موصوف نے تصوف کے مسائل سلجھائے ہیں۔

نمونۂ نثر "موجب حکم حضرت علیؓ کے عمل کرو۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم عجلوا بالصلوٰۃ قبل الفوت، عجلوا بالتوبۃ قبل الموت یعنی شتابی کرو نماز وقت گزرنے سوں آگے، ہور شتابی کرو توبہ مرنے سوں آگے۔ یعنی مرید ہو کر توبہ کرنا، ہور کفر و ضلالت سوں آپس کو پاک کرنا۔ ایک کے تابع ہو کر خدا طلبی میں عاقبت کی راہ سنوارنا۔"

نمونۂ نظم

بے پیر کے جو ہیں گے دار و جو کھا جا کر
بے شک جیا تو جانو اس کو ہوا دو کافر

بے پیر ہیں گے دار دکھا کر اگر موا تو
ایمان سلب ہو تس پر دتا ہے بے ایمان ہو[1]

[1] مجلہ مکتبہ نمبر ۶ سنہ ۱۹۱۵

آپ ایک کامل صوفی تھے، مرد باصفا کے دستِ فیض رساں پر بیعت کرنے کو واجب سمجھتے تھے۔ چنانچہ نمونۂ نثر و نظم دونوں سے شیخ موصوف کے نظریہ کی خوب تفسیر ہو چکی ہے۔ آپ کا کلام سلاست روانی اور فصاحت سے لبریز ہیں، نثر بھی شستہ ہے۔

حضرت شاہ میراں جی شمس العشاقؒ

حضرت شمس العشاق علیہ الرحمۃ

ایک صاحب کمال اور برگزیدہ انسان تھے۔ آپ کے بیجاپور فیوض و برکات سے دکن بقعۂ نور بنا ہوا ہے۔ آپ نے بیجاپور میں ایک ایسے خاندان کی بنیاد ڈالی جس میں زبردست علماء، فضلاء، شعراء پیدا ہوئے اور اس خاندان کے سبھی افراد نے اپنی علمی و ادبی سرگرمیاں اسی زبان میں جاری رکھیں جس سے اردو فروغ پاتی رہی۔ میراں جی ایک کامل صوفی تھے۔ آپ نے حضرت خواجہ کمال الدین بیابانیؒ سے بیعت کی اور انہی کے خلیفہ ہوئے۔ آپ نے گمراہ انسان کی رہبری اور رہنمائی کیلئے وعظ و تبلیغ اور درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا جس سے ہزاروں آدمی مستفیض ہوئے۔ آپ کی نوکِ قلم سے متعدد تصانیف وجود میں آئیں جو راہِ سلوک پر چلنے والوں کے لئے مشعلِ راہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ آپ کے مریدین و معتقدین اور تلامذہ کافی تعداد میں پائے جاتے ہیں۔ سنہ ۹۰۲ھ میں آپ دنیائے فانی سے عالمِ جاودانی کی طرف کوچ کر گئے۔ شاہ صاحب کا اشہبِ قلم میدانِ نظم و نثر دونوں میں رواں ہے۔ نثر کے اندر آپ کے تین رسالے ملتے ہیں:۔

جل ترنگ[1]، گل باس[2]، شرح مرغوب القلوب[3]،

ان کتابوں کا موضوع تصوف ہے۔ آپ نے سلیس اور سلجھے ہوئے انداز میں مسائل تصوف بیان کیا ہے۔

نمونۂ نثر ارے[علہ] طالب خدا تعالیٰ لکہ محبوب ہے اور فقیر لوگ اس کے عاشق ہے،

علہ یہ سب رس کی نثر ہے۔ یاد رہے کہ شاہ صاحب کی بھی ایک کتاب سب رس سے موسوم ہے۔ (سب رس کتبخانۂ سالار جنگ حیدرآباد

ہر ایک عاشق آپسکوں یاں حیران کیا ہے۔ اگرچہ وہیچہ موں ہے وہیچہ زلف وہیچہ لب ہے وہیچہ انکھیاں ہیں ۔

نظم میں یہ کتابیں ہیں :-

شہادت الحقیقت ۔ خوش نامہ ۔ خوش نغز یہ آخرالذکر رسالہ مثنویوں کا مجموعہ ہے۔ حضرت موصوف نے نظم میں بھی سلوک و عرفان کے موتیوں کو پرویا ہے۔ نمونۂ نظم ملاحظہ فرمائیں :-

جسے ہماری ارادت کی ان کا یہ احکام
نماز تسبیح نیتاں ذکر اللہ یک دم

اس پر جیتا رہے صدق سن اوتا اچھے لاب
دین دنیا و دیدار بہشتاں پاویں بے حساب

آپکی خدمات لسانی اعتبار سے بیحد قابلِ قدر ہیں ۔

حضرت برہان الدین جانم رح

آپ حضرت شمس العشاق شاہ میراں جی قدس سرہٗ کے فرزند دلبند ہیں والد بزرگوار کی طرح یہ بھی شریعت و معرفت کے جامع بلند پایہ مصنف مایۂ ناز شاعر گزرے ہیں' آپ اپنے والدِ محترم کے مُرید و خلیفہ تھے ۔

مرشد کی وفات کے بعد آپ ہی مسند رشد و ہدایت ، پر جلوہ افروز ہوئے اور اپنی زبان اور قلم سے ایک عالم کو فیض پہنچایا۔ سنہ ۹۹۰ھ میں آپ کی روح نے عالم بقا کو سدھارا۔ مزار بیجاپور میں ہے۔

نظم میں آپ کی یادگار تصانیف یہ ہیں :-

وصیت الہادی ۔ رمز الواصلین ۔ بشارت الذکر ۔ منفعت الایمان ۔ سک سہیلا ۔ ارشاد نامہ ۔ آخرالذکر رسالہ دیکھنے کے بعد آپکی قوتِ شعری کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ اس کے اندر کل ڈھائی ہزار اشعار ہیں جو صوفیانہ مسلک کی وضاحت کر رہے ہیں۔ جانم صاحب ایک فطری شاعر تھے۔ انہوں نے بے حساب اشعار کہا ہے۔

نمونۂ نظم

کہ یک مستی کہ ہشیاری ایسا ان کا کام
بھلی بھید ایمان نہیں جی بچہ کرے کوں دام

ان اپنی بات غفلت ناہیں وحی کے بول باب
کتنی مثال کوئی نہ موجی عاجز دلیں جواب

آپ نے چند رسالے نثر میں بھی مرتب کیا ہے۔ اب تک تین رسالوں کا سراغ مل سکا ہے۔ معرفت القلوب کلمۃ الحقائق ۔ ہشت مسائل ۔ آپ کی نثر ملاحظہ ہو:-

"پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وسلم کوں معراج ہوا تب محمد رسول اللہ علیہ السلام نے سوال کیئے کہ سات طبق آسمان ہور سات طبق زمین کیا قدیم ہے یا جدید ہے' جواب خدا کہیا اے حبیب من این ہمہ جدید آفریدہ شد۔ سوال تو کچھ نہ تھا تو کیا تھا جواب تجھ سوں میں تھا"

جانم صاحب کی زبان میں سب سے بڑی خوبی یہ آگئی ہے کہ موصوف کی نظم و نثر عربی اور فارسی کے ثقیل' اور بوجھل الفاظ کی حکمرانی سے آزاد دکھائی دیتی ہے ۔

ولی دکھنی

ولی کا اُردو ادب میں ایک انفرادی مقام ہونے کے باوجود ہمارے

تذکرہ نویسیوں نے ان کے صحیح اور مکمل حالات قلمبند نہیں کئے۔ حتیٰ کہ ان کے نام، وطن، تاریخ پیدائش، وفات سبھی پردۂ خفا میں ہیں۔ آپ کا نام ولی محمد بتایا جاتا ہے بعض لوگوں نے آپ کو گجراتی قرار دیا ہے لیکن یہ صحیح نہیں۔ بلکہ آپ شاعر ملک دکن ہیں جیسا کہ خود موصوف ہی کا شعر آپ کے دکنی ہونے کی وضاحت کر رہا ہے۔

ولی ایراں و توراں میں ہے مشہور
اگرچہ شاعر ملکِ دکن ہے

البتہ آپ گجرات میں ایک مدت مدید تک اپنے پیر و مرشد حضرت شیخ وجیہ الدین گجراتی علیہ الرحمہ سے علمی استفادہ اٹھاتے رہے۔ ولی کو اردو ادب میں ایک خاص مقام حاصل ہے۔ آپ کا کلام انقلابی حیثیت کا مالک ہے۔ چنانچہ جب ولی نے شمال کا دورہ کیا تو وہاں کی شاعری میں انقلاب رونما ہوا۔ یہاں اب تک شعراء فارسی ہی میں مشق سخن کر رہے تھے۔ ولی کے دکنی دیوان نے ایک ہلچل سی پیدا کر دی جس سے یہاں کے شعرا متاثر ہوئے اور یہاں اردو میں شعر گوئی پروان چڑھنے لگی اور یہاں کے شعراء نے ولی کے دیوان کا تتبع کیا۔ اس انقلاب کی وجہ سے اگر ولی کو شمال میں اردو شاعری کا بابا آدم تسلیم کیا جائے تو درست ہوگا کیونکہ ولی ہی کی آمد سے شمالی ہند میں اردو شاعری بے حد فروغ پائی۔ اور ادھر جنوب میں بھی ولی کی ذات اردو شاعری کے لئے ایک مصلح اور ریفارمر سے کم نہیں۔ آپکی وجہ سے نہ صرف دکن میں عام بیداری پیدا ہوئی بلکہ زبان بھی شستگی اور صفائی کی منزلیں طے کرنے لگی۔ شاعری بھی مثنوی کی حکومت سے نجات پائی اور دکن میں آہستہ آہستہ غزل نے اپنے پیر جمانا شروع کیا۔

ولی ایک درویش صفت انسان تھے۔ جن کی عارفانہ زندگی شاعری میں پوری طرح دکھائی دیتی ہے آپ کی یادگار ایک دیوان ہے جس کو اردو ادب میں تاریخی حیثیت حاصل ہے۔ ولی کے دیوان کو جناب نصیر الدین ہاشمی مؤلف "دکن میں اردو" نے کس قدر زرین الفاظ میں سراہا ہے۔

"اسکا کلام سراپا تصوف ہے، اس کے کلام میں سلاست اور متانت پائی جاتی ہے۔ اس کا دیوان اس عہد کی بولتی تصویر ہے۔ لطف زبان، سادگی صفائی اس کے کلام کے خاص جوہر ہیں۔

نمونۂ کلام مثنوی

عجب شہراں میں ہے پرنور ایک شہر
بلاشک وہ ہے جگ میں مقصد دہر
رہے مشہور اس کا نام سورت
کہ جاوے جسکے دیکھنے سے سب کدورت

رباعی

مہربانی و لطف دلربا
سابقا تھا سو اب نہیں دستا
یا مگر خواب وہ زمانہ تھا
کہ مجھے خواب میں نہیں دستا

غزل

صاف دل کو اگر مدام رکھو
جام جمشید کا مقام رکھو

گر تمہیں تاب انتقام نہیں
بے سمجھ مت کسی سے کام رکھو

مرثیہ
اے بادی سنیار تو کیوں جابسا یا کربلا
اے واقف اسرار تو کیوں جابسا یا کربلا

قصیدہ
ہر ایک رنگ میں جو دیکھا ہوں چرخ کے نیرنگ
ہوا ہے غنچہ صفت جگر کے باغ میں دل تنگ

ولی کو شاعری کے جملہ اصنافِ سخن میں پوری پوری قدرت تھی۔ آپ کے کلام میں سلاست، صفائی، برجستگی، بندش کی چستی پائی جاتی ہے۔ آپ کا کلام دیکھنے سے تو بعض اشعار پر دھوکہ ہوتا ہے کہ شاید موجودہ زمانہ کے کہے ہوئے ہیں۔

حضرت قربی ویلوری قدس سرہ آپ کا اسم گرامی رکن الدین سید شاہ ابوالحسن قادری ہے۔ قربیؔ تخلص فرماتے تھے۔ ۱۴ر شعبان المعظم ۱۱۱۸ھ کو بیجاپور میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد بزرگوار کا اسم گرامی حضرت سید شاہ عبداللطیف قادری قدس سرہ ہے جو علوم معقول و منقول کے متبحر عالم اور فن تصوف کے زبردست ماہر گزرے ہیں۔ سعادت اللہ خان کے دور میں سیاسی ابتری کی وجہ سے اپنے مسکن بیجاپور کو ترک کیا اور اہل و عیال کے ساتھ مختلف شہر سرا۔ آرکاٹ۔ شاہ نور وغیرہ کا دورہ کرتے ہوئے ویلور فروکش ہوئے۔ اس وقت حضرت قربیؒ قدس سرہ کی عمر چودہ سال تھی۔ آپ اپنے والد ہی کی خدمت میں رہ کر علوم ظاہری اور باطنی کی تکمیل کی۔ اس کے علاوہ مولانا محمد حسین بیجاپوری، مولانا فخر الدین علیہ الرحمہ سے بھی علمی استفادہ فرمایا۔ شریعت و معرفت کی تکمیل کے بعد آپ نے اپنے والد ماجد کے دستِ حق پرست پر بیعت کی اور حضرت شیخ عبدالحق ساوی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی بیعت کی۔ آپ شیخ موصوف سے درس عرفان لیا کرتے تھے۔ چند ہی دنوں میں حضرت قربی قدس سرہ نے تصوف میں ملکہ پیدا کر لیا۔ جس کی وجہ سے شیخ عبدالحق ساوی علیہ الرحمہ نے اپنی زندگی ہی میں بیعت کی اجازت مرحمت فرمائی۔

علاوہ ازیں حضرت قربی قدس سرہ نے چھبیس خانوادوں سے فیض روحانی حاصل کیا۔ آپ کو کل ایک سو اکیانوے سلاسل سے خرقۂ خلافت و اجازت حاصل ہوا۔ والد ماجد کے وصال کے بعد رشد و ہدایت کی ذمہ داری آپ نے سنبھالی اور شہر ویلور میں ایک عظیم الشان خانقاہ تعمیر فرمائی (جو آج حضرت مکان سے مشہور ہے) جہاں پر آپ ہر روز رشد و ہدایت کے علاوہ درس بھی دیا کرتے تھے۔ آپ کا حلقۂ درس و تدریس اتنا وسیع ہے کہ جنوب کے اکثر علماء اور یہاں کا فارسی داں طبقہ آپ کے خرمن علم و ادب کا خوشہ چین ہے۔

حضرت قربی قدس سرہ کی شخصیت جامع کمالات اور منبع فیوضات تھی۔ آپ جید عالم اور صاحب قلم ایک باخدا شخص صاحب کشف و کرامات بھی گذرے ہیں۔ علم تصوف میں آپ کا پایہ بہت بلند ہے۔ چنانچہ فن تصوف پر آپ کی بے شمار تصانیف ہیں جو سراپا تصوف سے مملو ہیں۔ آپ کا وصال ۲۰ر رمضان المبارک ۱۱۸۲ھ میں ہوا۔ مزار اقدس حضرت مکان (ویلور) کے احاطہ میں اندرون گنبد ہے جو زیارت گاہِ

خاص و عام ہے۔

حضرت قربی قدس سرہٗ کی ذات مقدسہ سے ایسے ایسے نمایاں کارنامے وجود پذیر ہوئے ہیں جنکو تاریخ جنوب میں ایک اہم اضافے کی حیثیت دی جاسکتی ہے لیکن اس موقع پر آپکی وہی خدمات پیش نظر ہیں جو اردو زبان اور شاعری سے ملحق ہیں۔ آپ کو شعر و شاعری سے کافی لگاؤ تھا۔ اس دلچسپ اور تفنن طبع سے بھی آپنے اصلاح قوم کا کام لیا۔ آپ نے فارسی اور اردو دونوں زبان میں خوب اشعار کہا۔ فارسی اور اردو میں آپ کے دو دیوان ہیں۔ حضرت قربی قدس سرہٗ کا اُردو کلام چند مثنویوں اور ایک دیوان پر مشتمل ہے، جو کتب خانہ سالار جنگ حیدرآباد میں بھی محفوظ ہے۔

آپ نے ۱۱۵۱ھ م ۱۷۴۰ء میں اپنا دکنی دیوان مرتب کیا۔ حال ہی میں پروفیسر سید فضل اللہ صاحب نے ایک طویل مقدمہ اور حاشیہ کے ساتھ نہایت اہتمام سے شائع کیا ہے۔ حضرت قربی قدس سرہٗ کے دیوان پر آپ کے شاگرد رشید اور مرید حضرت باقر آگاہ مدراسی اظہار خیال فرماتے ہیں: "یک دیوان ست کہ بسیاری از حقائق و معارف دراں درج کردہ و مع ذلک معنوی علی انواع البلاغۃ والصنائع و مشتمل علی اصناف الفصاحۃ والبدائع۔"

حضرت قربی قدس سرہٗ کے کلام کی سب سے نمایاں خوبی یہ ہے کہ ان کی شاعری اور زندگی میں مطابقت ہے۔ آپ کی پوری عارفانہ زندگی کا جائزہ کلام سے لیا جاسکتا ہے۔ گویا آپ کی شاعری زندگی کا آئینہ ہے۔ اس عظیم فن کار نے اپنے کلام کو حقائق و معارف کی موتیوں سے زینت بخشی اور مسائل تصوف کے دفتر من حیث الفن کھول کر رکھ دیا ہے۔ اُردو نثر میں حضرت قربی قدس سرہٗ کا کوئی نمونہ نظر نواز نہ ہو سکا۔

نمونۂ کلام:

یاقوت تیرے لب کا ہے لعل بدخشانی
دنداں کے جلا او پہ الماس ہے قربانی

تجھ مکھ کی ملاحت سوں تجھ لب کی فصاحت سوں
حیرت میں سدا گم ہیں صد دلبر کنعانی

یک نکتہ پہ رم کا بڑے، عشاق کی مجلس سوں
دفتر سے توں نا پائے یو راز ہے پنہانی

نکتے کا سمج تجھ کوں کچھ علم سوں آئے نا
کہتے ہیں بزرگاں سب یاں علم ہے نادانی

اسرار حقیقت کے دفتر میں سماتے نیں
مرشد کی زباں سوں کر حاصل یو سخندانی

خلق میں دوست عیاں تھا مجھے معلوم نہ تھا
پردہ پوش اس کا گماں تھا مجھے معلوم نہ تھا

ٹ

عمر اوراق پھرانے میں گنوایا ساری
علم نکتے میں نہاں تھا مجھے معلوم نہ تھا

ٹ

ل؎ مشکہ انجمن: از ڈاکٹر سیدہ جعفر صاحبہ

اب انا الحق بولنے شکنا عبث
دل میں کچھ ہو رہوں لب پہ کچھ رُکنا عبث
قربیؔ اس نکتے کا تو تکرار کر
اب انا الحق بولنے شکنا عبث

فرد

جب انا الحق کا کیا وہ نعرہ جوش
اس گھڑی میں آپنا کھوتا ہوں ہوش

ناظرین کرام خود اندازہ کرلئے ہوں گے کہ حضرت قربیؔ قدس سرہٗ کے کلام میں کتنی سلاست، صفائی اور متانت پائی جاتی ہے۔ دیوان میں ایسے بہت سے پاک و صاف اشعار ملتے ہیں جنہیں دکنی زبان کہنے جی نہیں چاہتا۔

حضرت ذوقیؔ ویلوری قدس سرہٗ

خاندان اقطاب ویلور کے دوسرے بزرگ حضرت قربیؔ قدس سرہٗ کا دکن میں سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ آپ کے دامنِ تربیت میں ہزاروں لوگ پلے اور بہی سے ایک عالم فیضیاب ہو رہا ہے۔ آپ کی تربیت یافتہ لوں میں دو افراد ایسے ہیں جو آسمان علم و ادب کے آفتاب و ماہتاب بنکر طلوع ہوئے۔ ایک حضرت ذوقیؔ دوسرے آگاہ علیہ الرحمہ ہیں۔ یہ دونوں اپنے وقت کے مایۂ ناز زبردست فاضل و عالم، قادرالکلام شاعر، مصنف، مربی لاگ نقادا اور خدا رسیدہ گزرے ہیں۔

حضرت ذوقیؔ قدس سرہٗ کا نام غلام محی الدین سید شاہ عبداللطیف قادری قدس سرہٗ ہے لیکن آپ محی الدینؒ سے مشہور ہیں۔ تخلص ذوقیؔ فرماتے تھے آپ حضرت قربیؔ قدس سرہٗ کے فرزند ہیں۔ ۱۱۵۱ھ کو شہر ویلور میں پیدا ہوئے۔ آپ اپنے والد اور دیگر قابل اساتذہ کے آگے زانوئے تلمذ تہ کیا اور بالخصوص علم تصوف کے جواہر پاروں کو اپنے ہی والد سے حاصل کیا اور حضرت قربیؔ قدس سرہٗ کے دستِ فیض رسان پر بیعت کی۔

حضرت ذوقیؔ قدس سرہٗ میں شعر و شاعری کا مادہ فطرت کی جانب سے ودلیعت کیا گیا تھا۔ آپ کے قلم سے تین لاکھ سے زیادہ اشعار معرض وجود میں آئے۔ ایام طفلی ہی سے آپ نے شعر گوئی شروع کی۔ چنانچہ پہلی مرتبہ آپ نے یہ مصرعہ موزوں فرمایا۔

ع در کعبہ دل صاحب مقبول آمد

حضرت قربیؔ جب اس مصرعہ کو سنے تو بیحد محظوظ ہوئے اور گرہ لگاکر شعر مکمل کر دیا۔

ع صد شکر کہ آں دولت مامول در آمد

حضرت ذوقیؔ دکنی اور فارسی کے اچھے شاعر گزرے ہیں۔ افسوس کہ آپ کا پورا کلام دستیاب نہ ہوسکا۔ محمد ذکریا ادیب خاور راجحوٹی (آندھرا) کے نظریہ کے مطابق حضرت ذوقی قدس سرہٗ کو جنوب کا عرفی کہنا درست معلوم ہوتا ہے۔

قصائد عرفی کے جواب میں آپ نے جو قصائد

لکھے ہیں مذکورہ خیال کی سچی تفسیر کرتے ہیں۔ آپ کا کلام اپنے پیش رو خسروؒ۔ جامیؒ۔ نظامیؒ گنجوی وغیرہ سے بہت ملتا ہے۔ چنانچہ صاحب مطلع النور گہر فشاں ہیں :۔

اور فکر سخن میں لے دم ساز | وقت میں اپنے سب سے تھا ممتاز
بس کہ اس فن میں وہ گرامی تھا | ثانیٔ جامی و نظامی تھا
مثنوی ایسی لکھا وہ ہمام | سمجھئے گویا گنجوی کا کلام

حضرت ذوقی قدس سرہٗ ایک بہترین مصنف اور اچھے تنقید نگار کی حیثیت سے بھی ہمارے سامنے آتے ہیں۔ آپکی کل ڈیڑھ سو تصانیف ہیں۔ آپکی تنقید نگاری ملاحظہ فرمائیں۔ اگرچہ کہ حضرت ذوقی قدس سرہٗ کی تنقید۔ (HIGHER CRITISIM) ہائر کرٹیسزم (اعلیٰ تنقید) کا حق ادا نہیں کرسکتی۔ اسکی وجہ آپ کی ثقہ شخصیت ہے جس کی وجہ سے آپ کا انداز تحریر خلوص اور ہمدردی سے لبریز ہو جاتا ہے۔ انشاء اللہ لطف اللّٰہی میں شعرائے کرناٹک پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"جو شعراء شعر گوئی کو اپنا پیشہ خیال کئے ہوئے ہیں فقیر کو ان کے کلام سے حد درجہ نفرت ہے کیونکہ انہوں نے خیال کے موڑ یا طرز پہ شعر کہا ہے، فصاحت و بلاغت وہ ہے جس سے عبارت مقید مراد ہو اور یہ وصف ان کے کلام میں ناپید ہے۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ جس کلام میں عبارت مقید مراد نہیں ہوتی وہ کلام غیر بلیغ ہوتا ہے اور غیر بلیغ مردود ہے۔[عله]

یہ صاحب کمال ۱۳ ارجب المرجب ۱۱۹۴ھ میں داعیٔ اجل کو لبیک کہتے ہوئے اپنے محبوب حقیقی سے جا ملا۔

عله خانوادہ اقطاب ویلور۔ ادیب خاور رانچوٹی ۱۲

اردو زبان میں بھی حضرت ذوقی قدس سرہٗ کا قابل قدر حصہ ہے۔ اردو میں فی الوقت آپ کی دو کتابوں کا پتہ چلا ہے نظم اردو میں آپ کی دو کتابیں یہ ہیں :۔ غوثیہ نامہ۔ عقائد ذوقی۔ یہ دونوں رسالے دار العلوم لطیفیہ کے کتب خانہ میں محفوظ ہے۔ حال ہی میں میرے استاذ محترم جناب افضل العلماء مولانا ابو المکارم سید مصطفےٰ حسین بخاری صاحب کڈپہ (آندھرا) نے آخر الذکر رسالہ (عقائد ذوقی) کو حل لغت اور مختصر سی تشریح کے ساتھ ایڈٹ کیا ہے، نمونہ ملاحظہ فرمائیں :۔

کہوں بعد وصف خدا و رسولؐ
کہ جن کی اطاعت کرے سب قبول
ہے ثابت حقیقت ہر ایک چیز کی
یہی بات ہے اہل تسنن کی
او نزدیک ارباب عقل و سداد
نہیں وہم ہور تابع اعتقاد
صفات اسکی باقی سمجھ ہور قدیم
اسی معتقد پہ تو ا پچ مستقیم
سمجھ ذات سوں اسکی سب کا قوام
نہیں کوئی حادث کا اس سے قیام

آپ کا کلام صاف اور پاکیزہ ہے سلاست روانی برجستگی، جابجا نمایاں ہے۔ اگر آپکے کلام سے دکنی الفاظ نکال دیں تو موجودہ اردو اور دکنی میں کچھ فرق نہیں دکھائی دیگا۔ یہ تو نظم کی حالت رہی، نہ جانے نثر کتنی صاف اور

(باقی آئندہ)

آئینِ جواں مرداں حق گوئی و بے باکی

سید عبدالرحمن تبسم کشنگری
متعلم دار العلوم لطیفیہ گھر مکان حضرت قطب ویلور قدس سرہ

حق و باطل کی معرکہ آرائیاں ازل سے چل رہی ہیں لیکن ہر میدان میں حق کا سر بلند ہی رہا۔ اس کے برعکس باطل کو منہ کی کھانی پڑی۔ بظاہر بسا اوقات حق میں ضعف اور کمزوری کے آثار دکھائی دینے لگے مگر اس کے باوجود حق نے کبھی باطل کے آگے گھٹنے نہیں ٹیکے۔ تاریخ اسلام کے زرین اور شاندار ہونے میں حق کا اہم کردار رہا ہے۔ حق کا علم بلند کرنے میں فرزندانِ اسلام نے بڑی سے بڑی طاقتوں کی بھی پرواہ نہیں کی حتیٰ کہ حق و صداقت کے پرچار میں انہوں نے اپنی عزیز جانیں تک قربان کردیں لیکن کبھی باطل کے آگے سر نہیں جھکایا تاریخ شاہد ہے۔

عہد مامونی کا دور جہاں بہت ساری خوبیوں اور خصوصیات سے ممتاز اور نمایاں ہے اس کا ایک سیاہ کارنامہ یہ ہے کہ اس کا دامن فتنۂ خلق قرآن سے داغدار ہوگیا۔ لیکن دنیا والوں نے دیکھ لیا کہ حق نے ہی آخر کامیابی و کامرانی حاصل کی۔ مامون فتنۂ خلق قرآن میں اتنا غلو کر گیا کہ ہر روز دربار میں علماء اور فقہا اور دیگر لوگوں کو جمع کرکے ان سب سے قرآن کے مخلوق ہونے کا اقرار لیا کرتا اور جو اس نظریہ سے اتفاق کرتے ان کو رہا کر دیتا تھا لیکن اس کے برعکس جو انکار پہ قائم رہتے ان کو سخت ترین سزائیں دیتا اور نذرِ زندان کر دیتا تھا۔ حکومت اور قوت کے آگے بہت سے

دنیا پرست علماء نے محض خوف و ڈر کی وجہ سے اپنی گردنیں تسلیم و رضا میں خم کردئے لیکن ان ہی میں ایک حق و صداقت کا پیکر جو اس شعر کی سچی تفسیر بنا رہا ہے

حق پرستی شعار ہے جن کا
نذرِ دار و صلیب ہوتے ہیں

وہ ہیں حضرات امام احمد حنبلؒ جنہوں نے خود کو قربان کردیا لیکن قرآن کو مخلوق کہنا پسند نہ فرمایا۔ آخر دم تک ثابت قدم رہے جس کی بنا پر مامون نے آپ کو قید کر دیا۔ اور ظلم و ستم کے پہاڑ ڈھانے لگا۔ اسی اثناء میں مامون کا انتقال ہوگیا مگر اپنے بھائی معتصم کو وصیت کر جاتا ہے کہ میرے بعد تم بھی اسی طرح ان پر اس وقت تک سختی جاری رکھو جب تک کہ یہ قرآن کو مخلوق نہ کہیں۔

معتصم اگرچہ کہ ایک سپاہی آدمی تھا بالخصوص اسے فلسفہ سے کوئی لگاؤ بھی نہ تھا لیکن اس کے باوجود بھائی کی وصیت اور نیز رؤساء اعتزال کے اثر سے، (جو دربار پہ اس وقت چھائے ہوئے تھے) اس نے بھی تشدد کو جاری رکھا۔ ہر روز امام صاحب کو قید خانے سے بلواتا اور ان سے اقرار کے لئے کہتا۔ مگر آپ

اسوقت بھی یہی کہتے اعطونی شیئاً من کتاب اللہ اوسنۃ رسولہ حتیٰ اقول بہ یعنی میرے سامنے اللہ کی کتاب یا اس کے رسول کی سنت سے کچھ پیش کرو تو میں اسکو تسلیم کرلوں گا۔ جب آپ اقرار نہیں کرتے تو آپ پر کوڑوں کی مسلسل بارش ہوتی جس کی وجہ سے آپ ہمیشہ بیہوش ہو جاتے تھے۔ تقریباً آپ ڈھائی سال اس قید وبند کی چیرہ دستی سہتے رہے حتیٰ کہ انہیں مصیبتوں میں آپ کا انتقال ہوگیا۔ لیکن یہ ثابت کردیا کہ مسلمان کبھی حق اور سچائی سے منہ نہیں پھیر سکتا۔

حق وصداقت کا ایک اور حیرت انگیز واقعہ ملاحظہ فرمائیں چاروں طرف اذاں کی آواز گونج رہی تھی، لوگ اپنے اپنے کام کاج چھوڑ کر مسجد کی طرف چلنے لگے۔ فرض کی ادائیگی کے بعد کچھ لوگ اپنے گھروں کو چلے گئے۔ چند نوافل وراوابین میں مشغول ہوگئے تھے۔ ان میں سے ایک غمزدہ مظلوم خدا کے دربار میں ہاتھ پھیلائے ہوئے آہ وزاری کرنے لگتا ہے۔ خلیفہ ابوجعفر منصور طواف کئے چند ہی لمحے گذرے تھے، کہ اچانک یہ دلسوز اور دردبھری آواز خلیفہ کے پردۂ سماعت سے ٹکراتی ہے اللھم انی اشکوالیک ظھور البغی والفساد فی الارض وما یحول بین الحق واھلہ من الطمع اے میرے پروردگار تجھ ہی سے شکایت کرتا ہوں کہ زمین پر فتنہ وفساد عام ہوگیا اور لوگ ناجائز طریقے سے مال حاصل کرنے میں حریص ولالچی بنے ہوئے ہیں۔"

جوں ہی خلیفہ منصور کا یہ آواز سنناتھا اس کا چہرہ غصہ سے آگ بگولا ہوگیا اور ایک خادم کو حکم کیا، کہ اس اجنبی کو حاضر کیا جائے۔ غرض اس کو دربار میں حاضر کیا گیا۔ اس کے چہرہ سے مایوسی اور پریشانیوں کے آثار صاف دکھائی دے رہے تھے۔ ابوجعفر منصور اس سے سوال کرنے لگتا ہے کہ تم ابھی کیا کہہ رہے تھے کہ لوگ مال کے حاصل کرنے میں طمع اور حرص سے کام لیتے ہیں۔ اور دنیا میں فتنہ وفساد عام ہوگیا۔ اتنے میں وہ اجنبی کہنے لگا اے امیرالمومنین اگر آپ مجھے جان کی امان دیں تو میں ان تمام امور کو آپ پر عیاں کر سکتا ہوں۔ ابوجعفر منصور نے کہا کہ میری طرف سے تجھ کو امان دی جاتی ہے۔

اجنبی کہتا ہے جس شخص کی وجہ سے یہ زمین فتنہ وفساد کا گہوارہ بنی ہوی ہے، وہ آپ ہی کی ذات ہے جس کی وجہ سے لوگ ناجائز طریقہ پر مال ودولت کی طمع وحرص کرنے لگے ہیں۔ غور کرنے کا مقام ہے، وہ شخص کس بے باکی سے کہتا ہے اے امیرالمومنین ایک دن مرنا ہے اور خدا کو منہ دکھانا ہے اور اپنے کئے کا حساب وکتاب دینا ہے مگر آپ اپنی رعایا سے بیخبر وغافل ہیں۔ یہ (رعایا) امانت ہے جس کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے تمہارے ذمے سونپ دی ہے۔ ادھر چین کا بادشاہ باوجود بعث بعدالموت پر یقین نہ کرتے ہوے بھی اپنی رعایا کے ساتھ خندہ روا اور خوش معاملگی کے ساتھ پیش آتا ہے اور ہر وقت ان کی فریادرسی کرتا ہے۔ ان کلمات کو جوں ہی سننا تھا منصور کا تمام

غصہ کافور ہوگیا اور بارگاہِ ایزدی میں سجدہ ریز ہو کر زار و قطار رونے لگا۔ دیکھیئے اس حق پرست نے اپنی سچائی اور صفائی کے ذریعہ ایک بے خبر اور ظلم پسند بادشاہ کو اسکی ذمہ داریوں سے کس طرح آگاہ کیا تھا۔

تاریخ اسلام میں ان حق پرستوں کے بیشمار کرشمے دکھائی دیتے ہیں۔ جہاں ان بزرگوں نے اپنی خودداری کو محفوظ رکھا وہاں حق و صداقت کے پردہ میں عوام کی اصلاح بھی کی اور خلق کو راہ راست پر گامزن کیا۔

مالک بن انس روایت کرتے ہیں کہ مجھے اور ابن طاؤس کو ابوجعفر منصور نے پیغام بھیجا کہ ہم دربار میں آئیں۔ ہم اسکی خدمت میں حاضر ہوئے، وہ تخت شاہی پر جلوہ افروز تھا اور اس کے مقابل چمڑے کا فرش بچھا ہوا تھا اور ایک جلاد بے نیام تلوار لئے ہوئے کھڑا تھا۔ منصور نے ہمیں بیٹھنے کے لئے اشارہ کیا۔ کچھ دیر غور و تکر کرنے کے بعد ابن طاؤس کی طرف متوجہ ہوا اور کہا تم اپنے جدامجد سے جو حدیث سنے ہو بیان کرو۔ اس فرمائش پر ابن طاؤس حدیث بیان کرتے ہیں قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اشد الناس عذابا یوم القیامۃ رجل اشرکہ اللہ فی حکمہ فادخل علیہ الجور فی عدلہ یعنی آنحضورؐ کا ارشاد ہے اللہ تعالیٰ نے جس کو حکومت و سلطنت عطا کی ہے بجائے انصاف کے ظلم و ستم اختیار کرے تو وہ قیامت کے دن سخت عذاب پانے والوں میں سے ہو جائے گا۔

مالک بن انس فرماتے ہیں، میں ان کے بے باک بیان کو سنتے ہی خوف کی وجہ سے پانی پانی ہو گیا، اور یقین کر لیا کہ اب ابن طاؤس کا سرتن سے ضرور جدا ہو جائے گا۔ پھر ابوجعفر دوبارہ متوجہ ہو کر کہنے لگا مجھے نصیحت کرو اس پر ابن طاؤس کہنے لگے، کیا تم نے خدا کا یہ فرمان نہیں سنا الم تر کیف فعل ربک بعاد ارم ذات العماد التی لم یخلق مثلھا فی البلاد وثمود الذین جابوا الصخر بالواد وفرعون ذی الاوتاد الذین طغوا فی البلاد فاکثروا فیھا الفساد فصب علیھم ربک سوط عذاب ان ربک لبالمرصاد (یعنی کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپکے رب نے قوم عاد کے ساتھ کیسا معاملہ کیا، جو ارم میں تھی، جن کے عمارتوں کے ستون بڑے اونچے تھے۔ ایسی عمارتیں کسی بھی شہر میں نہیں بنائی گئی تھیں، اور قوم ثمود کے ساتھ جنہوں نے وادی قریٰ میں چٹانوں کو تراشا تھا (اپنے رہنے کے لئے) اور فرعون کے ساتھ جو میخوں والا تھا (یعنی بڑی لاؤ لشکر والا) ایسی طاقت و قوت والوں نے ملکوں میں سرکشی اختیار کی، خوب فتنہ و فساد برپا کیا جس کی وجہ سے آپ کے رب نے ان پر عذاب کے کوڑے برسائے۔ بے شک آپ کا رب گھات میں ہے"۔ مالک فرماتے ہیں کہ ابن طاؤس کی حق گوئی سے میں گھبرا کر اپنے کپڑوں کو سمیٹا کہیں خون سے آلودہ نہ ہو جائے۔ پھر منصور نے ابن طاؤس سے

دوات طلب کی لیکن ابن طاؤس نے دوات نہیں دیا۔ جسکی وجہ سے منصور کہتا ہے کس چیز نے تمہیں روک رکھا ہے۔ ابن طاؤس فرماتے ہیں، خوف کھاتا ہوں کہ تم کہیں اس دوات سے خلاف شرع کوئی حکم لکھ دو جس کی وجہ سے میں بھی اس گناہ کے ارتکاب میں شریک ہو جاؤں گا۔ کیونکہ غیر شرعی معاملہ میں تعاون کرنا بھی گناہ ہی میں داخل ہے۔ جب منصور نے اس بات کو سنا تو غضبناک ہو کر کہا تم دونو میرے دربار سے نکل جاؤ۔ غرض اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ان بزرگوں نے خوف و خطر کے بغیر حق گوئی میں بادشاہ وقت کی بھی پروا نہ کی۔

خاندانِ اقطابِ ویلور کی ایک مایۂ ناز ہستی جن کی حق گوئی اور خودداری آپ اپنی مثال ہے، قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین حاجی الحرمین اعلحضرت مولانا مولوی حافظ القرآن محی الدین سید شاہ عبداللطیف قادری المشہور بہ حضرت قطبِ ویلور قدس سرہٗ العزیز نے آنحضور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرتے ہوئے اسلام کے دعوت نامے راجستھان، میواڑ، بروڈہ ٹراونکور، کالیسر، ونکٹ گری کے راجہ مہاراجاؤں کے نام بھیجا۔ خصوصًا ملکۂ برطانیہ کے نام جبکہ حکومتِ برطانیہ کا آفتاب نصف النہار پر تھا، مشرق سے مغرب تک بس اسی کی حکمرانی تھی۔ وہ ایک ایسی عظیم سلطنت تھی جس میں سورج نہیں ڈوبتا تھا، جس کی ہیبت تمام ممالک پہ چھائی ہوئی تھی، بے لوری بے باکی کے ساتھ آپ نے دعوتِ اسلام کا پروانہ بھیج دیا، جبکہ ہندوستان اسی کے قلمرو میں شامل تھا۔ یہ کام تو ان اسلامی سلطنتوں کو انجام دینا چاہیئے تھا جو آزاد ہونے کے علاوہ دولت و دبدبہ کی مالک تھیں۔ ہندوستانیوں کیلئے یہ کیا کم عزت کی بات ہے، کہ انہیں میں کا ایک مردِ خدا شناس نے شہنشاہ وقت کو دعوت اسلام دے کر ایک عالم کو حیرت بداماں کر دیا۔

کوئین وکٹوریہ دعوت نامہ دیکھ کر بے حد مسرور ہوئی اور لکھ بھیجی کہ یہ شہزادی جو سلطنت برطانیہ کی فرماں روا ہے نہ صرف آپ کی بے باکی اور حق گوئی پہ دادِ تحسین دیتی ہے بلکہ اس دعوت نامہ کا دل وجان سے احترام کرتی ہے۔ یہ لکھی ہے "میں جانتی ہوں کہ اسلام صداقت وحقانیت کا علمبردار ہے اور دنیا و آخرت کیلئے بہترین ذریعہ ہے مگر مجھے قبول اسلام میں چند رکاوٹیں ہیں جنکی وجہ سے معذور ہوں لیکن مجھے ہر وقت اس بات کا فخر رہے گا کہ میری حکومت میں اللہ کے ایسے بھی حق گو اور نڈر بندے بھی ہیں جو غیر قوموں کو اچھائیوں کی تلقین کرتے ہیں۔"

الغرض اس واقعہ سے جہاں قطب ویلور کی حق گوئی کا ثبوت ملتا ہے، وہاں آپکی شخصیت کا استغنائی پہلو بھی نکھر کر سامنے آتا ہے۔ حاصل کلام یہی وہ نفوس قدسیہ ہیں جن کی حق گوئی، بے باکی، صداقت پسندی جیسے عدیم النظیر اوصاف سے اسلام پھیلا اور پھولا رہا۔ خدا کرے کہ یہی اوصاف حمیدہ ہمارے موجودہ علمائے کرام میں بھی پیدا ہوجائے تاکہ پھر اسلام کی وہی نرالی شان نمایاں ہوجائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلعم

خطرناک خیالات اور اُن کا علاج

پیش کش :- افضل العلماء مولانا مولوی ابوالمکارم سید مصطفٰے حسین بخاری صاحب
فاضل لطیفیہ و استاد دارالعلوم لطیفیہ مکان حضرت قطب ویلور قدس سرہ

والد بزرگوار سید حسن بخاری عرف پیر پاشاہ علیہ الرحمہ کڈپوی نے آج سے کوئی چالیس سال پیشتر دارالعلوم لطیفیہ مکان حضرت قطب ویلور قدس سرہ العزیز میں چند سال رہ کر تعلیم حاصل کی۔ ویسے آپ اپنے والد ماجد کی صحبت سے بہت کچھ فیضیاب ہوئے۔ کڈپہ منسپل ہائی اسکول میں S.S.L.C تک تعلیم پائی تھی۔ شعر فہمی میں آپ کو اچھا خاصہ ملکہ حاصل تھا آیات قرآنیہ، احادیث شریفہ کے تراجم، اقوال زریں، نادر و نایاب مضامین، عمدہ اشعار اور اقتباسات خصوصًا عظیم تاریخی واقعات کو تاریخوں کے ساتھ جمع کرنا آپ کا محبوب مشغلہ تھا جو ایک انوکھی اور نادر تالیف کا باعث ہوا۔ وہ نوادرات کا ایک نایاب ذخیرہ ہے۔ مذکورہ تالیف سے ایک اقتباس ھدیۂ ناظرین اللطیف ہے۔

بخاری

موجودہ زمانے میں اس شخص کے لئے جو دماغ سے بہت زیادہ اور صحیح قسم کا کام نہ لے، ترقی کرنے کے مواقع بہت کم ہیں۔ چکا چوند پیدا کرنے والی ترقی صرف اس شخص کی ہو سکتی ہے جو اپنے دماغ میں اچھے اور تعمیری خیالات کو اس طرح گھیر کر لائے اور قائم رکھے، جس طرح تار کے ذریعہ بجلی گھر کو آتی ہے اور چراغ روشن رہتا ہے۔

یہ کام خود بخود نہیں ہو جایا کرتا بلکہ اس کے لئے بڑی محنت اور سخت جد و جہد کرنی پڑتی ہے۔ موجودہ سائنس نے اس بات کو ثابت کر دیا ہے کہ پریشان خیالات کو نکال دینے سے صحت پر بھی بڑا اثر اچھا پڑتا ہے۔ بہت سے ایسے لوگ جو سخت بیماریوں میں مبتلا تھے انہوں نے اپنے دماغ سے خطرناک خیالات کو نکال دیا تھا اور پوری طرح تندرست ہو گئے تھے۔ ان کا یہ کام سَو دواؤں سے بہتر ثابت ہوا تھا۔

سائنٹفک تجربات جو یورپ اور امریکہ میں کئے گئے ہیں ان سے معلوم ہوا ہے کہ خطرناک خیالات زیادہ تر صبح کو اور کھانا کھانے کے وقت آتے ہیں۔ ان اوقات کا خاص خیال رکھنا چاہیئے۔

خطرناک خیالات پیدا ہونے کے بے شمار وجوہات ہیں، ان میں سے چند یہ ہیں :-

رات کو بہت دیر تک دماغی کام کرنا۔ شام کو یا رات کو کسی سے غیر پسندیدہ بحث و مباحثہ کرنا یا جھگڑا کرنا۔ سونے کے وقت کے تین گھنٹے کے اندر چائے پینا۔ رات کو خوب ڈٹ کر کھانا کھانا۔ سونے کے کمرے میں تازہ کافی تازہ ہوا کا اثر نہ ہونا جس سے دماغ میں مکڑی کے جالے

کی طرح خود بینی جھلی پیدا ہوتی ہے اور سونے کے ، کمرے میں کسی ایسے شخص کی موجودگی جو آپ کو پسند نہو وغیرہ وغیرہ۔

اکثر حالتوں میں مندرجۂ بالا وجوہات سے صبح کو اٹھنے کے ساتھ ہی خطرناک خیالات کالے بادلوں کی طرح ہجوم کرنے لگتے ہیں۔ اور پھر سارا دن ہی پریشانی چلتی رہتی ہے۔ یہ صرف آج کے لئے ہی مخصوص نہیں ہے۔ بلکہ کل بھی چلے گی۔ پرسوں بھی۔ اگلے ہفتہ، اگلے سال بھی۔ اگر اس کا سبب دُور نہیں کیا جائے گا' تو ساری عمر یہ سلسلہ بندھا رہے گا۔

اس خطرناک بیماری کے رفع کرنے کی بڑی اچھی ترکیب یہ ہے کہ اور کچھ نہیں صرف تم اتنا تو کرو کہ صبح کو دس بجے تک خطرناک خیالات کو ہرگز نہ آنے دو۔ بقیہ اپنا خود خیال کرلے گا۔

صوفیائے کرام اس قسم کے خیالات کو بھگانے کے لئے لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم پڑھنے کو بتاتے ہیں۔ درود شریف یا قرآن شریف کی کسی سورت کا ورد رکھنا بھی اس کا مجرب المجرب علاج ہے۔

تکلیف اور پریشانی دور کرنے کی تجاویز کرتے رہنا چاہیئے۔ تجاویز کرنا خطرناک خیالات سے بالکل مختلف چیز ہے۔

جن لوگوں کا دل مرجھایا مرجھایا رہتا ہے۔ بھوک پیاس سے لَق لَق کرتے ہیں۔ ٹاٹ پہننے والے فقیروں کا سا کمبل اوڑھتے ہیں، اگر وہ تخریبی خیالات کی جگہ تعمیری خیالات قائم کرلیں تو سونا ان کے ہاتھوں میں کھیلنے لگیگا۔ اور چاندی قدموں میں لوٹنے لگیگی۔

پیشکش: مولوی حافظ محمد کمال الدین عارف
بلنجپوری
فاضل لطیفیہ
و
ادیب فاضل یونیورسٹی
مدراس

مدرّس مشاہیر کی نظر میں

۱۔ میرے نزدیک اساتذہ قوم کے محافظ ہوتے ہیں۔ اساتذہ کے بغیر کسی قوم کو انسانوں کا گروہ تو کہا جا سکتا ہے لیکن قوم کا نام نہیں دیا جا سکتا۔ اساتذہ ہی قوم کو اقوام عالم کی صف میں جگہ دلاتے ہیں۔ صرف اساتذہ ہی زیر تعلیم نسل کی صلاحیتوں کو اُجاگر کرسکتے ہیں۔ (اتاترک)

۲۔ مدرس ملکی اور قومی عزت کی اکائی ہے۔
(ملک غلام محمد خاں)

۳۔ معلم بنایا نہیں جاتا بلکہ خود بنتا ہے۔
(محمد عطیہ الابراشی)

۴ لوگوں کو اگر عقل سے دشمنی نہیں ہوتی، تو وہ معلم کو ہر ضرورت دنیوی سے بے نیاز کردیتے اگر وہ اشیاء کی قدر و قیمت کا اندازہ رکھتے ہوتے تو معلم کی قیمت سب سے زیادہ لگاتے۔
(محمد عطیہ الابراشی مصری)

۵ شاہ فیصل (شاہ عراق) نے تعلیم کو فروغ دینے اور اساتذہ میں ایک نیا جذبہ بیدار کرنے کے لئے اپنا نام اساتذہ کی فہرست میں لکھوایا۔

۶۔ اتاترک اپنے ملک سے جہالت دور کرنے کے لئے چاک اور تختہ سیاہ لے کر گاؤں گاؤں پھرا۔ اور ایک استاد کی حیثیت سے ناخواندہ لوگوں میں کام کیا۔

۷۔ اگر مجھے وعظ و نصیحت سے فرصت ملتی تو تعلیم کے سوا اور کوئی کام نہ کرتا۔
(مارٹن لوتھر)

۸۔ مجھے ایک مدرسہ سونپ دو۔ میں ساری دنیا کو بدل دینے کا عہد کرتا ہوں۔
(ماوسن مس)

۹۔ اگر کسی عالم کو سیم و زر کا بندہ دیکھیں تو یقین کرلو اس کا علم کھوٹا ہے۔
(محمد عطیہ الابراشی)

۱۰۔ جیسا مدرس ویسا مدرسہ۔
(مسولینی)

۱۱۔ کون کہتا ہے کہ خواندگی تعلیم کی آخری منزل ہے۔ یہ تو اس کا آغاز بھی نہیں۔ یہ صرف ایک ذریعہ ہے۔ جس کی مدد سے تعلیم حاصل کی جا سکتی ہے۔
(گاندھی جی)

۱۲ جس طرح پانی پودوں کو زندگی بخشتا ہے اسی طرح استاد کی تربیت، قوم کی زندگی کا باعث ہوتی ہے۔
(ابوالمکارم)

۷۸۶ / ۱۹۶

قرۃ عینی بک یا رسول اللہ ﷺ

از جناب مولوی شبیر حسن صاحب عثمانی

آقائے دو جہان سرور کون و مکاں حضور احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت و الفت اور آپ کے اسمِ گرامی کی تعظیم و تکریم میں دین و ایمان ہے' اس محبت کے اظہار کے لئے محافل میلاد میں ذکر ولادتِ پاک کے وقت قیام تعظیمی کیا جاتا ہے اور زمانہ خلفائے راشدین سے تمام اکابرین و صلحائے اُمت بلکہ عامۃ المسلمین کا معمول رہا ہے کہ وہ جب موذّن کی زبان سے اشہد ان محمّد رسول اللہ سنتے ہیں تو دونوں ہاتھوں کے انگوٹھوں کو چوم کر آنکھوں سے لگاتے ہیں' اور قرۃ عینی بک یا رسول اللہ ﷺ کہہ کر اپنی آنکھوں کے لئے نور اور دل کے لئے سامانِ قرار فراہم کرتے ہیں بعض نافہم و کم علم داعیانِ اصلاح نے اس سنّت جاریہ کو بدعت قرار دے کر مسلمانوں کو اس عظیم ترین سعادت سے محروم کرنا چاہا ہے اور لکھا ہے کہ ایسا کرنا بدعت ہے۔ اور اس فعل کی شریعت میں کوئی اصل نہیں اور نہ زمانۂ رسولؐ و خلفائے راشدین میں اس فعل کا وجود ثابت ہے لیکن کتب احادیث کی چھان بین سے پتہ چلتا ہے کہ علمائے ظواہر کا یہ قول سراسر کم علمی و نادانی پر مبنی ہے۔

حدیث قدسی میں ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کو زمانۂ قیام جنت میں حضور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے کا اشتیاق پیدا ہوا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم پر وحی بھیجی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تیری صلب سے ہیں اور ان کا ظہور آخری زمانے میں ہوگا۔ جب حضرت آدمؑ کا اشتیاق درجۂ غایت کو پہنچا تو حق تعالیٰ نے آنحضرتؐ کی صورت حضرت آدم علیہ السلام کے دونوں انگوٹھوں کی صفائی میں ظاہر کر دی۔ جس پر آدم علیہ السلام نے محبت سے دونوں انگوٹھوں کو آنکھوں سے لگا لیا۔ تب سے یہ فعل آپ کی اولاد کے لئے مسنون قرار پایا۔ حضرت جبرئیلؑ نے جب یہ قصّہ حضور سرور عالمؐ سے بیان کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ جس شخص نے میرا نام اذان میں سنا اور اپنے دونوں ہاتھوں کے انگوٹھوں کو بوسہ دیا اور آنکھوں سے ملا وہ کبھی اندھا نہ ہوگا۔

دوسری روایت یہ ہے کہ ایک روز حضرت بلال رضی اللہ عنہٗ اذان دے رہے تھے۔ جب وہ اشہد ان محمّد رسول اللہ پر پہنچے تو حضرت عمرؓ نے اپنے دونوں انگوٹھوں کو چوم کر آنکھوں سے لگایا۔ یہ دیکھ کر حضور سرور عالم نے حضرت عمرؓ سے فرمایا' عمر تم نے یہ کیا

24/4

کیا؟ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے آپ کا اسم مبارک اذاں میں سنا بسبب غلبۂ محبت میں نے اپنے دونوں انگوٹھوں کو چوما اور آنکھوں سے لگایا۔ حضور پر نور نے فرمایا جو شخص مثل عمرؓ کے کریگا میں اس کو قیامت کے دن صفوف میں (صفوں) تلاش کرکے جنت کی طرف لے جاؤں گا۔

مسالک السالکین میں بعینہٖ اسی قسم کا واقعہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا لکھا ہے کہ جب اذاں شروع ہوئی تو ایک روز جمعہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے اور ستون سے کمر لگا کر بیٹھ گئے۔ اتنے میں حضرت بلال رضؓ اذاں دینے لگے۔ بلال رضؓ نے جب اشہدان محمد رسول اللہ کہا تو ابوبکر صدیق رضؓ اپنے دونوں ہاتھوں کے انگوٹھے چوم کر اپنی آنکھوں سے ملنے اور کہنے لگے قرۃ عینی بك یا رسول اللہ (یعنی اے اللہ کے رسول آپ میرے آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں)۔ اذاں کے بعد حضور آقائے نامدار نے فرمایا کہ اے ابوبکر جو شخص شوق و محبت میں ایسا کریگا جیسا تونے کیا ہے اللہ تعالیٰ اس کے گناہ قدیم وجدید عمد و خطا پوشیدہ و ظاہر سب معاف کردیگا۔ اور میں اس کا شفیع ہوں گا۔

ابن عیینہ کی روایت میں ہے کہ مولا علی کرم اللہ وجہہٗ بھی اسی طرح کیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے رضیت رباً و بالاسلام دیناً و بمحمد نبیناً۔

علامہ شیخ زادہ نے وقایہ کی شرح میں اور مستوفیؒ نے کنز العباد میں لکھا ہے کہ یہ فعل سنت ہے اور اس کے مسنون ہونے میں کوئی کلام نہیں۔ یہ طریقہ مرضیہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا ہے۔

کنز العباد میں لکھا ہے کہ اشھد ان محمداً رسول اللہ پہلی بار سن کر صلی اللہ علیك یا رسول اللہ کہنا چاہیئے۔ اور دوسری بار قرۃ عینی بك یا رسول اللہ۔ بہرحال جب یہ فعل خلفائے اربعہ کا معمول تھا اور تمام اکابرین وصالحین امت کا اس پر عمل جاری ہے تو یہ فعل مسنون اور باعث صد ہزار اجر و ثواب و خیرات و حسنات ہے۔

تمت بالخیر

بقیہ صفحہ ۱۹۷ فی جنت النعیم، حضرت ابن جوزی رحؒ فرماتے ہیں کہ اس مسلمان کی کیا حالت ہوگی جو حضور اکرم صلعم کی الفت و محبت میں آپ کی ولادت پاک پر خوشیاں مناتا ہوا اور بقدر استطاعت وہ محفل میلاد میں مال و زر خرچ کرتا ہو۔ میری زندگی کی قسم ہے کہ یقیناً خدائے تعالیٰ اسکو اپنے بے پایاں فضل و کرم سے مقام فردوس میں جگہ عطا فرمائے گا۔

حضورؐ کی میلاد منانے اور آپکے نام پر منائی جانے والی خوشی کے وقت غرباء و مساکین کو اپنی قدرت کے مطابق خرچ کرنے سے جنت مل سکتی ہے تو اس سے بڑھکر اور کیا نعمت چاہیئے۔ خداوند کریم ہم سب کے دلوں میں حضورؐ کی سچی محبت عطا فرمائے۔ آمین

نظمِ تہنیت بتقریبِ بسم اللہ خوانی

عزیزہ امۃُ الحی سلمہا

نورِ نظرِ جنابِ محترم ابوالحسن صدرالدین سیدہ شاہ محمد طاہر صاحب قادری

و برادرزادی

اعلیٰ حضرت مولانا مولوی الحاج حافظ ابوالفتح سلطان محی الدین سید شاہ عبدالقادر صاحب قادری دامت برکاتہم

سجادہ نشین خانقاہ حضرت قطب ویلور قدس سرہ المبرور

صدائیں ہر طرف ہیں انبساط و کامرانی کی
خداوندا : یہ گلکاری ہے تیری مہربانی کی

بحمد اللہ سرکارِ دو عالم کا یہ صدقہ ہے
نویدِ جانفزا نکلی حیاتِ جاودانی کی

پیامِ عید لیکر آج گویا صبحِ بہار آئی
ہوائیں رقص کرتی ہیں سرور و شادمانی کی

سرورِ بادۂ وحدت کی مدہوشی ہے محفل میں
یہاں حاجت نہیں ساقی شرابِ ارغوانی کی

مسرت کے ترانے ہیں مبارکباد کے نغمے
عجب بہجت فزا محفل ہے بسم اللہ خوانی کی

خدا آباد رکھے آج اس بزمِ عقیدت میں
دلوں سے آرزو نکلی نشاطِ جاودانی کی

یہ تقریبِ سعادت حضرتِ اعلیٰ مبارک ہو
دعائیں ہوگئیں مقبول آخر شادمانی کی

تقدس آپ کا ہے قابلِ تحسین تعالی اللہ
خدائی شیفتہ ہے جن کے اسرار و معانی کی

دعا گو حضرت الحاج دادا پیر صاحب میں
لبوں نے جن کے احیا سلف کی ترجمانی کی

مبارک آج حضرت پیر صاحب کو یہ بہجت ہو
سدا نورِ نظر لوٹے بہاریں زندگانی کی

لکھو کلکِ ادب سے مصرعِ تاریخ اے نیرؔ
ہمایوں مرحبا تقریب ہے بسم اللہ خوانی کی

نذرِ عقیدت :

(جناب الحاج مولوی) محمد اسمٰعیل صاحب نیرؔ ربانی استاذ دارالعلوم سبیل الرشاد بنگلور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللطیفہ ۱۳۹۳ھ

انتخاب از فصل الخطاب

از :-
مولوی پی محمد ابوبکر
صاحب ملیباری قمری
مدرس دارالعلوم لطیفیہ
مکان حضرت قطب ویلور

مذکورۃ الصدر عنوان کے تحت خلاصۃ الصالحین نخبۃ السالکین الحاج الحافظ اعلیٰحضرت مولانا مولوی محی الدین سید شاہ عبداللطیف قبلہ قادری المشہور بہ **قطب ویلور** قدس سرہ العزیز کی معرکۃ الآرا کتاب "فصل الخطاب بین الخطا والصواب" سے چند اقتباسات جو میلاد شریف سے متعلق ہیں انکو مختصر سے مضمون کی شکل میں ناظرین کی معلومات کیلئے پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ باسعادت پر خوشی مناتے ہوئے آپ کی ولادتِ پاک کا واقعہ بیان کرنا اور آپ کی نعت پاک نظم یا نثر میں پڑھنا چاہے واقعہ ولادت تنہائی میں پڑھے یا مجلس میں کھڑے ہوکر یا بیٹھ کر جس طرح بھی ہو اس کو میلاد شریف کہا جائے گا۔ محفل میلاد شریف منعقد کرنا اور ولادتِ پاک کی خوشی منانا اور ایسے ذکر کے موقع پر خوشبو لگانا اور چھڑکنا شیرنی تقسیم کرنا، غرضیکہ خوشی کا اظہار جن جائز طریقے سے ہو وہ مستحب ہے۔ اور بہت ہی باعثِ برکت اور رحمتِ الٰہی کے نزول کا سبب ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اذکروا نعمۃ اللہ علیکم حضور کی تشریف آوری اللہ کی بڑی نعمت ہے۔ ایک اور جگہ فرماتا ہے کہ اما بنعمۃ ربک فحدث اپنے پروردگار کے نعمتوں کا اظہار کرو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد دنیا کی سب نعمتوں سے بڑھکر افضل اور بابرکت ہے۔ لہٰذا ہمارے لئے ضروری ہو جاتا ہے کہ اس نعمتِ عظمیٰ پر جتنی چاہیں خوشی و مسرت کا اظہار کریں۔ حضرت قطب ویلور قدس سرہ العزیز اپنی کتاب "فصل الخطاب بین الخطا والصواب" میں سرورِ میلاد پر چند کتابوں کا حوالہ دیکر لکھتے ہیں کہ :-

" بدان کہ سرورِ مولدِ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم بدعتِ حسنہ است و عمل مولد معمول علماء و عرفاء عالم شیخ ابن حجر مکی ہیمتی رحمۃ اللہ علیہ در رسالہ نعمت الکبریٰ علی العالم بمولد سید ولد آدم می فرماید اعلم انہ ای ان عمل المولد بدعۃ لانہ لم ینقل عن احد من السلف من القرون الثلثہ التی شھد النبی صلی اللہ علیہ وسلم بخیریتھا لکنھا بدعۃ حسنۃ۔

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ولادت پر خوشی

منانا بدعتِ حسنہ ہے اور میلاد کرنا علماء اور عرفاء عالم کا معمول ہے ۔ شیخ ابن حجر مکی ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ رسالہ النعمت الکبریٰ علی العالم میں حضورؐ کے ولادت کی خوشی منانے پر فرماتے ہیں میلاد کرنا ایک بدعت ہے کیونکہ قرونِ ثلاثہ، جن کے بہتر ہونے کی حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے ۔ اس مبارک دور کی کسی بھی شخصیت سے انعقاد میلاد منقول نہیں ہے لیکن اس کے باوجود میلاد پر خوشیاں منانا بدعتِ حسنہ ہے ۔

اول من احدث ابن الملك المظفر ابو سعيد كوكرى بن زين الدين على بن بكتبين احد الملوك الامجاد والكبراء الاجواد وكانت له آثار حسنة وهو الذى عمّر الجامع المظفرى بسفح قاسيون قال ابن كثير فى تاريخه كان يعمل المولد الشريف فى ربيع الاول ويحتفل به احتفالا هائلا وكان شهما شجاعا عاقلا عالما عادلا رحمه الله تعالى واكرم مثواه ايضا دروى مى طرازد وقال سبط ابن الجوزى فى مرآة الزمان حكى ان بعض من حضر سماط المظفرى فى بعض الموالید انه عدّ فى ذلك السماط خمسة آلاف غنم وعشرة آلاف راس دجاجه و مائة جمل ومائة الف زبدية وثلثين الف صحن حلوى قال وكان يحضر عنده فى الموالید اعيان العلماء والصوفيه فيخلع عليهم ويطلبهم ۔

میلاد شریف کا آغاز ابن ملک مظفر ابو سعید کوکری بن زین الدین علی بن بکتبین نے کیا۔ آپ عظیم شاہان اسلام سے تھے ۔ مسجد جامع مظفریہ سفح قاسیون نامی شہر میں ہے ۔ آپ ہی نے بنائی تھی۔ اس کے علاوہ آپ کی اور بہت سی نشانیاں ہیں۔ ابن کثیر اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ شاہِ موصوف باقاعدہ اپنے دور میں ہر سال ماہِ ربیع الاول میں محفل میلاد ایک عظیم جلسے کی شکل میں منعقد فرماتے تھے اور شاہِ موصوف زندہ دل، بہادر دانشمند عالم عادل تھے ۔ رحمہ اللہ تعالیٰ واکرم مثواہ ۔

سبط ابن جوزی، مرآۃ الزمان میں رقمطراز ہیں کہ چند حضرات بادشاہ مظفر کے شاہی دسترخوان پہ جو میلاد رسولؐ کی تقریب میں چنا گیا تھا حاضر ہوئے کہتے ہیں اس خوانِ مظفری پر پانچ ہزار بکریاں اور دس ہزار مرغ، سو اونٹ ایک لاکھ مکھن پیڑ اور تیس ہزار حلوے کے طبق موجود تھے جس میں بڑے علماء اور صوفیاء کرام دعوت میں مدعو تھے ۔

شیخ الھند در جلد اول مدارج میفرماید کہ ثوبیہ آن ہست کہ چوں آنحضرتؐ متولد شد بشارت رسانید، ابولہب کہ در خانۂ عبداللہ برادر تو پسری متولد شدہ وابولہب او را بمژدگانی آزاد کرد و امر کرد کہ او را شیر دہد۔ حق تعالیٰ بایں شادی سرور کہ ابولہب بولادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کرد در عذاب وے تخفیف کرد، روز دوشنبہ از وی عذاب بر داشت ۔

شیخ الہند حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مدارج النبوہ میں فرماتے ہیں۔

جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے تو ثویبہ (ابولہب کی باندی) نے آکر ابولہب کو یہ بشارت دی کہ تمہارے بھائی عبداللہ کے گھر ایک بچہ ہوا ہے۔ ابولہب اس خوشخبری کو سن کر برجستہ ثویبہ سے کہا کہ تم آج سے آزاد ہو اور جاؤ اس بچہ کو دودھ پلانا۔ حضورؐ کے ولادت پر خوشی منانے کی وجہ اللہ تعالیٰ نے ابولہب کے عذاب میں تخفیف بخشا۔ اور دوشنبہ کو اس سے عذاب اٹھالیا جاتا ہے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ رؤی ابولہب عمہ صلی اللہ علیہ وسلم فی النوم فقیل ما حالك قال فی النار الا انه خُفِّفَ عنی کل لیلة اثنین و امص من بین اصبعیّ ہاتین ماءً او ان ذلك عند اعتاقی لثویبة عند ما بشرتنی بولادة النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ یعنی حضرت بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابولہب کو خواب میں دیکھا اور اس سے دریافت کیا تمہاری کیا حالت ہے۔ اُس نے جواب دیا کہ دوزخ میں ہوں۔ مگر ہاں دوشنبہ کی رات عذاب میں تخفیف کی جاتی ہے اور جب پیاس لگے تو میں اُنگلی کے پور کو چوستا ہوں جس سے حلق تر ہو جاتا ہے، پیاس کی شدت ختم ہو جاتی ہے۔ اس انگلی سے پانی نکلنے کا سبب صرف یہی ہے کہ میں اسی انگلی کے اشارے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ولادت کی خوشخبری پر ثویبہ باندی کو آزاد کیا تھا۔

ایک ایسا شخص جس کے بارے میں قرآن شریف صراحتاً مذمت کرتا ہے اور دوزخی ہے صرف آپ کے ولادت کی بشارت پر ایک لونڈی کو آزاد کرنے کی وجہ اُسے دوزخ کے شعلوں سے جب خفت ممکن ہے تو مسلمانوں کو جو آپ کی عقیدت اور محبت سے دل لبریز ہوتا ہے محفل میلاد اور ولادت آنحضرتؐ کی خوشی منانے سے کتنا اجر و ثواب نہیں ملے گا۔ سه

دوستاں را کجا کنی محروم
تو کہ با دشمناں نظر داری

عیسیٰ علیہ السلام نے دعا کی تھی کہ رَبَّنَا اَنْزِلْ عَلَیْنَا مَائِدَةً مِّنَ السَّمَاءِ تَكُوْنُ لَنَا عِیْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا معلوم ہوا کہ مائدہ آنے کے دن کو حضرت مسیح علیہ السلام نے عید کا دن بنایا۔ آج بھی اتوار کو عیسائی اسی لئے عید مناتے ہیں کہ اس دن دسترخوان اترا تھا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری اس مائدہ سے کہیں بڑھ کر نعمت ہے۔ لہٰذا آپ کی ولادت کا دن بھی یوم عید سے کسی طرح کم نہیں۔

فما حال المسلم الموحد من امته لیبشر بمولده ویبذل ما یقدر علیه فی محبته صلی اللہ علیہ وسلم لعمری انما یکون جزاءه من اللہ الکریم ان یدخله بفضله العمیم

بقیہ بر صفحہ ۱۹۳

بسم اللہ حامداً و مصلیاً

تہنیت نامہ مسرت شمامہ

بتقریب ولادت باسعادت مسمّی محمود النساء سلمہا اللہ تعالیٰ

دختر بلند اختر والا اقبال سراپا جمال

حضرت مولانا ابوالحسن صدر الدین سید شاہ محمد طاہر قادری

برادر عزیز القدر اعلیحضرت مولانا مولوی الحاج ابو الفتح سلطان محی الدین سید شاہ عبد القادر

قادری قدس سرہ العزیز سجادہ نشین مکان حضرت قطب ویلور

اک مژدۂ جاں فزا صد فرحت روحانی
ہر گوشۂ دل تاباں از جلوۂ پیرانی

گہوارۂ نوری میں رحمت یزدانی
ہے فرحت آغوش آل شہ جیلانی

معصوم نگاہوں میں اک جلوۂ نورانی
ارواح مقدس کے انوار کی تابانی

ہر فرد یہاں کا ہے مست مئے عرفانی
ہے اسکی فقیری میں صد شوکت سلطانی

پیغام مسرت سے اک جوش جنوں پیدا
پاتا ہوں درون دل اک حالت وجدانی

ہے عرش بریں پر اب پرواز تخیل کی
جذبات کی موجوں میں ہنگامۂ طوفانی

سجادۂ عالی کے نغمے ہیں بلندی پر
ہر نغمۂ شادی ہے اک نغمۂ لافانی

قادر ہوں کہ باقر ہوں ناصر ہوں کہ طاہر ہوں
اک روح کے اجزاء ہیں در پردۂ جسمانی

یہ اہل عقیدت کی بے لوث دعائیں ہیں
تابندۂ عالم باد ایں جلوۂ پیرانی

دامان تصرف میں کونین کی وسعت ہو
نور نظر شاہ کونین ہے سیدانی

کس منہ سے کرے **کامی** اب انکی ثنا خوانی
اللہ کی جن پر ہو صلوٰۃ و دعا خوانی

گذارندۂ جناب شیخ عبد الرحیم صاحب کامی قادری
تحصیلدار - ویلور

مردِ حق اعلیٰحضرت محوی قدس سرہ العزیز

از: افضل العلماء مولوی ابوالمکارم سید مصطفیٰ حسین بخاری قادری کڈپوی استاذ دار العلوم لطیفیہ و جنرل سکریٹری دائرۃ المعارف مرکز مکان حضرت قطب ویلور قدس سرہ العزیز

یہ ضیا پاش ستارے جس طرح دنیاوی راستوں میں بھٹکے ہوئے لوگوں کی رہنمائی کرتے ہیں اسی سے کہیں زیادہ زمین پر بسنے والوں میں سے ایک ایسی جماعت بھی ہے جو بھٹکی ہوئی انسانیت کو اخروی راستوں پر ڈال کر خدا سے بندہ کے رشتہ کو جوڑ دیتی ہے اور دین و دنیا میں سرخرو و سرفراز کر دیتی ہے جن کو وارثین انبیاء کہا جاتا ہے رہبری و رہنمائی کا یہ سلسلہ اب سے نہیں بلکہ ابتدائے آفرینش سے چلا آرہا ہے۔ انبیاء، رسل، اولوالعزم اور خاتم النبوت علیہم السلام کے بعد اللہ کے نیک بندوں نے مخلوقِ خدا کی رہنمائی کا بیڑا اپنے سر لیا اور ہر دور میں اپنے فرائضِ منصبی کو بخوبی انجام دیا۔ نیز اپنے بے مثل کارناموں سے آئندہ نسلوں کے لئے ایسے گہرے نقوش چھوڑ گئے جو رہتی دنیا تک باقی رہیں گے۔

آج سے تقریباً تین سو سال پیشتر بیجاپور کے سادات اور علمی خاندان سے تعلق رکھنے والی ایک مقدس شخصیت خطۂ جنوب کو اپنے قدومِ میمنت لزوم سے مشرف کرنے کے لئے مختصر سے قافلے کی شکل میں روانہ ہوئی۔ مختلف مقامات پر پڑاؤ ڈالتے ہوئے ویلور دار السرور پہنچی حسبِ ارشاد سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسی مقام پر اقامت پذیر ہوئی۔ اور جنوب میں دینی علمی عرفانی اور ادبی خدمات کے لئے ایک عظیم مرکز کی تعمیر کی جو آج مکان حضرت قطب ویلور کے نام سے مشہورِ زمانہ ہے۔ یہی وہ مبارک شخصیت ہے جن کو تاج العارفین اعلیٰحضرت مولانا سید شاہ عبداللطیف قادری بیجاپوری قدس سرہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ آپ کے فرزند ارجمند قدوۃ العارفین اعلیٰحضرت مولانا رکن الدین سید شاہ ابوالحسن قادری قربی اور حضرت قربی کے فرزند سعادتمند زبدۃ العارفین اعلیٰحضرت علامہ محی الدین سید شاہ عبداللطیف قادری ذوقی قدس سرہما نے تصنیف و تالیف، درس و تدریس اور اپنے خطبات کے ذریعہ یہاں کی تاریکیوں کو روشنی سے بدل دیا۔ ایسے مقدس علمی عرفانی گھرانے میں قدوۃ السالکین اعلیٰحضرت مولانا سید شاہ ابوالحسن ثانی محوی قدس سرہ پیدا ہوئے۔ آپ کی ولادتِ باسعادت ۲۷ شعبان ۱۱۸۶ھ روز دوشنبہ بوقت عصر اسی حضرت مکان جنت نشان میں ہوئی۔ آپ کے والد ماجد کا نام نامی اعلیٰحضرت علامہ محی الدین سید شاہ عبداللطیف قادری ذوقی قدس سرہ ہے۔ اور والدۂ ماجدہ کا

نام سکینہ بی بی بنت عبد العلی بیجاپوری ہے۔

آپ بلند قامت، سبز رنگ، عریض سینہ، کشادہ پیشانی مضبوط بدن، صاحب وقار اور پُر جلال شخصیت کے مالک تھے آپ کی تعلیم و تربیت ابتداءً والد ماجد کے پاس ہوی۔ ابھی جبکہ زندگی کی آٹھویں بہار سے گذر رہے تھے والد بزرگوار کا وصال ہوگیا۔ آپ کی والدۂ محترمہ نے تعلیم پر خصوصی توجہ دیتے ہوئے اپنے ساتھ مدراس لے گئیں تقریبًا بارہ سال تک وہاں رہ کر فاضل اساتذۂ روزگار سے مختلف علوم وفنون جیسے تفسیر حدیث، فقہ، علم کلام، تاریخ، طب، فلسفہ وغیرہ میں کمال حاصل کیا۔ بیس سال کی عمر میں ویلور چلے آئے۔ مدراس سے واپسی کے بعد آپ خصوصی طور پر حقائق و سلوک کی جانب متوجہ ہوئے اور والد ماجد کی رُوح پر فتوح سے استفادہ کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ نے بہت جلد علوم شریعت کے علاوہ علوم معرفت میں کامل دستگاہ حاصل کرلی۔ صاحب انوار اقطاب ویلور حضرت ذوقی قدس سرہٗ کے روحانی فیضان کے متعلق رقمطراز ہیں:

" اگرچہ کہ حضرت ذوقی اہل عالم کی نگاہوں سے روپوش ہوگئے تھے لیکن اپنے ہونہار فرزند ارجمند کی تربیت میں آپ کی روح مصروف تھی۔ اس تصرف و توجہ کا نتیجہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر فن کے اندر کمال قدرت عطا فرمایا تھا۔ چنانچہ صاحب مطلع النور نے اس کا تذکرہ شاہ عنایت اللہ فخری کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا کہ شاہ صاحب نے اکثر یہ خواب میں دیکھا کہ حضرت ذوقی تشریف لائے اور فرمایا دیکھو میں اب فضل رب سے اپنے فرزند پر توجہ کرتا ہوں شاہ صاحب موصوف فرماتے ہیں، اسوقت میں نے عرض کیا حضور! مجھپر بھی کرم ہو۔ چنانچہ حضرت نے ہم دونوں پر کامل توجہ ڈالی"۔

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ والد ماجد کی روح پاک آپ پر پوری طرح اثر انداز تھی، جن کی روحانی تربیت نے آپ کی شخصیت کو خوب نکھارا۔ جس سے آپ پر حقائق ومعارف کھلنے لگے

بیعت وخلافت

آپ نے حضرت مولانا سید شاہ مرتضیٰ قادری قدس سرہٗ (جو رشتے سے آپکے دادا ہوتے ہیں) کے دست فیض قدس پر بیعت کی اور خلافت عظمٰی سے سرفراز ہوئے جیسا کہ ضمیمۂ جواہر السلوک کی مندرجۂ ذیل عبارت سے واضح ہے۔ حضرت سید شاہ محمد قادری ہمشیرزادہ وخلیفۂ حضرت قطب ویلور قدس سرہ العزیز مذکورہ ضمیمہ میں اپنے پیر ومرشد کے سلسلۂ خلافت کو بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:۔

" سلسلہ مرشدالانام مدظلہ العالی قادریہ بیعت وخلافت سلاسل دیگرش نیز رسیدہ والباس خرقۂ خلافت قادریہ از پدر بزرگوار خود سید شاہ ابوالحسن ثانی کردہ واواز سید شاہ مرتضیٰ بن سید محمد غوث بن سید قطب الدین بن سید عبداللطیف عرف بابوجی واواز رکن الدین سید شاہ ابوالحسن قربی ابن سید عبداللطیف بن میران سید ولی اللہ

بن سید عبداللطیف عرف بابوجی"۔

" یعنی حضرت قطب ویلور قدس سرہٗ العزیز کا سلسلۂ قادریہ سے ویسے دوسرے سلاسل کی خلافتیں بھی آپ کو پہنچی ہیں۔ خلافت قادریہ کا خرقہ آپ نے اپنے والد بزرگوار حضرت سید شاہ ابو الحسن ثانی محوی سے پہنا ہے اور آپ سید شاہ مرتضیٰ ابن سید محمد غوث بن سید قطب الدین بن سید عبداللطیف عرف بابوجی سے خرقہ پہنے ہیں۔ حضرت سید شاہ مرتضیٰ قادری نے حضرت رکن الدین سید شاہ ابو الحسن قربی ابن سید عبداللطیف ابن میراں سید ولی اللہ ابن سید عبداللطیف عرف بابوجی، قدس اسرارہم سے خرقہ پہنا ہے"۔

حضرت قطب ویلور قدس سرہٗ العزیز کے ایک مکتوب سے حضرت محوی قدس سرہٗ کے اویسی ہونے کا ثبوت بھی ملتا ہے۔ " ابی و شیخی حضرت سید شاہ ابو الحسن قادری نیز اویسی بودند از روح پر فتوح حضرت سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہٗ اخذ فیض کردہ اند"۔

" یعنی میرے والد و شیخ حضرت سید شاہ ابو الحسن قادری بھی اویسی تھے۔ آپ نے حضرت سید شاہ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی روح پر فتوح سے اکتساب فیض کیا ہے"۔

حضرت محوی قدس سرہٗ نے عالم رؤیا میں اپنے والد ماجد اور حضرت سید السادات شیخ المشائخ سید شاہ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہٗ سے بھی خلافت حاصل کی ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایکمرتبہ خواب میں آپنے حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہٗ کو دیکھا کہ تشریف لائے ہیں اور سر پر عمامہ رکھا اور خلافت سے نوازا ہے۔ جب آپ خواب سے بیدار ہوے تو خود کو حالتِ قیام میں پایا۔ اور سر پر عمامۂ مبارک رکھا ہوا تھا اور خواب کے تمام آثار بیداری میں نمایاں تھے اس طرح آپ معنوی طور پر والد ماجد اور حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے خلیفہ ہوتے ہیں۔

یہ کوئی نئی اور بعید از قیاس بات نہیں کیونکہ اس سے پہلے بھی ایسے واقعات رونما ہو چکے ہیں۔ چوتھی صدی ہجری کے ایک بزرگ حضرت ابوبکر ہُراز فرماتے ہیں کہ میں نے ایکمرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپکے ہمراہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ بھی ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول مجھے خرقہ عنایت فرمائیے۔ یہ سنکر حضور علیہ السلام نے حضرت ابوبکر رض کو حکم دیا کہ اپنے ہمنام کو خرقہ پہناؤ۔ چنانچہ حضرت صدیق رض نے مجھے خرقہ پہناتے ہوے سر پر کلاہ رکھی اور چہرے پر ہاتھ پھیرا۔ جب میں بیدار ہوا تو جسم پر خرقہ اور سر پر کلاہِ مقدس کو پایا۔

ایسا ہی ایک اور واقعہ ملاحظہ فرمائیے۔

مخزن السلاسل میں مرقوم ہے کہ حضرت شیخ شمس الدین محمد ابن محمود حنفی خوارزمی بیان کرتے ہیں، کہ میں ۶۲ھ میں روضۃ النبی صلے اللہ علیہ وسلم کی مجاوری کرتا تھا۔ میرا روزانہ کا یہ معمول تھا کہ مسجد نبوی میں صبح کی نماز با جماعت ادا کرنے کے بعد اشراق تک

ذکر و تلاوت میں مشغول رہتا یہاں تک کہ ۱۲ رجب المرجب کو حسب عادت وظیفہ میں مشغول تھا کہ نیند اس طرح غالب آئی کہ ذکر و تلاوت پر قدرت نہ رہی، خواب میں حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ فرما رہے ہیں، تم تو ننگے سر ہو۔ پھر اپنے سر اقدس سے سفید عمامہ نکال کر میری طرف بڑھاتے ہوئے ارشاد فرمایا، اس کو پہنو۔ میں نے اپنے سر کو آگے کرتے ہوئے [illegible] عرض کیا، یا رسول اللہ آپ ہی اپنے مبارک ہاتھوں سے پہنا دیجئے۔ آپ نے اپنے ہاتھوں سے میرے سر پر عمامہ رکھا۔ جب میں خشوع و تضرع کے عالم میں اٹھا تو دیکھا میرے سر پر مقدس عمامہ رکھا ہوا ہے۔

اس سلسلے میں واقعات قلمبند کرنے چلیں تو مضمون طویل ہوجائیگا، یہ تو مشتے نمونہ از خروارے ہے۔ غرضیکہ حضرت محوی قدس سرہ العزیز بڑے صاحب کمال بزرگ تھے۔ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل آپ پر تھا۔ ایکمرتبہ آپ نے خواب میں دیکھا کہ جنت کی سیر کرتے ہوئے حوض کوثر پر پہنچ گئے ہیں۔ وہاں آپ کو خواہش ہوئی کہ تین گھونٹ پانی پئیں، اتنے میں پیچھے سے حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے آپ کو غوطہ دیا۔ آپ تین گھونٹ پانی بھی لئے جیسے ہی آپ کی آنکھ کھلی، کپڑے بھیگے ہوئے تھے اور ٹھنڈک سے جسم کانپ رہا تھا۔

دیکھا ایک شب بعالم رؤیا — حضرت غوث انس و جاں کا تھا
وہ لب حوض پہ کھڑا تھا جو آب — اس کو ڈھکیلا ہے غوث نے در آب
ہوا بیدار جب وہ شیخ زمن — تر بتر تھا لباس اور بدن
موئے سر سے بھی آب بہتا تھا — اور تن پاک اس کا لرزاں تھا

(مثنوی مطلع النور)

خدمت دین

آپ نے آبا و اجداد کے طریقے کو جاری رکھتے ہوئے فن تصوف وغیرہ میں بہت سی معرکۃ الآرا کتابیں تصنیف کیں، نیز درس و تدریس کے ذریعہ بھٹکی ہوئی انسانیت کی رہنمائی کی۔ آپ کے قلم سے نکلے ہوئے سوتوں نے تشنگان علوم کو خوب سیراب کیا۔ ۱۲۳۵ھ میں آپ نے دار العلوم کے جنوب میں ایک عالیشان مسجد بھی تعمیر کرائی۔ نیز آپ نے ایک مدرسہ خانقاہ بھی بنایا ہے

مسجد و خانقاہ رباط کلاں
مدرسہ وہ بنایا عالی شاں

(مطلع النور)

کیفیت جذبہ

جذب کا لغوی معنی کھینچنا اور کشش کرنا ہے۔ حضرات صوفیاء کرام کے نزدیک حق تعالیٰ کا اپنی عنایت سے بندہ کو اپنی جانب کشش کرنے کا نام جذب ہے۔ آپ پر ایکہزار گیارہ مرتبہ جذب طاری ہوا۔ کبھی کبھی ایسا ہوتا کہ محویت اور استغراق کے عالم میں دنیا و مافیہا سے بالکل بے خبر ہوجاتے کچھ بھی ہوش باقی نہیں رہتا تھا۔ ایکدن عشاء کے وقت مسجد تشریف لے گئے مصلیوں کے پیہم اصرار پر آپ نے نماز شروع کی جب ایاک نعبد و ایاک نستعین پر پہنچے تو آپ پر

محویت طاری ہوگئی۔ اس آیت کی تکرار کرنے لگے۔ مقتدیوں میں سے بعض نے بولنے کی کوشش بھی کی۔ مگر بے سود رہی۔ مجبوراً تمام نے نیت توڑ کر انفرادی طور پر نماز ادا کی۔ ادھر آپ اسی آیت کی تکرار کرتے رہے۔ یہاں تک کہ جب مؤذن اذانِ فجر میں الصلوٰۃ خیر من النوم پر پہنچا تو آپ کو ہوش آیا۔

حضرت محوی قدس سرہ العزیز نے اپنی عمر کے آخری دور میں طریق ملامتیہ کو اختیار کر لیا تھا چنانچہ ضمیمۂ جواہر السلوک میں مرقوم ہے۔

"دو سالہا پس از تہجد تفاسیر را خصوصًا تفسیر جلالین و تفسیر رحمانی را تا طلوع فجر مطالعہ می داشت و در آخر عمر در جماعت ملامتیہ مجذوب و منسلک شد و مصداق الملامتی ھو الذی لا یظھر خیراً و لا یظھر شراً گردید در رعایت معنی اخلاص و محافظت قاعدہ صدق غایت جہد مبذول داشت و در اخفاء طاعات و کتم خیرات از نظر خلق مبالغہ واجب می داشت چنانکہ عاصی از ظہور معصیت پر خذر بود۔"

یعنی دو سال تک آپ نمازِ تہجد کے بعد طلوع فجر تک تفاسیر کا خصوصًا تفسیر جلالین اور تفسیر رحمانی کا مطالعہ کرتے رہے۔ عمر کے آخری دور میں سلسلۂ ملامتیہ سے منسلک ہوگئے۔ ملامتی وہ ہے جو نہ خیر کو ظاہر کرتا ہے اور نہ برائی کو چھپاتا ہے، اس کے مصداق بن گئے۔ آپ معنی اخلاص کی رعایت اور قاعدۂ صدق کی محافظت میں پوری کوشش کرتے، اور لوگوں کی نظروں سے عبادتوں اور نیکیوں کو چھپانا انتہائی طور پر لازمی جانتے تھے۔ جیسا کہ ایک گنہگار گناہ کے ظاہر کرنے سے خوف کھاتا ہے ؎

رہا مدت العمر صرف عبادات جو ہونے لگا کشف غیب و شہادات
کچھ ایسی ہوئی جذبۂ دل کی حالت ہوا داخل جمع اہل ملامت
خیال اس کو اخفائے طاعت کا ہر دم
وہ یا دیکھ سکتی نہ تھی چشم عالم

(حیاتِ جاوداں)

اوصاف و اخلاق آپ انتہائی خلیق اور کریم النفس تھے۔ آپ کا دسترخوان ہمیشہ وسیع رہا۔ کوئی بھی سائل آپ کے در سے محروم نہیں گیا۔ جو بھی آپ کی خدمت میں آتا دامنِ مراد کو لے کر خوش خوش واپس لوٹتا۔ آپ حاتم وقت تھے۔ اللہ تعالیٰ کا آپ پر خاص فضل تھا۔ سات سو گھوڑے جن کی قیمت ہزارہا روپے ہوتی تھی راہِ خدا میں دے دئیے۔ نیز سائلین کو نقد ایک لاکھ روپیہ عطا فرمایا ؎

راہ مولا میں جو دیا زر و مال اور مواشی دیا وہ بحر نوال
اس کے بعد و ثنا اس کا حساب دیکھیے دفتر سے جب ان نیک صفات
جبکہ گھوڑوں کا ہے حساب ہوا سات سو تھے جو راہ حق میں دیا
کوئی گھوڑے کی قیمت اے اکرم نہیں پنجاہ روپیہ سے تھی کم
اور نہیں تھے ہزار سے بھی زیاد تھے ز پنجاہ ہزار تک کہ یاد

جو دیا نقد سائلوں کے تئیں
ہیں روپے لاکھ سے زیادہ یقیں (مثنوی مطلع النور)

آپ کی طبیعت میں قناعت، توکل، استغناء بدرجۂ اتم موجود تھا۔ آپ نہایت رحمدل اور منکسر المزاج تھے۔ آپ سے کسی کو ایذا و تکلیف نہ پہنچی۔ بلکہ مخلوق خدا کے ساتھ ہمدردی اور دلجوئی آپ کا وطیرہ تھا۔

آپ کا عقد مسعود بی بی امت المجید بنت سید علی قادری ابن سید ابوالحسن قادری ہوا جن کے بطن مبارک سے دو صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں ہوئیں۔ حضرت مولانا محی الدین سید شاہ عبداللطیف قادری المشہور بہ حضرت قطب ویلور قدس سرہ العزیز آپ کے بڑے صاحبزادے ہیں۔ دوسرے صاحبزادے سید عبدالعلی عرف بڑے صاحب جو بڑے زبردست عالم اور صاحب ولایت تھے۔ قدوۃ السالکین اعلیحضرت سید شاہ ابوالحسن ثانی محوی قدس سرہ العزیز کے دست حق پرست پر لوگوں کی کثیر تعداد نے بیعت کی۔ آپ نے اپنے بڑے صاحبزادے حضرت محی الدین سید شاہ عبداللطیف قادری المشہور بہ قطب ویلور قدس سرہ العزیز کو بیعت کرانے کے بعد خلافت عظمیٰ سے مشرف کیا اور اکیانوے ۱۹۱ اکانوے سلاسل مقدسہ میں اجازت عطا کی اور وہ امانت[1] مقدسہ جو بزرگوں سے سینہ بسینہ چلی آئی تھی ودیعت فرمادی۔

آپ کا وصال ستاون سال کی عمر میں ۲۶ رجمادی الآخر ۱۲۴۳ھ بروز دوشنبہ صبح صادق کے وقت ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کا مزار پر انوار گنبد گنبد اقطاب کے اندر جد امجد حضرت قربی قدس سرہ کے پہلو میں مشرقی جانب واقع ہے۔ مولانا شہاب الدین سلیم علیہ الرحمہ مادۂ تاریخ **غاب قطب الزمان** سے نکالی ہے۔

ستاون برس گزرے عمر رواں سے
ارادہ سفر کا کیا اس جہاں سے
جہاں تیرہ تھا دور آہ و فغاں سے
بپا حشر تھا شور پیر و جواں سے
سنو وہ حقیقت میں تھا حال سن کا
کہا غاب قطب الزماں سال سن کا
۱۲ ھ ۴۳
(حیات جاودان)

نیز دیوار گنبد پر یہ کتبہ لگا ہوا ہے :—

شد از طاق رخصت رواں بوالحسن	پئے سیر در روضۂ جاودان
درآمد بہ مغرب سر آفتاب	بجو گوئم سنش غاب قطب الزمان ۱۲۴۳ھ

تصنیفات

آپ کی تصانیف کی تعداد کا ابتک صحیح پتہ چل نہ سکا۔ ویسے تحقیقات سے بہت سی کتابوں کا انکشاف ہوا ہے۔ بعض کتابوں کے نام خانوادۂ اقطاب ویلور اور انوار اقطاب ویلور میں مذکور ہیں۔ ان کے علاوہ مزید جو نام ملے ہیں ملاحظہ کیجیے :—

[1] مذکورہ امانت مقدسہ سلسلہ بسلسلہ منتقل ہوتے ہوئے اب تقدس مآب اعلیحضرت مولانا مولوی ابوالنصر قطب الدین سید شاہ محمد باقر صاحب قبلہ قادری سجادہ نشین مکان حضرت قطب اور آپ سے دونوں برادران محترمان حضرت مولانا ابو صالح عماد الدین سید شاہ محمد ناصر صاحب قبلہ قادری مدظلہ العالی، حضرت مولانا ابوالحسن صدر الدین سید شاہ محمد طاہر صاحب قبلہ قادری مدظلہ العالی ناظم دار العلوم لطیفیہ مکان حضرت قطب ویلور تک

۱۔ رسالہ تفصیل المراتب فی اطوار المراقب
۲۔ رسالہ تنزلات
۳۔ نفس روحانی
۴۔ رسالہ ذکر
۵۔ رسالہ مراتب
۶۔ رسالہ معرفت
۷۔ رسالہ ذکر وجود
۸۔ رسالہ دربیان اسمائے ربوبیٔ الٰہی
۹۔ رسالہ دربیان عالم ارواح
۱۰۔ رسالہ عالم مثال

مذکورہ رسالوں کو آپ نے اردو میں لکھا ہے، ان کے علاوہ

۱۱۔ رسالہ شرح حقیقت محمدیؐ
۱۲۔ رسالہ بیعت حاضر وغائب

قابل دید معرکۃ الآرا کتابیں ہیں۔

بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کو تصنیف و تالیف کے علاوہ شاعری سے بھی دلچسپی تھی۔ خانوادۂ اقطابِ ویلور میں لکھا ہے، کہ "حضرت محویؔ قدس سرہ شعر کہتے تھے" اور خوب کہتے تھے، آپ کا کلام نہایت ہی تحقیق و تفتیش کے باوجود بجز چند غزلوں کے اور دستیاب نہ ہوسکا۔

آپ نے متصوفانہ مضامین کی ادائیگی کے لئے نظم سے زیادہ نثر کو ترجیح دی ہے۔ یہ سچ ہے کہ نظم میں جسقدر متصوفانہ مضامین رمز و کنایہ کے لباس میں باعث زیب و زینت بنتے ہیں نثر میں نہیں۔ مگر حضرت محویؔ نے ان مضامین کو نثر میں خاص طور پر بڑی عمدگی سے بیان کیا ہے۔

حضرت محویؔ قدس سرہ العزیز صاحب کشف و کرامت بھی تھے۔ ایکمرتبہ حضرت ٹیپو سلطان شہید علیہ الرحمہ آپ کی خدمت بابرکت میں چودہ ہزار روپیہ بطور نذرانہ روانہ کیا اور میسور آنے کی درخواست کی۔ آپ نے شکریہ کے ساتھ رقم واپس کرتے ہوئے قاصد سے کہلا بھیجا کہ سلطنتِ خداداد کو چھے ماہ بعد زوال آنے والا ہے۔ اس لئے یہ فقیر آنے سے مجبور ہے۔ لوگ کہینگے کہ میری وجہ سے سلطنت کو زوال آیا۔ نیز یہ روایت ہے کہ سلطان نے آپ سے استفسار کیا کہ کیا کیا جائے۔ آپ نے صلح کرنے کی ہدایت دی تھی لیکن شرپسندوں نے صلح کے صاد کو سین سے بدل کر سلطان کے سامنے پیش کیا جس کے نتیجہ میں جنگ ہوئی۔ اور حضرت ٹیپو سلطان علیہ الرحمہ انگریزوں کے ساتھ داد شجاعت دیتے ہوئے شہید ہوگئے۔

ایکمرتبہ آپ کے ایک مرید صادق نے آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ حضور! آپ کے مسجد نہ آنے پر لوگ اعتراض کرتے ہیں۔ آپ نے اس بات کو خاموشی سے سُنا۔ تھوڑی دیر کے بعد اپنا سر اقدس اٹھایا اور مرید سے کہا آنکھیں بند کرلو، مرید نے آنکھیں بند کرلیں پھر جب آپ کے حکم سے آنکھ کھولی تو دیکھا کہ وہ اور مرشد مسجدِ حرم کے صحن میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور مؤذن عصر کی اذان دے رہا ہے۔ مرشد و مرید دونوں نے نمازِ عصر جماعت کے ساتھ ادا کی۔ پھر حضرت کے حکم سے آنکھ بند کرکے کھولنے کے بعد خود کو مکان جنت نشان میں پایا۔ حضرت محویؔ قدس سرہ العزیز نے مرید کو تاکید کردی کہ یہ واقعہ

ادب کے مثبت پہلو اور ان کے تقاضے

حافظ سید محمد اللہ بختیاری صاحب ضیا لطیفی

ہم اسلام، زندگی اور ادب کو ایک دوسرے سے الگ نہیں کر سکتے۔ یہ چند الفاظ کسی وضاحت اور تشریح کے محتاج نہیں۔

اس سلسلے میں میرے ایک عزیز دوست ہیں، جو ایک ادیب اور شاعر ہیں۔ ان کا خیال یہ ہے کہ ایک شاعر و ادیب کی تمام تخلیقی صلاحیتیں کسی مخصوص عقیدے یا مسلک سے وابستگی کے بعد قریب قریب ختم ہو جاتی ہیں۔ وہ اپنے خیال میں یوں سمجھتے ہیں کہ "بے یقینی" ہی کے عالم میں ایک فنکار کا تخلیقی شعور ابھرتا ہے اور ادب کے دامن پر دائمی نقوش ثبت کر سکتا ہے۔ وہ ایک فنکار کو ہر قسم کی فکری قید و بند سے آزاد دیکھنا چاہتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ادیب اور شاعر اپنی زندگی میں غیر جانبدارانہ نقطۂ نگاہ رکھتے ہیں۔

لیکن مجھے یہ عرض کرنا ہے کہ ـــ کیا ایسا بھی کوئی انسان دنیا میں موجود ہے، جو زندگی بسر کرتے ہوئے بھی زندگی سے غیر جانبدار رہتا ہو؟ کیا ایسے بھی فنکار پائے جاتے ہیں جو بامقصد زندگی پر تو یقین رکھتے ہوں اور ادب کے معاملہ میں غیر مقصدی و غیر جانبداری کے رجحانات پر زور دیتے ہوں؟ میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ ایسے نادر الوجود اشخاص اس دور میں تو موجود نہیں ہیں۔

جس طرح ایک بے مقصد زندگی موت کے مترادف ہے، اسی طرح ایسا ادب جو معروف اور اعلیٰ قدروں کی نفی کرتا ہو اسے کسی طرح بھی ادب نہیں کہا جا سکتا۔ آج تک کوئی بھی عظیم ادبی کارنامہ خلاؤں میں نہیں تیار ہوا ـــ کیا شکسپیئر کے ڈرامے یا کسی بھی بڑے فن کار کی کوئی بھی تخلیق اور ڈاکٹر اقبال کی شعری تخلیقات اور دوسرے عظیم ادبی کارنامے "بے یقینی" اور زندگی سے غیر جانبداری کا نتیجہ ہیں؟ کیا ان عظیم فن کاروں کا تخلیقی شعور محض عقائد و نظریات سے مبرا رہا؟ اور صرف وہم و قیاس کی وادیوں میں بھٹکتا رہا ہے؟

اگر ایسا نہیں ہے تو ہمیں تسلیم کرنا پڑے گا کہ زندگی کی طرح ادب کو بھی بہر حال کسی نہ کسی نظریۂ حیات کو اپنانا ہی پڑتا ہے۔ وہ اپناتا رہا ہے اور اپناتا رہے گا ـــ عموماً آج کی دنیا میں خصوصاً ہندوستان میں یہ قطعی طور پر نامناسب ہے کہ ایک ادیب انسان ہوتے ہوئے بھی انسانیت کے مختلف پہلوؤں سے روگردانی کرے۔ اگر نظر غائر سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ ہر دور کا ادب شعوری یا غیر شعوری طور پر کم و بیش بامقصد رہا ہے اور کسی نہ کسی فکری نظام سے منسلک رہا ہے۔

ہر ملک کا ادب خواہ وہ انگریزی ہو، فرانسیسی جرمنی یا روسی ادب ہو، اور ہر ادبی دور میں آرٹ کی جتنی بھی تعریفیں کی گئی ہوں اگر ان سب کو ایک مجموعہ کی حیثیت سے دیکھا جائے تو ادبیات کے مختلف پہلو سامنے آتے ہیں جنہیں ہم بہ آسانی تین حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

ایک پہلو ـــــ کوئی بھی عظیم ادبی تخلیق اس وقت تک آرٹ کے وسیع اور ہمہ گیر تقاضوں کو پورا نہیں کر سکتی جب تک کہ وہ ایسے مواد سے مالامال نہ ہو، جو سارے انسانوں کے لئے یکساں طور پر مفید ہو۔ اس پہلو میں اگرچہ فن کار کے خلوص اور سچائی کی جھلک کہیں بھی نہ ملتی ہو مگر وہ آرٹ کا مکمل مفہوم ادا کرتی ہیں۔ بشرطیکہ جو مواد ان کے اندر سمویا گیا ہو وہ نیا ہو، اچھوتا ہو اور تمام انسانوں کے لئے صحت مند ہو۔

دوسرا پہلو ـــــ کوئی بھی عظیم ادبی کارنامہ خواہ وہ کتنا ہی فکر انگیز اور انسانیت کے لئے سودمند کیوں نہ ہو آرٹ کے معیار کو پورا نہیں کر سکتا جب تک کہ وہ جمالیاتی ذوق کی پوری پوری وضاحت اور آسودگی کا سامان اپنے اندر نہ رکھتا ہو۔ اس جمالیاتی نقطۂ نظر کے حامل صرف ٹکنک ہی کے شیدائی ہوتے ہیں۔ ان کے یہاں آرٹ کا مفہوم اور اس کا مقصد اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہ وہ ایک خوشنما اور لطیف تاثر کا حامل ہو۔ موضوع اور مواد، اور فن کارانہ خلوص سے انہیں کوئی واسطہ نہیں۔ یہ ہے ادب برائے ادب کا پہلو۔

تیسرا پہلو ـــــ جو جدید اور حقیقت پسند طبقوں میں مقبول ہے، وہ یہ کہ آرٹ کا اصل تقاضہ اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ زندگی کے حقائق کی سچی اور مکمل تصویر پیش کی جائے۔ فن کار جو کچھ بھی دیکھتا یا سنتا ہے اسکی تخلیقات میں ٹھیک ٹھیک اسکی عکاسی ملنی چاہئے۔ ٹکنک صاف اور دلکش ہو پیچیدہ یا بھیانک نہ ہو۔ فن کار کا احساس نمایاں ہو یا نہ ہو، خارجیت ہو یا داخلیت اس طرح کے تمام سوالات ضمنی ہیں، اس لئے کہ حقیقت کو اسکے اصلی رنگ و روپ میں پیش کر دینا ہی آرٹ کا مقصد ہے۔ یہ تھا جدید ادب کا ابتدائی مگر بنیادی تصور۔

ظاہر ہے کہ کسی نظام حیات کے مطالعہ اور اس سے گہری وابستگی ہی فن کار کو ایسی بنیادیں فراہم کر سکتی ہے جن پہ ایک صحت مند اور جاندار فن کی عمارت کھڑی کی جا سکتی ہے۔ اس فن میں ساری انسانیت کے لئے اپیل ہوگی جو نسلی اور طبقاتی، قومی اور ملکی حدود کی پابند نہ ہوگی۔ جس کی بنیاد انسانیت کی معروف قدروں پر ہوگی اور جس کا مقصد سفلی جذبات کو ابھارنا نہ ہوگا بلکہ نیکی اور بدی، اچھائی اور برائی کے درمیان ایک خط امتیاز مقرر کرنا ہوگا۔ یہ نظریۂ فن لازمی طور پہ ایک ایسی فکری و عملی ضابطہ حیات کا متقاضی ہے جو تمام ازم سے آزاد ہو۔ ہر قسم کی عصبیتوں سے پاک ہو

خواہ وہ شخصی و خاندانی ہو یا نسلی، و قبائلی ہو یا قومی و وطنی، جس میں خالق کائنات کے مالک و حاکم ہونے کا شعوری پہلو موجود ہو، جہاں فنکار کو قدم قدم پہ یہ احساس ہو کہ اس کے تمام اعضاء و جوارح قوتیں اور صلاحیتیں خالق کائنات کی ملک اور امانت ہیں اور ان کے استعمال میں صرف اسی کی مرضی و ہدایت ملحوظ رکھنی چاہئے۔ جہاں فنکار کے پیش نظر ایسی زندگی کا تصور نہ ہو جو ماں کی آغوش سے شروع ہو کر گوشۂ قبر تک ختم ہو جاتی ہے۔ بلکہ ایسی عظیم زندگی کا تصور ہو، جہاں اصل زندگی فی الحقیقت موت کے بعد شروع ہوتی ہے۔ اور اس معتدرِ اعلیٰ کے سامنے ایک ایک چیز کا حساب دینا ہے۔ جو دنیوی زندگی میں اس کے تصرف میں رہ چکی ہیں۔ جہاں فنکار کی تمام سعی و جد و جہد کا مقصود اور اس کی پوری زندگی کا انحصار عوام اور جمہور کی پسندیدگی نہ ہو بلکہ خالق کائنات کی خوشنودی و رضا جوئی ہو۔ اور جہاں فنکار کے لئے ایک ہی معیار حق و صداقت ہو ــــ اور وہ ہے ذاتِ پاک کی حیات طیبہ جس سے زیادہ مکمل انسانیت کا نمونہ آج تک دنیا نہ پیش کر سکی ہے اور نہ کر سکتی ہے۔ اگر اس طرح کا کوئی ضابطۂ حیات فن کار کی فکر و نظر کی رہنمائی کے لئے موجود نہیں، تو اس کی فنی تخلیقات اس آفاقیت اور عام افادیت سے محروم رہے گی جس کے لئے دنیا بیتاب ہے۔

ادب اور معاشرہ

ادب زندگی کا ترجمان ہوتا ہے۔ خواہ وہ زندگی انفرادی ہو، یا اجتماعی ہو۔ بالخصوص اجتماعی نظام میں اسکی ذمہ داریاں اور بڑھ جاتی ہیں۔ صحیح معنوں میں ادب وہ ہے جس سے زندگی کی الجھنیں رفع ہوں۔ ایک توانا اور صالح معاشرہ روبکار آسکے۔ اگر ایسا نہ ہو سکا تو ادب کا مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے۔ ادب کو صرف زندگی کا ترجمان ہونا کافی نہیں ہے اسے حیات طیبہ کا حامل ہونا چاہئے۔ ادیب محض ایک فوٹوگرافر نہیں ہوتا جو زندگی کا صحیح عکس بے کم و کاست پیش کر دے، وہ ایک ایسے مصور کی مثل ہوتا ہے جو نقش ثانی کو نقش اول سے بہتر دیکھنا چاہتا ہے۔ وہ ناقد بھی ہوتا ہے اور مبصر بھی۔ وہ محاسن کو واضح کرتا ہے اور معائب کی نہ صرف نشاندہی کرتا ہے بلکہ اصلاح بھی کر دیتا ہے۔ حسن سے محبت اور قبح سے نفرت سکھاتا ہے۔ وہ قبیح کو حسین اور حسین کو حسین ترین دیکھنا چاہتا ہے۔ وہ انفرادی و اجتماعی زندگی کو سنوارتا ہے اور ایک صالح معاشرہ کا نقیب ہوتا ہے۔ اگر ادیب اپنے فرائض سے کماحقہٗ عہدبرآ ہونے کی جد و جہد جاری رکھے تو ایک پاک زندگی، جاودانی زندگی، بصیرت افروز اور بہتر معاشرہ نمودار ہوتا ہے۔ جو زندگی کی اونچی اور صحیح اعلیٰ قدروں کا حامل ہوتا ہے اور انسانیت کو سربلندی بخشتا ہے۔

(باقی آئندہ)

دار العلوم کے ایک مایۂ ناز استاذ

نہیں معلوم اس چمنستانِ عالم میں کتنے پرندے چہچہائے اور اُڑ گئے لیکن بعض کی میٹھی آوازیں آج بھی کانوں میں رس گھول رہی ہیں۔ دل ان کی یاد میں تڑپ اٹھتا ہے۔ آنکھیں نم ہو جاتی ہیں اور بے ساختہ زبان سے یہ شعر نکل پڑتا ہے ؎

جانے والے تو پھر نہیں آتے
جانے والوں کی یاد آتی ہے

ایسی ہی کچھ بات مولانا ابو المعالی مولوی **علوی** صاحب قادری سے متعلق ہے۔ کل تک جو دار العلوم میں مسندِ درس و تدریس پر جلوہ فرما ہو کر تبلیغ و ہدایت کی عظیم خدمت انجام دے رہے تھے۔ آج وہ ابدی نیند سو رہے ہیں۔

مولانا ایک زندہ دل صوفی منش انسان تھے۔ آپ میں سادگی، بے لوث پیار و محبت، بزرگوں سے عقیدت، حب رسولؐ اور خدا ترسی کا جذبہ بہت تھا۔ ان کا معصوم اور پُر نور چہرہ، دلکش مسکراہٹ، سراپا جمال شخصیت مثالی نمونہ تھی۔

آپ نے مالابار کے ایک قصبہ آنامنگاڈ کے غریب گھرانے میں آنکھیں کھولیں۔ ابتدائی تعلیم وطن ہی میں کُنّہ پلّی کی ایک مسجد میں پائی۔ وہاں تقریباً پانچ سال تعلیم پانے کے بعد ویلور دار السرور تشریف لائے اور دار العلوم لطیفیہ میں داخل ہو گئے، جہاں آپ نے مولانا نصیر الدین صاحب ملیبنوری مدرس مولانا محمد صاحب استاذ، مولانا عبد العزیز صاحب، مولانا اسمٰعیل صاحب پشاوری، مولانا غلام نبی ہزاروی، مولانا احمد کویا صاحب شالیاتی، مولانا احمد کٹی صاحب ملیباری مولانا شہاب الدین صاحب ترچناپلی وغیرہم جیسے فاضل اساتذۂ کرام سے منقولات اور معقولات میں مہارت حاصل کی۔

آپ نے ذوق و شوق کے ساتھ علمی مدارج طے کرتے گئے۔ خداداد ذہنیت سے آپ نے فقہ شافعی و حنفی میں کمال حاصل کر لیا اور دار العلوم لطیفیہ مکان حضرت قطبؒ ویلور سے سندِ فراغت حاصل کی اور اسی دار العلوم لطیفیہ میں درس و تدریس کے منصب پر فائز ہو گئے اور آخری دم تک اسی منصب جلیلہ پر رہے۔ تفسیر، حدیث و فقہ اور افتاء نویسی میں آپ کو زبردست ملکہ حاصل تھا۔ آپ شافعی ہونے کے باوجود فقہ حنفیہ پر کامل عبور رکھتے تھے۔ آپ

دار العلوم میں نہ صرف مدرس بلکہ مفتی بھی تھے۔

آپ نے تقدس مآب اعلیحضرت مولانا مولوی الحاج الحافظ ابو الفتح سلطان محی الدین سید شاہ عبدالقادر قادری سجادہ نشین مکانِ حضرت قطب ویلور قدس سرہا العزیز کے ہاتھ پر بیعت کی، خلافت سے مشرف ہوئے۔

چند دن کی علالت سے آپ شب جمعہ ٹھیک ۱۲½ بجے بتاریخ ۶ ربیع الآخر ۱۳۹۳ھ مطابق ۱۰ مئی ۱۹۷۳ء کو اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

آپ کا جنازہ مسجد مکانِ حضرت قطب ویلور لایا گیا بعد نماز جمعہ فضیلت مآب اعلیحضرت مولانا مولوی ابو النصر قطب الدین سید شاہ محمد باقر صاحب قبلہ قادری مدظلہ العالی سجادہ نشین مکان حضرت قطب ویلور قدس سرہ العزیز نے نماز جنازہ پڑھائی، جس میں لوگوں کی کثیر تعداد شریک تھی اور حضرت مکان کے قبرستان میں تدفین عمل میں آئی۔

باغباں اپنے ہیں اپنا ہی چمن کیا لکھوں
حالِ محرومیٔ اربابِ سخن کیا لکھوں

تو گلِ سر سبدِ گلشنِ عالم ہے تو پھر
نامۂ شوق میں تجھ کو گلِ یکتا لکھوں

میری قسمت کہ مرے درد کا درماں نہ ہوا
پھر بھی برحق جو تجھے رشکِ مسیحا لکھوں

نیئر ضیائی

مثنوی
ایک مختصر جائزہ

از: مولوی سید مصطفیٰ قادری
عرف خسرو پاشا (اناہسوی)
ادیب فاضل (مدراس یونیورسٹی)
فاضل لطیفیہ
ویلور

مولانا روم ۶۰۴ھ قونیہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کا اسم گرامی محمد اور لقب جلال الدین ہے۔ اور علمی دنیا میں مولانا روم سے مشہور ہیں۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد شیخ بہاؤالدین سے حاصل کی۔ بعد میں انہوں نے مولانا کو اپنے مرید (سید برہان الدین محقق) کے حوالے کیا تاکہ مولانا کو دیگر علوم سے بھی روشناس کرائیں۔ مولانا بہت دنوں تک علوم ظاہری کا اکتساب فرماتے رہے۔ اس کے بعد مدرسہ حلاویہ میں تکمیل کی۔ علوم درسیہ میں آپ نے اتنی مہارت حاصل کی کہ جب کوئی مشکل مسئلہ درپیش ہوتا تو لوگ آپ ہی کی جانب رجوع ہوتے۔ والد کے انتقال کے بعد آپ کے استاد (برہان الدین) محقق نے مولانا کا امتحان لیا۔ جب کامل پایا تو بیعت سے نوازا۔ ان سب چیزوں کے باوجود مولانا پر علوم ظاہری کا غلبہ رہا۔ فتویٰ لکھتے، وعظ فرماتے، درس و تدریس کا سلسلہ بھی جاری رہتا تھا مگر محفل سماع وغیرہ سے بے انتہا پرہیز فرماتے تھے۔

مولانا کی زندگی کا دوسرا دور حضرت شمس تبریز علیہ الرحمہ کی ملاقات کی بعد سے شروع ہوتا ہے جس کو تذکرہ نویس حضرات نے مختلف طریقوں سے بیان کیا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ایکدن مولانا اپنے شاگردوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ اور اطراف بہت سی کتابیں رکھی ہوئی تھیں۔ حضرت شمس تبریز علیہ الرحمہ کہیں سے آپہنچے سلام کیا اور ایک طرف بیٹھ گئے۔ کچھ دیر بعد کتابوں کے جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا (این چیست) یہ کیا ہے؟ تو مولانا نے جواب دیا یہ قیل وقال ہے جس سے تم درویشوں کو کیا واسطہ۔ مولانا کسی ضرورت کے تحت باہر تشریف لائے تو انہوں نے کتابیں اٹھائیں اور حوض میں ڈال دیا۔ جب مولانا واپس آئے تو وہاں کتابیں موجود نہ تھیں۔ حوض میں ڈال دئے جانے کی اطلاع سے مولانا کو حد درجہ دکھ ہوا اور فرمانے لگے تم نے ایسی چیزیں تباہ کردیں جن کا بدل ناممکن ہے۔
اس پر حضرت شمس تبریز علیہ الرحمہ حوض میں ہاتھ ڈال کر کتابیں باہر نکال لائے۔ تعجب خیز بات یہ تھی کہ کسی کتاب پر پانی کا ایک قطرہ بھی نہ تھا۔ مولانا نے فرمایا (این چیست) یہ کیا ہے۔ تو جواب میں حضرت شمس تبریز کہتے ہیں یہ حال کی باتیں ہیں۔ اس کو تم جیسے ظاہر بین کیا جانیں۔ اس واقعہ کے بعد مولانا روم حضرت شمس تبریز علیہ الرحمہ کے ارادت مندوں میں شامل ہوگئے۔

زین العابدین شروانی نے مثنوی کے دیباچہ میں لکھا ہے کہ شمس تبریز علیہ الرحمہ کو ان کے پیر بابا کمال الدین

جنیدی نے حکم دیا کہ رُوم جاؤ۔ وہاں ایک دل سوختہ ہے اس کو گرم کر آؤ۔ حضرت شمس تبریزؒ پھرتے پھراتے قونیہ پہنچے۔ شکر فروشوں کے کارواں سرا میں قیام فرمایا۔ ایک دن مولانا رومؒ کی سواری بڑے تزک و احتشام سے نکلی، حضرت شمس علیہ الرحمہ نے سرِ راہ ٹوک کر پوچھا کہ ریاضت و مجاہدے سے کیا مقصد ہے۔ مولانا نے کہا اتباعِ شریعت، پھر آپ نے کہا یہ تو جانتے سب ہیں۔ مولانا نے کہا اس سے بڑھ کر کیا ہو سکتا ہے۔ حضرت شمس تبریزی نے فرمایا علم کے معنی ہیں کہ تم کو منزل تک پہنچائے پھر حکیم سنائیؒ کا یہ شعر پڑھا ؎

علم کز تو ترا بستاند
جہل ازاں بہ بود بسیار

مولانا روم علیہ الرحمہ کی شاعری کی ابتدا کے متعلق کسی تذکرہ نویس نے کسی قسم کی تصریح نہیں کی۔ قرائن سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کی شاعری کا آغاز حضرت شمس علیہ الرحمہ کی ملاقات کے بعد سے شروع ہوتا ہے۔

چنانچہ علامہ شبلی نعمانی فرماتے ہیں — "مولانا کے شاعرانہ جذبات ان کی طبیعت میں چھپے ہوئے تھے جیسے پتھر میں آگ جس کے لئے چقماق کا ہونا ضروری ہوتا ہے۔ تب کہیں اس سے آگ حاصل ہوتی ہے۔ اسی طرح شمس تبریز کی ملاقات، اس کے بعد جدائی نے مولانا کی طبیعت پر چقماق کا اثر کیا۔ جس کے شرارے مثنوی کے رنگ میں نمودار ہوئے

یہی وہ کتاب ہے، جسے عالم اسلام میں ایک امتیازی شان حاصل ہے اور اس میں ہر قسم کا ذوق رکھنے والوں کے لئے سامان مہیا ہیں۔

صوفی کے لئے مسائلِ تصوف، فلسفی کے لئے فلسفہ، قصوں کے پسند کرنے والوں کے لئے قصے موجود ہیں۔ مگر جس کا سمجھنا قدرے دشوار ہے۔ چنانچہ میرے اس خیال کی تائید ڈاکٹر آر۔ اے نکلسن کے سرنامہ کے اقتباس سے ہوتا ہے جسے انہوں نے مراۃ المثنوی پر لکھا ہے" عالمِ اسلامی میں (مولانا) جلال الدین رومی کی مثنوی (شریف) کو وہی منزلت حاصل ہے جو مسیحی یورپ میں مدتوں تک دانتے کی (DIVINA-COMEDIA -) کو حاصل رہی ہے۔ یہ دونوں شاعر تقریباً ہم عصر تھے اور دونوں میں بدرجۂ کمال یہ قدرت حاصل تھی کہ ہمیں تخصیص سے تعمیم کی جانب لے جائیں اور حیاتِ انسانی کی تغیر پذیر ہیئتوں میں جو امور حقیقی و دائمی اہمیت رکھتے ہیں، ان کے مشاہدے کے لئے ہماری آنکھیں کھول دیں۔ مگر نوعیت میں دونوں غیر مماثل ہیں۔ دانتے میں بہجت کیا معنی بشاشت بھی نہیں پائی جاتی۔ برخلاف ازیں (مولانا) جلال الدین میں تا حدِ وسعت و امکان تلطیف موجود ہے۔ انہیں ہر جگہ نیکی کی رُوح نظر آتی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ مثنوی (شریف) کا اثر جملہ اقسام و احوال کے لوگوں پر پڑتا ہے۔ جس طرح اخلاقیین و متصوفین اس سے متاثر ہوتے ہیں، اسی طرح آزاد مشرب اور دنیا دار بھی لطف

اندوز ہوتے ہیں لیکن خود کتاب ایسی ہے کہ جس کا مطالعہ خالی از وقت نہیں ہے۔ درحقیقت یہ نایاب کتاب ان کی ہی بدولت وجود میں آئی چنانچہ مولانا رومؒ نے دفتر اول کے علاوہ دوسرے مقامات میں اپنے اس مرید کا نام بڑے اہتمام سے لیتے ہیں۔ دفتر دوم میں اس طرح رقمطراز ہیں:۔

مدتے ایں مثنوی تاخیر شد
مہلتے بایست تاخوں شیر شد

چوں ضیاء الحقؒ حسام الدین عناں
باز گرداند ز اوجِ آسماں،

غرضیکہ یہ کتاب چھ دفتروں پر مشتمل ہے۔ چھٹا دفتر زیر تصنیف تھا کہ مولانا کی طبیعت ناساز ہوئی مثنوی کا سلسلہ یکلخت بند ہو گیا تو آپ کے فرزند بہاؤالدین نے پوچھا کہ کیا بات ہے سلسلۂ تصنیف رکا ہوا ہے۔ تو مولانا نے فرمایا سفر آخرت درپیش ہے، یہ راز (مثنوی) اور کسی کی زبانی ادا ہوگا۔

باقی ایں گفتہ آید بے گماں
در دلِ ہر کس کہ باشد نورِ جاں

مثنوی کو جسقدر شہرت اور مقبولیت حاصل ہوئی شاید ہی کسی اور کتاب کو حاصل ہوئی ہو۔ صاحب مجمع الفصحا نے لکھا ہے کہ ایران میں چار کتابوں کو جسقدر شہرت حاصل ہوئی ہے اور کسی کتاب کو حاصل نہ ہو سکی۔

(۱) شاہنامہ (۳) مثنوی مولانا رومؒ
(۲) گلستان (۴) دیوان حافظؒ

علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں کہ "کسی کتاب کی مقبولیت دو طریقوں سے ہوتی ہے۔ کبھی تو یہ ہوتا ہے کہ سادگی صفائی اور عام دلآویزی کی وجہ سے پہلے وہ کتاب عوام میں پھیلتی ہے پھر رفتہ رفتہ خواص اس کی طرف توجہ کرتے ہیں اور مقبولیت عام ہو جاتی ہے کبھی یہ ہوتا ہے کہ کتاب عوام کی دسترس سے باہر ہوتی ہے۔ اس لئے اس پر صرف خواص کی نظر پڑتی ہے، خواص جس قدر اس پر زیادہ توجہ کرتے ہیں اسی قدر اس میں زیادہ نکات حقائق پیدا ہوتے جاتے ہیں۔ خواص کی توجہ اور اعتنا و تحسین کی وجہ سے عوام میں بھی چرچا ہوتا ہے اور لوگ تقلیداً اس کے معتقد ہوتے ہیں۔ رفتہ رفتہ یہ دائرہ ملک کو محیط ہو جاتا ہے"۔

معلوم ہوا کہ مثنوی کی مقبولیت بھی اسی قسم کی ہے اس میں شبہ نہیں ہے کہ اس قسم کی شہرت اور مقبولیت اور دیگر فارسی کتابوں کو حاصل ہوئی ہے۔ فارسی میں نظم و نثر کی جتنی بھی کتابیں ہیں کسی میں ایسے دقیق اور نازک اسرار نہیں ملتے جو مثنوی میں ہیں۔ صرف فارسی ہی میں نہیں بلکہ عربی میں بھی ان چیزوں کا پتہ بمشکل ملتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ علماء اور ارباب فن نے مثنوی کی جانب دوسری کتابوں کی بہ نسبت زیادہ توجہ دی۔ اور یہ فیصلہ کیا ہے:۔

مثنوی و مولوی معنوی
ہست قرآں درزبانِ پہلوی

مثنوی سے پہلے جتنی بھی کتابیں اخلاق اور تصوف میں لکھی گئی ہیں ان کا انداز یہ تھا کہ اخلاق اور تصوف

کے مختلف عنوان قائم کر لئے جاتے تھے اور اخلاقی حکایات لکھتے، پھر ان سے نتائج نکالتے تھے، لیکن مثنوی کا طریقہ کچھ اور ہی ہے، نہ اس میں کسی قسم کی ترتیب ہے، اور نہ کسی عنوان کا انتخاب، اور دفتروں کی جو ترتیب دی گئی ہے، وہ بھی خصوصیاتِ مضمون کے لحاظ سے نہیں ہے جس پر انہی کے زمانے میں کچھ لوگ معترض بھی ہوئے۔

چنانچہ مولانا رومؒ معترض کی زبانی کہہ رہے ہیں:

کیں سخن پست یعنی مثنوی
قصۂ پیغمبر ست و پیروی

نیست ذکر و بحث اسرار بلند
کہ دوانند اولیا زاں سو سمند

از مقاماتِ تبتّل تا فنا
پا بہ پایہ تا ملاقاتِ خدا

پھر جواب میں فرماتے ہیں کہ کفارِ مکہ نے بھی قرآن مجید پر یہی اعتراض کیا تھا ؎

چوں کتاب اللہ آمد ہم برآں
ایں چنیں طعنہ زدند آں کافراں
کہ اساطیر است و افسانہ نژند
نیست تعمیقے و تحقیقے بلند

ذبح اسمٰعیل و ذکرِ جبرئیلؑ
ذکر قصہ کعبہ و اصحابِ فیل
ذکر بلقیس و سلیمان و سبا
ذکر داؤد و زبور و اوریا

حاصل کلام مولانا رومؒ کی مثنوی کا مطالعہ صرف ایک صنف سخن ہی کا جائزہ نہیں بلکہ حقائق و معارف کا مطالعہ ہے جس کے اندر حضرتِ موصوف نے تصوف و عرفان کے اسرار نہایت اچھوتے اور دلآویز طرز پر بیان کیا ہے۔ جہاں آپ کی مثنوی میں سلوک کی پیچیدگیاں گتھیاں سلجھی ہوئی نظر آتی ہیں، وہیں آپ کی پاک و صاف زندگی کا بھی عکس نظر آتا ہے۔

آپ ایک صوفی منش شخصیت کے مالک تھے جن کا پورا اثر شاعری پر مرتب ہوا۔ غرض آسمانِ تصوف کا یہ درخشندہ ستارہ ۵ رجمادی الثانی ۶۷۲ھ بروز یکشنبہ کو غروب ہوا۔

آپ کا مزارِ اقدس شہر قونیہ میں مرجع خاص و عام ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ
رب العالمین

سلام بہ بارگاہِ انام

پیشکش: عسکری
یمین الدین
محمد جھنگی
زمرۂ ثانیہ
دارالعلوم لطیفیہ
حضرت مکان قطبؒ ویلور

السلام السلام السلام | السلام یا حبیبِؐ انام

آپہونچے وہ رسول اللہ | صلی اللہ سبحان اللہ
خیر الخلق نبی اللہ | شاہِ ھدیٰ شیئاً للہ

السلام السلام ....

آپہونچے وہ نورِ قدم | شانِ تجلّی شمعِ حرم
رُوحِ معظّم شاہِ امم | ہم پہ نگاہِ لطف و کرم

السلام السلام ....

بخش میرے ماں باپ کو بھی | اور میرے احباب کو بھی
اہلِ کرم اصحاب کو بھی | اہلِ وفا ارباب کو بھی

السلام السلام ....

جب ہنگام لہو دن ہو | ہاتھ میں آپ کا دامن ہو
وادیٔ ایمن مدفن ہو | گلشن جنّت مسکن ہو

السلام السلام ....

ٹھنڈی ہوائیں چلتی ہیں | مشعل حق کی جلتی ہیں
حسرتیں دل کی نکلتی ہیں | خوشیاں پہلو بدلتی ہیں

السلام السلام ....

جنّت کی جب سیر کریں | ہم بھی سب ہمراہ چلیں
حوض کوثر پہ آئیں | ہاتھ سے آپ کے جام پئیں

السّلام السّلام ....

حق کے پیغمبر آپہونچے | خلق کے رہبر آپہونچے
شافع محشر آپہونچے | ساقی کوثر آپہونچے

السّلام السّلام ....

تجھ سے دُعا ہے ربِّ عباد | سب کی تو برلائے مراد
میرے اہل عیال کشاد | رکھیو تا یوم المیعاد

السّلام السلام ....

تجھ سے دُعا ہے ربِ علیٰ | صدقہ ذاتِ محمدؐ کا
جاری رہے تا روزِ جزا | مذہب اہل سنت کا

السلام السلام السلام السلام | السّلام السلام یا حبیب آنام

تمت بالخیر

عارف آرٹس ۹۵ ارناچلم روڈ منگلور کے لئے بیلگرک قومی پریس بنگلور میں چھپا

26½